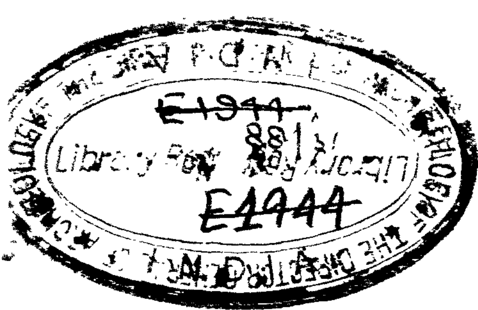


انتساب

Qiran-us-Sadain

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب

اجازت اعلیٰحضرت بندگانِ عالی متعالی ہزاگزالٹڈ

ہائنس آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ

نواب میر سر عثمان علی خان بہادر

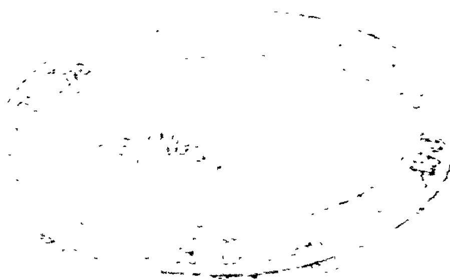
فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ ملکہ

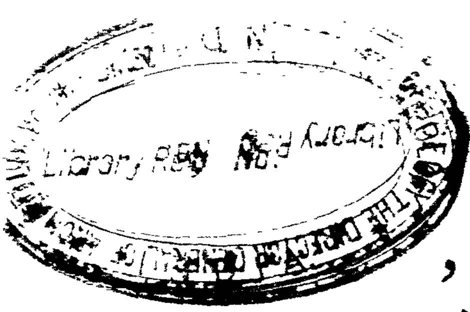
وسلطنۃ وادام اقبالہ کے نامِ نامی و اسمِ سامی

کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے









مثنوی

قرانُ السعدین

مختصر فہرستِ مضامین



تمہید

مثنوی قِرانُ السّعدینِ خسرو

نوشتہ

سیّد حسن برنی بی اے

ایں سخن چند کہ بیخواست ست
شاعری نیست ہمہ راست ست

(از مثنوی قران السّعدین)

باب	مضمون	صفحہ

متن

فہرست مضامین

تمہید

قِران السعدین

صفحہ	مضمون
۴۰	قران السعدین کے بعض نسخوں میں اس مثنوی کا نام "مثنوی در صفتِ دہلی" کیوں لکھا پایا جاتا ہے
؍؍	دہلی کے متعلق معلومات
؍؍	اِس کا لقب "قبۃ الاسلام" تھا
؍؍	شہر پہاڑی پر آباد تھا
۴۱	دہلی کے تین حصار تھے
؍؍	قصرِ معزی واقع کیلوکھڑی
۴۴	"شہرِ نو" (کیلوکھڑی) کی بنیاد کیقباد سے بہت پہلے پڑ چکی تھی
۴۵	دہلی کی عمارات
۴۶	مسجد جامع میں نو گنبد تھے اور "درون" کا سلسلہ غیر مسقّف تھا
۴۷	منارۂ ماذنہ اور اُس کے اوپر کے درجے کی کیفیت
؍؍	حوضِ سلطاں
۴۹	مضافات دہلی
؍؍	سیری اس وقت سبزہ زار تھا
؍؍	اندپت
۵۰	تلپت
؍؍	بہاپور
؍؍	افغان پور
مقابل صفحہ ۵۱	دہلی اور مضافات دہلی کا نقشہ
۵۱-۵۵	(۴) قران السعدین کا سلسلۂ تواریخ و شہور و سنین
۵۱	قران السعدین میں کن تواریخ کا صراحت سے ذکر پایا جاتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اللہ! آج سے چار برس پہلے جب کلیات امیر خسروؒ کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو مُلک میں ابھی تک وہ بزرگ موجود تھے جو ماضی کو سمجھتے اور اُسے حال و مستقبل سے رُوشناس کر سکتے تھے۔ حالی، شبلی اور اسمٰعیل اسی کاروانِ قدیم کے سالارِ راہ تھے۔ لیکن یہ قافلہ مرحلہ پیمائی کر چکا تھا، اور اُن کے نقوشِ قدم بہت جلد اُس منزل تک پہنچنے والے تھے جس سے آگے گم شدگانِ عدم کا سراغ نہیں لگتا۔ اُس زمانے میں مولانا حالی پیرانہ سالی سے معذور اور پا بر رکاب تھے۔ مولانا شبلی کا قلم ابھی تک ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا، لیکن سیّافِ اجل کمیں لگائے بیٹھا تھا۔ مولانا اسمٰعیل بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح آفتابِ لبِ بام تھے۔ لیکن کمرِ ہمت چست باندھ کر منزلِ مقصود کی رہ پیمائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ گردشِ ارضی کے دو دو تین تین دَورہ وہ اس وادی میں مرحلہ پیما رہے۔ جب کہ منزلِ مقصود کے دُھندلے نشان

مولنا کی زندگی ملک کے سامنے ایک قابلِ قدر نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ ۱۲ر نومبر ۱۸۶۲ء کو میرٹھ کے ایک گاؤں میں جس کا "لاوڑ" نام تھا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں ہی فکرِ معاش دامنگیر ہو گئی۔ سررشتہ تعلیم میں نہایت قلیل تنخواہ پر نوکری اختیار کی۔ لیکن خداداد قابلیت نے اپنے لیے راستہ نکال لیا۔ اواخر ۱۸۹۹ء میں جب اُنھوں نے پنشن لی تو وہ نارمل اسکول آگرہ میں ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے قلم کی بدولت اُنھوں نے دنیا کی ثروت اور عزت حاصل کی۔ اُن کی کتبِ درسیہ جو اُردو مدارس میں عرصہ تک داخلِ نصاب رہیں لاکھوں کی تعداد میں نکلیں، اور اب تک رائج ہیں۔ گورنمنٹ نے اُن کے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں "خاں صاحب" کا خطاب دیا جس سے زیادہ مناسب اُن کے لئے "شمس العلما" کا خطاب ہو سکتا تھا۔

وہ تعلیم کے خاص طور پر دلدادہ تھے، اور "قلمے، قدمے، درمے" ہر طرح اپنی زندگی علم اور اشاعتِ تعلیم کے لیے وقف کر دی تھی۔ اُن کی یہ تعلیمی خدمت بھی خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانانِ میرٹھ میں (جہاں اُنھوں نے سکونت اختیار کر لی تھی) تعلیمِ نسواں نے اُنھیں کی مساعیِ جمیلہ سے ترقی حاصل کی۔ ۱۹۱۰ء میں اُن کی تحریک سے مدارسِ نسواں کا افتتاح ہوا، جن کی نگرانی اُنھوں نے اپنے ذمے لی، اور اخیر تک نہایت تندہی سے اُسے انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر قسم کی مُفیدِ عام تحریکوں میں حصہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

وابستگانِ سلسلۂ خسروی پر اُن کا بہت بڑا احسان ہے، اور اُن کی خدمات

دکھائی دینے لگے تھے اور اُمید کی شعاعیں کوشش کے راستہ کو منوّر کر رہی تھیں، یکایک داعیِ اجل نمودار ہوا اور مولنٰنا لبّیک کہکر اپنے ساتھیوں سے، جو کسی قدر پہلے روانہ ہو چکے تھے، جا ملے ؎

مجلسِ یاراں پریشاں شد زباد تند دہر   برگ ریزی گوئی اندر گلستاں آمدہ

سلسلۂ خسروی میں "حیات" کا قرعہ مولنٰنا کے نام ڈالا گیا تھا، بعد میں مثنوی قِران السّعدین بھی اُن کے سپرد ہوئی۔ اُن کی عمر کی آخری ڈھائی برس اسی علمی مشغلہ میں گذرے۔ اِس مدّت میں قران السّعدین پر مکمّل تنقید لکھی، حیاتِ خسروی کے لیے بہت سا مواد جمع کیا اور سوانح عمری کے چند اجزا ترتیب دے لیے جن میں معزالدین کیقباد کے اخیر عہد (۶۸۹ھ) تک خسرو کے حالات درج ہیں۔ افسوس قضا نے اتنی مہلت نہ دی کہ یہ عظیم الشان علمی منصوبہ مولنٰنا کے ہاتھوں سر انجام پا جاتا۔ یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو سہ پہر کے وقت پچھتّر برس کی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔

مولنٰنا اسمٰعیل ہمارے لٹریچر کے اُن معدودے چند مرتبوں میں سے ہیں جن کا نام شہرتِ عام حاصل کر چکا ہے، اور کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ نثر و نظم دونوں میں ملک کے چند بہترین اہلِ قلم میں شمار ہوتے تھے۔ بچّوں کے لیے اُن کا تصنیف کیا ہوا ریڈروں کا سلسلہ آج تک بے مثل مانا جاتا ہے، اور اُن کی اخلاقی اور نیچرل نظمیں قبولیتِ عامّہ حاصل کر چکی ہیں، اور گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں۔

خاص تعریف کی۔ مرثیہ کا ایک بیت بہت پسند تھا جسے کئی کئی دفعہ پڑھکر سنایا ؎

"کشتگاں اُفتادہ در اطرافِ آں صحرای سبز ہمچو صور تہا کہ در دیباے اخضر بافتند"

ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ "امیر کے کلام میں صنایع بدایع بہت ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان تکلفات سے دوسروں کی شاعری پر بُرا اثر پڑجاتا ہے، لیکن خسرو کے یہاں اکثر اسقدر بے تکلف اور بامزہ ہیں کہ اُن کی وجہ سے لطفِ شاعری بڑھ جاتا ہے" مثال کے طور پر قران السعدین سے یہ شعر پڑھا اور کئی دفعہ دُہرایا ؎

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر (صفحہ ۸۴)

قران السعدین کی تنقید جو مثنوی مذکور کے ساتھ اس وقت ناظرین کی خدمت میں پیش ہے مولانا اسمٰعیل مرحوم کی اخیر مکمل تصنیف ہے۔ اِس کے لکھنے میں مولانا نے پوری جانکاہی سے کام لیا ہے۔ اُن کی تحریر سلیس اور خالص اُردو کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔ زبان شستہ اور خیالات سُلجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ طول کلام سے وہ ہمیشہ بچتے ہیں لیکن اختصار کے ساتھ کہنے کے قابل جتنی باتیں ہوتی ہیں وہ سب بیان کر دیتے ہیں یہ سب خوبیاں اس تنقید میں موجود ہیں جو ناظرین کے سامنے ہے۔

اس تنقید کے بعد قران السعدین پر کسی مزید تبصرہ کی گنجایش نہیں ہے۔ البتہ اِس مثنوی کے متعلق محض ضمناً چند متفرق امور بیان کیے جاتے ہیں جن سے یا تو تنقید کے بعض ضروری نکات کی توضیح و تنقیح مقصود ہے یا اس مثنوی کے بعض تاریخی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مرکوز ہے۔

پورے طور پر اعترافِ خاص اور اظہارِ شکریہ کی مستحق ہیں۔ اُنھوں نے ابتداءً یہ علمی کام، فخرِ ملک و ملت اور رشیدائے علم و فن نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر آنریری سکریٹری مدرسۃ العلوم کی فرمایش سے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔ آغازِ کار کے بعد مولٰنا کو اِس مشغلہ سے ایسا عشق پیدا ہو گیا تھا کہ اخیر تک وہ اِسی میں منہمک رہے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فرمایشی کام (خواہ اُس کی کوئی نوعیت ہو) لوگوں پر بار ہوتا ہے لیکن مولٰنا کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اُن کے شغف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ایّامِ علالت میں بھی وہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ نہ کچھ خسرو کا کام کرتے رہتے تھے۔ سلسلۂ خسروی میں اُنھوں نے اپنا تمام قیمتی وقت بغیر کسی قسم کا معاوضہ قبول کیئے صرف کیا، اور جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دُنیا میں بہت کم لوگ ایسا استغنا دکھا سکتے ہیں تو مولٰنا کا ایثار خاص طور پر ہمارے دل میں اُن کی وقعت پیدا کر دیتا ہے۔

راقمِ آثم کو کئی دفعہ "خسرو" کے سلسلہ میں مولٰنا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُن سے ملکر سچی روحانی خوشی ہوتی تھی، اور اُن کے بزرگانہ اخلاق اور علم و فضل کا دل پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ خسرو کے ساتھ تعلقِ خاطر بہت بڑھ گیا تھا۔ خسرو کا کلام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سناتے تھے۔ ایک مرتبہ فرماتے تھے "خسرو عجیب و غریب شخص تھے۔ سچ یہ ہے کہ اِس سے پہلے ہم اُنھیں اتنا بڑا نہ جانتے تھے، لیکن اب جو تفصیل کے ساتھ اُن کے کلام کو دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کیا تھے"۔ ایک دفعہ وسط الحیٰوۃ سے "خان شہید" کے مرثیہ کے کچھ بند سُنائے اور اس بے مثل ترجیع بند کی

فی الحقیقت محض اُس قسم کا اتباع ہے جو متقدمین کے مقابلہ میں متاخرین پر تاریخی حیثیت سے ہمیشہ عاید کیا جاتا ہے۔

اِس بحث کو زیادہ پھیلانے کا موقع نہیں ہے۔ قران السعدین (جو بڑی مثنویوں میں سب سے پہلی طبعزاد مثنوی ہے اور جو خمسے سے دس بارہ برس پہلے لکھی گئی تھی) اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہ مثنوی فارسی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور اپنے رنگ میں بالکل انوکھی کتاب ہے۔ اس مثنوی کے لیے خسرو کے سامنے کوئی نمونہ موجود نہ تھا، اور ہمارے علم میں خسرو کے بعد اس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ اگر لکھا گیا[۵] ہو تو وہ ایسا ہی ہے جسے کوئی نہیں جانتا۔

---

۵ منیر نے ایک چھوٹی سی مثنوی "درصفت بنگالہ" لکھی ہے، جس میں وصف نگاری کا التزام کیا ہے جو بلا شبہ خسرو کا اتباع ہے۔ لیکن یہ مثنوی قران السعدین کے جواب میں نہیں لکھی گئی ہے، اور نہ بجز وصف نگاری کے خسرو کی مثنوی کے ساتھ اس میں کوئی مشابہت پائی جاتی ہے۔ مثلاً کشتی کی تعریف میں منیر نے بھی چند اشعار لکھے ہیں جو بغرض دلچسپی ناظرین درج ذیل کیے جاتے ہیں:

بہ کشتی بل کمانِ دل نشینے + بہر گوشہ در و چلہ گزینے + ندام تیر او چوں می کند کار + کہ نے پیکانش کس دیدہ نہ سوفار
کمانش گفتم و الحق ہمانست + سیہ ملاح او زاغِ کمانست + اگر سہراب باشد در بہیمن + نیارد ایں کماں تنہا کشیدن
ندانست ایں کماتہا ایں کماں ہے + ولی ہرگز نشد شایستۂ زہ + کر اندیشۂ امن و امان ست + کہ طوفاں چاشنیِ ایں کماں ست
بود چنگے کنارِ آب جایش + زفیضِ رودہا سازِ نوایش + مگر زیں چنگ دریا گشتہ خوشحال + کہ کف برکف زند ہر دم چو قوال
ازاں مانند بچنگِ نغمہ پرداز + کہ باشد بادبانش پردۂ ساز + شبیہِ او ہمہ از چنگ جویند + ولیکن اہلِ ہندش ناؤ گویند
بود پیرِ کہن سالیش زیباست + زشوقِ آب جانش ناشکیباست + محاسن از قطاسش گشتہ پیدا + بر دہم پیر دہم برناست شیدا
بروں آورد ریشِ دلپسندی + بچندیں گونہ دارد ریش خندی + کند با موج بحر آہنگِ آشوب + تراشد دست و پای خویش از چوب
بیابد تا سراغِ آشنائی + زند ہر دم بدریا دست و پائے + گرازش تا سوِ آب اوفتادہ + عنانِ خنگ در دست باد داده
دمادم علمِ دریا کردہ تکرار + معلم تختۂ او شستہ صد بار + پرستارش بہ غمِ چرخ پیر + پزد ہر لحظہ سودائے ہریسہ
نمیدانم چہ بیماریش دیدند + کہ آبش از شکم بیروں کشیدند + بود او راسبک رفتاری آئین + رود در رہ با ہزاراں پائے چوبیں
سبک پا نیست بارِ او گرانست + ولی پایش بہ بستِ دیگرانست + ازاں دریا بہ دوسر کردہ آہنگ + کہ دریا را گرفتہ در تۂ چوب

خسرو نے جس قدر مثنویاں لکھی ہیں ان کی دو جداگانہ قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں اوّل وہ مثنویاں جو اتباعاً لکھی گئی ہیں۔ دوم وہ مثنویاں جو طبع زاد ہیں۔ پہلی قسم میں خمسہ کی پانچوں مثنویاں ہیں جن میں خمسۂ نظامی کا تتبع کیا ہی۔ دوسری قسم میں متعدد چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور قران السّعدین، عشیقہ، نُہ سپہر، اور تغلقنامہ داخل ہیں۔

مثنوی نگاری میں خسرو نے جابجا اپنے آپ کو نظامی کا متبع بتایا ہی۔ اس اتباع کی دو حیثیتیں ہیں جن میں فرق کرنا ضروری ہی۔ ایک اتباع وہ ہی جو خمسے میں کیا ہی۔ یعنی نظامی کی پانچوں مثنویوں کے جواب لکھے ہیں۔ دوسرا اتباع اس سے بالکل جدا ہی جو محض زمانی حیثیت سے اُن پر عاید ہوتا ہی۔ ارتقائے تمدن کے دوسرے شعبوں کی طرح لٹریچر کی تاریخ میں ہر پیچھے آنے والا پہلے آنے والوں کا پیرو ہوتا ہی۔ اس لحاظ سے مثنوی میں خسرو نظامی کے ایسے ہی متبع ہیں جیسے نظامی فردوسی کے یا فردوسی دقیقی کے متبع تھے۔ اس اتباع سے خسرو کی "شخصیّت" پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثنوی نگاری میں اُن کی ذاتی خصوصیات کافی طور پر نمایاں ہیں اور غور کرنے سے صاف نظر آجاتی ہیں اور اُن کی شاعری کو نظامی (یا کسی دوسرے مثنوی نگار) سے اسی طرح بیّن طور پر متمائز کر دیتی ہیں جس طرح نظامی کی خصوصیات اُن کی شاعری کو فردوسی یا سعدی سے جدا کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات خسرو کی طبع زاد مثنویوں میں بدرجہ غایت غالب ہیں۔ اسی وجہ سے طبع زاد مثنویوں کے متعلق یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہاں پر ان کا اتباع

سلطان محمد (سلطان شہید) کے غزوات درج ہیں۔ غرۃ الکمال ہیں جلال الدین خلجی کی فتوحات کی تاریخ ہے۔

چھوٹی مثنویوں کو بھی اگر شمار کیا جائے تو عہد بلبنی سے لے کر خاندانِ تغلق کے آغاز تک تقریباً پچاس برس کی ہندوستان کی مسلسل تاریخ امیر خسرو کی مثنویوں سے مرتب ہو سکتی ہے جو سند اور اعتبار کے لحاظ سے اس عہد کے متعلق قطعاً بے مثل ہے۔ یہ مثنویاں اُنھیں ایام میں تصنیف ہوئی ہیں جب کہ وہ واقعات پیش آئے جو ان مثنویوں میں درج ہیں، اور بیشتر واقعات خود خسرو کی چشم دید ہیں، جن کے دربارِ دہلی سے ذاتی اور خاندانی تعلقات ابتدا ہی سے اسقدر گہرے تھے۔

قران السعدین میں جو واقعات درج ہیں وہ تمامتر خسرو کے چشم دید ہیں۔ جس وقت کیقباد کا لشکر دہلی سے چلا ہی خسرو بھی اُس کے ہمراہ تھے اور باپ اور بیٹے کی ملاقات کے وقت بھی وہ موجود تھے۔

مولنا اسمٰعیل صاحب مرحوم نے بدایونی کی طرح خسرو کے ایک قصیدے سے کیقباد اور ناصر الدین کی ملاقات کے وقت خسرو کی موجودگی کا قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس بالکل صحیح ہے، اور اس کے متعلق خسرو کے دوسرے بیانات صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ دیوان غرۃ الکمال میں اپنے بھائی تاج الدین کے نام ایک خط ہے جس میں اُنھوں نے لشکرِ شاہی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہونے اور اپنے اَوَدھ پہنچنے کے مفصل حالات بیان کیے ہیں۔ اعجازِ خسروی میں ایک اور خط ہے جس میں کیقباد اور ناصر الدین محمود کی

ہم یہاں مختصر طور پر خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں قران السّعدین پر بالتحصیص نظر ڈالینگے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان خصوصیات میں سے بعض جُدا جُدا دوسرے شاعروں کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا اجتماع جس طرح خسرو کے یہاں ہوا ہے دوسری جگہ نہیں ہے۔

سب سے پہلی خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہی کہ تقریباً تمام تاریخی مثنویاں ہیں۔ ان مثنویوں کی بنیاد واقعات پر ہی۔ محض شاعرانہ خیال آفرینی پر نہیں ہی۔ عشیقہ حُسن و عشق کی ایک سچّی اور دردناک داستان ہی جس میں عہد علائی اور مابعد کے مُستند تاریخی حالات درج ہیں۔ نُہ سپہر میں علاءالدین کے رنگیلے جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تخت نشینی کے بعد کے مُفصّل واقعات ہیں جو اُس عہد کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملسکتے تغلقنامہ میں خلجیوں کی بربادی اور تغلقوں کی سربرآرائی کی پوری داستان ہی۔ وسط الحیوٰۃ میں بلبن کے عہد کی مثنویاں ہیں جن میں طغرل پر فوج کشی اور بلبن کے بڑے بیٹے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷)

بکلاہے دوسوئے اوسیاہاں
نشستہ چوں دوسوے چشم مژگاں

قران السّعدین میں صفتِ کشتی کے اشعار صفحہ ۱۴۴ تا صفحہ ۱۴۸ کو ان اشعار سے مقابلہ کر کے دیکھو زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ . . . . ہندوستان میں کشتی سال کی لکڑی سے بنائی جاتی ہی۔ اس کو خسرو نے کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہی ۔ ماہِ نوے کاصلِ وے از سال خاست ✤ گشت یکے ماہ بدہ سال راست۔ اس کے مقابل نیر کا شعر ہی ۔ بود پیرِ کہن سالیش زیباست ✤ ز شوقِ آب جانش ناشکیباست۔ اس شعر میں مصرعِ اولیٰ اور مصرعۂ ثانی میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا علاوہ ازیں سال کا لفظ بالکل بھرتی معلوم ہوتا ہی وہ لطافت و موزونیت کہاں جو خسرو کے شعر میں اس لفظ سے پیدا ہو گئی ہی جس کے لطف نے جامی کو عرصہ تک سرگرداں رکھا تھا۔ اس کا ذکر آگے آتا ہی۔

آخر میں دردِ فراق کا اظہار اور عزیزوں دوستوں اور دارالسلطنت کی یاد ہے۔

لیک از غمِ دوریت چنانم	کز تن بلب آمدست جانم
شبہا منِ دل بغم نوازی	با یادِ تو در خیال بازی
دل سوختہ چون چراغ کشتہ	صد جائے درونہ داغ گشتہ
در سینہ و ہزار آہِ جانسوز	آہے و ہزار تیرِ دلدوز
دل رفتہ و تن بخاک ماندہ	جان بر شرفِ ہلاک ماندہ
با آن کہ ازین ولایت خوش	یارے دو سہ اند نغز و دلکش
از حالتِ من دو آرزویت	عاشق شدہ ہمچو من بروئیت
با من ہمہ انست شب و روز	دل سوختہ را قناعت آموز
نے قاصدِ تو رسد بسویم	نے باد رساند از تو بویم
کو آن بوفا بہم نشستن	دل در طرب و نشاط بستن
گہ دادنِ درِّ نظم چون نوش	از درجِ دہن بحلقۂ گوش
گاہے بہ بدیہۂ دل آویز	سفتن گہرے بخامۂ تیز
گاہے غزلے جواب گفتن	گاہے سخنِ شراب گفتن
گہ جامِ نشاط نوش کردن	گہ زخمۂ تر بگوش کردن
گہ کردن گشت سوئے بستان	گاہے بطوافِ حوضِ سلطان
ہر شب منم و دلے و دردے	غم را بدو چشم آب خوردے

ملاقات اور اس موقع کے متعلق اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں۔ چونکہ ان دونوں خطوں کا قِران السّعدین سے براہِ راست تعلّق ہے اور بعض جزئیات پر ان سے روشنی پڑتی ہے اس لیے ان دونوں خطوں سے ضروری مقامات نقل کیے جاتے ہیں۔

تاج الدین زاہد کے نام

(از غرۃ الکمال)

خوانند زمن خراب سینہ — خسرو نہ کہ بندۂ کمینہ
می گوید و می نہد شغبناک — چوں قطرۂ اشک روئے بر خاک
کانروز کہ گشتم از برت دُور — ق محروم شدم چو سایہ از نور
بر عزمِ سفر عناں کشادم — خونابہ ز دیدگاں کشادم
با لشکرِ شاہ کوچ بر کوچ — در گریہ ہمی شدم بہر کوچ
تا بعد دو ماہ از رہِ دور — آمد باودھ سپاہِ منصورؔ
سلطاں نظرے بلطف بکشاد — واقطاعِ اودھ بخانِ ما داد
شد شہر اَوَدھ حوالۂ خاں — شد دہرِ ابد نوالۂ جان
با آں کہ نداشتم صبوری — اُفتاد سکونتم ضروری

اس کے بعد شہر اَوَدھ کی تعریف اور ملک امتیاز الدین علی بن ایبک (حاتم خاں) کی توجہات کا ذکر ہے۔

ہر دم نظرے تربیت نو — از چشمِ کرم بکارِ خسرو

چوں رنگ پذیر شد مقالات　　صنعت بود آں نہ حسب حالت

یک بیت ز گفتۂ نظامی　　تضمیں کنم اندریں تمامی

کارایش کردنی زحد بیش　　رخسارۂ قصہ را کند ریش

یہ خط سہ شنبہ ۱۶ ر رجب ۶۸۰ھ کا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ لشکر شاہی دو مہینے کے سفر کے بعد اَوَدھ پہنچا۔ جس وقت بادشاہ اپنے باپ سے مل کر دہلی کو واپس ہوا ہی، برسات کا موسم تھا، اَوَدھ پہنچنے پر اغلباً اپنے بھائی کے نام ان کا یہ پہلا خط ہی۔ خسرو محبّت والفت کا مجسّمہ تھے قدرت نے انھیں درد و سوز کی غیر معمولی مقدار عطا فرمائی تھی۔ عزیزوں اور وطن کی محبت نے انھیں زیادہ دن اَوَدھ میں نہیں رہنے دیا اور اس خط کے لکھنے سے تین چار مہینے بعد ہی وہ اَوَدھ سے روانہ ہو کر ذوالقعدہ ۶۸۰ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بنام "خداوند و برادرم ..... نجم الملۃ والدین"

(از اعجازِ خسروی رسالۂ خاں)

دوستدارِ یگانہ خسروِ سلطانی .... برآں رائے انور .... مصوّر می گرداند کہ ..... خداوند ملک ملوک الشرق وقطب ارکان الممالک اختیار الحق والدین ..... علی ایبک سلطانی ..... از اوجِ ارتفاع بچشم سعادت در کارِ بندہ ناظر ست ولیکن دلِ بندہ کہ از تافتگیِ آفتابِ فراق در ہوائے

شب روز کنم ز آہِ جانسوز — زین گونہ بود شبِ مرا روز
یکشب من و دل چراغ در پیش — جانے بہزار داغ در پیش
بودیم بہم بگفت و گویت — محرم نہ کسے جز آرزویت
گفتم کہ ازین اسیرِ بیداد — یاد آیدت یا نیایدت یاد
تا حال بدانیم کہ چونم — وز دیدہ چگونہ غرقِ خونم
روشن کندت زبانِ خامہ — حالِ من ازین فراق نامہ
ماہِ رجب و شبِ سہ شنبہ — یک ہفتہ حساب رفتہ بر نہ
تاریخ ز ہجرت ار کنم یاد — بر ششصد و ہفت بود و ہشتاد (سنہ ۶۸۷ھ)
غدار شبے ز ابرِ تاریک — بارندہ بقطرہائے باریک
عین برشگال وقتِ باراں — خیمہ زدہ ابر را سواراں
بکشادہ بنالہ رعد را کام — بُردہ دہلِ خروش بر بام
می گفت ترانہ ابرِ سرمست — بود آب برقص و برق می جست
باراں بہوا بقطرہ سازی — قطرہ بزمین بحلقہ بازی
گریہ ز من و ز ابر ہم یاد — بیرون و درون خانہ نم باد
تا وقتِ سحر قلم در انگشت — در تاریکی ہمی زدہ مشت
چون نیست تکلفے بدردم — در نامہ تکلفے نکردم
صنعت بسخن نکردم آغاز — تا قصہ نماند از غرض باز

عرصات می گشتند۔

ناگاہ ذاتِ منورِ شمس الدین دبیر نور اللہ الیٰ یوم الدین چوں آفتاب قیامت بر سرِ ایں ذرّہ آمد طلعت الشمس کشمس الطلعہ از گرمی آں مہر بر خود بسوختم و خونم از حرارتِ درونی بیروں جوشید۔ از احتراق طاقتِ آں نداشتم کہ سوئے او توانم دید۔ مع ہذا چشم بجالش تیز کردم۔ آب در چشم من بگشت۔

آب در چشم بگردد چو ببینی خورشید خاصہ خورشیدے کش خانہ بود اندر چشم

دیدم کہ از عفونتِ ہوائے ہندوستان آں چشم بر آب خود نماندہ بود، بلکہ آفتاب مرا بدید و از جائے خود برفت۔ بحیلہ بسیار بجالیش آوردم۔ لختی ذکر حکایت از دورانِ روزگار در میان آورد کہ شیوۂ آبای علوی و امہات سفلی است کہ ابنائے جنس اخوانِ انس را چوں بنات النعش از ہمدیگر متفرق و متغرب می دارد۔ قدرے از قدرِ اقتدارِ خویشتن بزبانِ حال لا بلسان المقال طلبا ہر چہ پوشیدہ تر کشف می کرد کہ درچہ از آنچہ بود عالی شدہ بود و از بر آمدِ دولتِ خویش اَلشمسُ لَا یَخْفیٰ فِی کُلِّ مکان گشتہ رفعہ اللہ فی مشارق الارض و مغاربھا۔ ہر یکے از اصحاب را یاد کردے علی العموم می کرد، علی الخصوص آں نجم ثاقب را۔

بگریہ گفت کہ آمد بسے ستارہ بچشم
ستارۂ کہ مرا باید آں بچشم نیامد

دوستاں فرّہ ذرّہ شدہ است۔ نہ در آسمان ستے در زمیں۔

..... مقرو، آں ضمیرِ مستنیر می گرداند کہ اندر انچہ سلطان مشرق ناصر الدین والدنیا... از مقامِ محمود چوں نیرِ اعظم بر عزمِ کشور کشائی تیغ زناں راہ قطع کردہ باقطاعِ اَوَدھ در رسید ہلالِ رامیش در آبِ سرو چوں ماہ از برج سرطان رویت نمود..... و ازیں جانب سایۂ عنایت پروردگار جہانگیر مشرق و مغرب معز الدنیا والدین کیقباد..... چترِ خورشید تابِ ظلِ الٰہی را ہم برلبِ آب مذکور چوں آفتاب در خانۂ ماہی مستقیم گردانید۔

آں چہ لشکر بود کز جنبیدنش زلزلہ در چار ارکان در گرفت
لرزۂ بیرق ز بندِ نیزہا گوئی آتش در نیستاں در گرفت
پائے در گِل ماند خیل آسماں گرد کاندر چرخِ گرداں در گرفت

روزِ اوّل این دو بحر زاخر بوجہِ توجہ اگرچہ آئینۂ آب درمیان بود مواجہہ نمودند۔ مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان۔ روزِ دیگر قران السعدین و اجتماع نیرین گردشِ دوران اا زانی داشتند، و برہان جمع الشمس و القمر بر علمیان مبرہن و مبین گردانیدند۔ شبہ نیست کہ بواسطۂ مباینت بینھما دیدار قیامتے افتادہ بود۔ و قیامت ایں بود کہ رویتِ آخرت ہم بلقیہ اولی در حساب آمد۔ مگر یوم النشور بود کہ آں دو آسمانِ رفعت آیتِ اذا الکواکب انتثرت باقلامِ جاریۂ مژگاں بر صفحات وجنات می نگاشتند و جمہور خلایق بدیں باعثہ دراں محشر حشر کردہ دراں

چو ترہ تابشی کہ در رفعت سر بقلابِ فلک می رسانید، برسید و پرسید تا کشتی را بر لبِ آب برکنار اُمیدِ آشنایان بایستانند۔ تا گر آشنائے بر روئے آب می آید کہ آشنائی آشنائے گزشتہ بر آب خویش باز آورد۔ و بیشترے راندنِ کشتی از برائے آں نجم علا بود۔ چوں زمانے برآمد و بعد از زمانے چوں ستارہ مقصود بر نیامد می گفت ؎

چگونہ رانم کشتی ستارہ پیدا نیست
مگر ستارہ نہاں شد را بر دیدہ من

از ہنگامِ طلوعِ آفتاب تا زوالِ نہار بر کرانۂ نہر آں مردم دیدہ را چشم می داشت و از کواکبِ مراد عکسے ہم در آب نمی دید ؎

آرے نتواں ستارہ دیدن در روز

بر روئے من بارقۂ از مہر بارقتِ تمام روشن می کرد و در معاینۂ ایں سرودِ معاینہ می گفت ؎

من کہ شمسم ہمہ تن مہر شدم از سر سوز
ذوقِ آں دست نہاں ماندہ چو سیارۂ مہر

بعد از انتظارِ بسیار بندہ را وداع کرد و آیت العود خیر برخواند۔ و دیوانِ خاص کہ نظمش از نثرہ و شعرے سخن میگوید یادگار بکاتب سپرد، و خود بمقر دولت رسانید، و نادیدنِ آں عزیز را بر تقدیر خدائے علیم حوالہ کرد۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۔ بندہ باقلبِ کبیر

آں روز بوقتِ غروب بمقامِ خویش باز گشت۔

روز دیگر بہوائے اثیر الدین محمد آتارہ ازبس کہ اثیر حرقت در باطن این سوختہ ظاہر شدہ بود خویشتن را در آب زدم دگذانہ عزم گذار کردم حالے کہ این خاکے از آب بگذشت سراسیمہ وار در ہوائے اثیر معلق بین السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ می رفت تا باثیر رسید۔ چوں یاران محیط آتش طبیعت گرم ہنگامِ نماز خفتن نبود، بہ تعجب می گفت ؎

ایں توئی یا بخواب می بینم
کہ بشب آفتاب می بینم

شبا روزے بدیدارِ آں عزیز شب را بروز و روز را بشب آوردہ شد ؎

خجستہ روزے کاید بشب بدی عزیزاں
پس از ہزار شب و سہ ہزار روز جدائی

الغرض روز سوم ہم از بامداد ملک الآفاق شمس الدین عزیمت کشتی کرد و بندہ خسرو کہ قایم مقام تیر ست دراں کشتی باقامت بندگی راست بایستاد ؎

کرد بر چشم خیالِ یار من کشتی رواں
آفتابے بود کاں بر روئے دریا می گذشت

شک نیست کہ آں ذاتِ چوں موج از بحر بالاتر بود، بلکہ از بحر می گزشت و بحر را کہ خراج گذارِ جود او ست از وجود او غیرت بحاصل می آمد۔ فی الحاصل نزدیک

موسم باراں بود وچشمۂ خورشید با سرطان بآشنائی درآمده وسرطان منقلب آبی گشته۔ در عین باران وباران عین چون آب سرو بجانب او دواں گردہ شدہ

ابری بار دو من می شوم از یار جدا ٭ چوں کنم دل بچنیں وقت ز دلدار جدا

ابر و باران و من و یار ستادہ بوداع ٭ من جدا گریہ کناں ابر جدا یار جدا

باران آیت وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ببانگ بلند می خواند، وباد واضح فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ بر صحیفۂ آب مسلسل رواں نقش می کرد وسبزہ بخط ترتفسیر لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا بر تختۂ خاک ثبت می فرمود، وآب پیرامن خط مسلسل سبزہ جدول تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ می کشید باچنداں آب در سواد بستاں

ترگشت خط سبزہ ولے پاک نہ شد

مردم چشم از شرح فراق دوستاں رشحے میتراوید وابر چوں ہوا خواہاں می گریست پاے مرکیم در آب چشمہا می لغزید، وبرق چوں مسخرگاں می خندید

چگونہ برق نخندد کہ ژالہ سنگ انداز

حباب شیشہ گری راکشادہ کردہ دکاں

تقاطر قطرات از عبرات من عبارتی می نمود، وبارقۂ برق از احتراق من حرقتے.....

تا بریں طریق ایں خراب از معمورہ او دہ آمد تا ایں قصۂ غصہ را بداں جناب رفیع رفع کرد فی العزۃ من شہر رجب المرجب عظم اللہ ترجیبہ سنہ سبع وثمانین وستمائۃ۔ انتظار قطرہ ازاں دوائر دوات آں کہ قلم شہاب

سنہ ۶۸۷

و قلب بے سکون ازاں میثاق بوثاق آمد.......

تمامت روز دریں تحیّر می بودم کہ یارب اگر مجلسِ شمسی آں نجمِ علا بچشم آمدی نوراً علیٰ نور بودے۔

روزِ دیگر بدرِ منیر مملکت را از حضیضِ مشرق باوجِ ارتفاع رجعت افتاده و ماهِ اعلامِ اعلیٰ بر سمتِ دار الملکِ جلال منزل بمنزل بر طریقے سریع السیر گشت کہ در ہیچ منزل باآں نجم مقابلۂ سعادت میسّر نگشت کہ سوختگیِ شمس و اثیر دیده بر روے آب آوردے ؎

سوزے کہ بسینه دارم آخر روزے
در خدمتِ تو بروے آب آرد چشم

ہم در اثنای راه مخدومِ بنده بمنزلتِ اقطاعِ اَوَدھ شرفِ دست بوسی یافت بنده کہ چوں عطارد در شعاعِ آں آفتاب ست نتوانست کہ بخانۂ خویش راجع شود ضرورت باستقامت آں طرف رضا داد۔ ملکِ بے مثال بطلبِ مثالِ ولایت بر موافقت رکابِ فرقد ساے اعلیٰ منطقۂ جوزا بر میاں بست و در ظلِ ظلیل ہماے ہمایون چتر کہ نسرِ طائر سایه نشینِ او ست، طیراں نمود۔ و بنده را کہ بلبلِ حدیقۂ حداثت ست باز گردانید۔ باشارت راے مختار اختیارے از اتصالاتِ کوکبۂ اصحابِ لشکر نقلِ ضروری اختیارے افتاد و بہ ظلمتِ ہندوستان کہ اقلیمِ زحل ست ہبوط کرده شد۔

شہزادہ سلطان محمد (سلطان شہید) کے دربار سے تعلق ہو گیا اور اس کے ہمراہ پانچ برس تک ملتان رہے۔ شہزادۂ مذکور کی شہادت کے بعد کوئی دو سال گوشہ نشینی میں گذارے اب اس موقع پر جب دہلی اور لکھنوتی کے لشکر اَودھ میں ملے تو برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آپس میں بغلگیر ہوئے۔ اس دوران میں شمس الدین دبیر کا تقرب سلطان محمود کے یہاں بہت کچھ بڑھ گیا تھا چنانچہ سلطان محمود نے جس وقت باربک کے پاس (جو لشکر کیقباد کے ہراول کا سپہ سالار تھا) پیغام بھیجا ہے تو شمس الدین دبیر کو اس پر متعین کیا تھا۔

قران السعدین میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

تیغ زنِ مشرق از آنسوی آب　　تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
جُست رسولے کہ گزارد پیام　　ہر چہ بگویند بگوید تمام
گر سخن از صلح بود یا نبرد　　کم نکند ہیچ زنیروے مرد
دید کہ کس نیست زبرنا و پیر　　درخورِ ایں کار چوں شمس دبیر

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ خسرو کے معاصرین میں شمس دبیر کا مشہور اُدبا اور شعرا میں شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر رخصت کے وقت شمسِ دبیر نے اپنے عزیز دوست کو اپنا دیوان بطور یادگار دیا ہے۔ بدایونی نے منتخب التواریخ میں شمس دبیر کا کچھ کلام نمونتہً درج کیا ہے۔
(دیکھو صفحہ ۲۶۰ منتخب التواریخ مطبوعۂ نولکشور)

دوسری خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہے کہ اُن میں واقعیت

سیر مجاریِ احوال جاری دارد، و اخبارِ متواتر را کہ موجبِ علمِ قطعی ست
چوں کتابی کہ از بالا آید فرد فرستد، و از درجۂ محبت دقیقۂ فرو نگزارد۔ مدارجِ
ارتفاع بعتبۂ علیا مدرّج باد۔ آمین۔

یہ خط قران السعدین کے اصل واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیقباد اور محمود کی ملاقات کے موقع پر مکتوب الیہ کے آنے کی توقع تھی لیکن وہ کسی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکا۔ یہ خط یکم رجب ۶۸۷ھ اور پچھلے خط سے پندرہ روز پہلے کا لکھا ہوا ہے جس میں خسرو نے خاص طور پر اپنے دوستوں شمس الدین دبیر اور قاضی اثیر الدین سے ملاقات کے واقعات بیان کیے ہیں۔

نانا کے مرنے کے بعد جس وقت خسرو کا ملک چھجو کے یہاں تعلق ہوا ہے ان دونوں سے اُسی زمانے میں دوستانہ تعلقات پیدا ہوئے تھے۔ شمس الدین اور اثیر الدین سلطان ناصر الدین (بغرا خاں) کے مصاحب تھے اور اکثر اس کے ہمراہ ملک چھجو کے یہاں جو سلطان مذکور کا چچا زاد بھائی تھا آتے اور شعر و سخن میں خسرو کے حریفِ مجلس بنتے تھے۔ اس کے بعد جب خسرو نے سلطان ناصر الدین کے یہاں ملازمت اختیار کی تو دونوں سے تعلقات اور زیادہ ہو گئے۔ جس وقت مہمِ طغرل کے بعد سلطان بلبن نے بغرا خاں کو لکھنوتی (بنگال) کا حکمراں مقرر کیا تو خسرو اور اثیر الدین اور شمس الدین شاہزادہ مذکور کے ہمراہ تھے۔ وطن اور عزیزوں کی محبت میں خسرو تو دہلی چلے آئے، لیکن اُن کے دونوں دوست شاہزادہ مذکور کے ساتھ لکھنوتی رہ گئے۔ خسرو کا دہلی پہنچنے کے بعد

بلبن کے انتقال اور اپنے بیٹے کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر اور اپنے آپ کو تختِ دہلی کا وارثِ حقیقی سمجھکر ہندوستان پر لشکرکشی کرتا ہی۔ باپ کی لشکرکشی کی خبر سنکر بیٹا بھی اپنی فوج لیکر دہلی سے بڑھتا ہی۔ شہر اَوَدھ کے قریب سرجو ندی کے کناروں پر دونوں لشکر صف آرا ہوتے ہیں لیکن باہم نامہ و پیام کے بعد صلح ہو جاتی ہی اور باپ بیٹے سے آکر ملتا اور اُسے اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھا دیتا ہی۔ یہ بظاہر کوئی اہم یا مہتم بالشان واقعہ نہیں ہی، لیکن شاعر کی سحرکاری دیکھو، مواد کی کمی اور واقعہ کی قلیل النتاجی کو "وصف نگاری" کے پردے میں اس طرح چھپایا ہی کہ قصّے کی بے مائگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

جس چیز کو خسرو نے "وصف نگاری" کے لفظ سے تعبیر کیا ہی وہ حقیقت میں واقعہ نگاری ہی جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہی۔ انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف یہ دونوں اجزا وصف نگاری کی جان ہیں اور فارسی میں اس مثنوی سے بڑھکر شاید کہیں موجود ہوں۔

جس وقت ناصرالدین کی فوج کشی کی اطلاع دہلی پہنچتی ہی، سردی کا موسم ہی، کیقباد دارالسّلطنت سے شکار کے لیے باہر آتا اور فوج کا معائنہ کرتا ہوا قصر کلوکھری پہنچ جاتا ہی اور وہاں جشنِ شاہی مناتا ہی۔ یہ اس داستان کے ابتدائی واقعات تھے، لیکن یہاں تک پہنچتے ہوئے مثنوی کا پڑھنے والا دارالسّلطنت کی سیر کر چکا ہی، اُسے موسم کی پوری کیفیت معلوم ہو چکی ہی، بادشاہ کے جلوس اور شکارگاہ کا نظارہ دیکھ چکا ہی اور رنگیلے بادشاہ کی محفلِ نشاط کا پورا سین اس کی آنکھوں میں پھر گیا ہی۔ وہ جانتا ہی کہ دہلی جمنا کے قریب

کا سر رشتہ کمال احتیاط کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے۔ امیر داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شاعری کے ساغر میں حقیقت ہمیشہ عُریاں نظر آتی ہے اس خصوصیت کا خود اُنھیں بھی پورا احساس تھا اور اس کی طرف اُنھوں نے فخر کے طور پر جابجا اشارہ کیا ہے۔

اس خصوصیت کے دو پہلو ہیں اوّل یہ کہ واقعات صحت کے ساتھ بیان کیے جائیں، دوسرے یہ کہ بیانِ واقعات میں انتخابِ جُزئیات اور تفصیلِ کوائف پر کامل دستگاہ ہو۔ خسرو کی مثنوی نگاری میں یہ دونوں پہلو بدرجہ اُتم پائے جاتے ہیں اُن کی معلوماتِ عامّہ غیر معمولی ہیں اور ان معلومات سے شاعرانہ مصوّری میں پوری طور سے کام لینا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو شاعرانہ سحر کاری کے باوجود اُن کا کلام حقیقت سے متجاوز نہیں ہوتا اور دوسری طرف اُس میں وہ تمام جزئیات موجود ہوتے ہیں جو شاعرانہ مصوّری میں تصویر کشی کے خطوط اور رنگ آمیزی کے قایم مقام ہوتے ہیں۔

پہلی خصوصیت اور دوسری خصوصیت کی اجتماع کی وجہ سے خسرو کی مثنوی نگاری کو "تاریخی نقاشی" سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہوگا۔

واقعیت کی خوبی ان دونوں لحاظ سے قران السّعدین میں کامل طور پر پائی جاتی ہے کُل قصّے کی کائنات صرف اسقدر ہے کہ بلبن کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیقباد تختِ دہلی پر متمکّن ہوتا ہے۔ کیقباد کا باپ ناصر الدین محمود لکھنوتی میں حکمراں ہے۔ وہ اپنے باپ

میں جس کمال کا اظہار کیا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔

تیسری خصوصیت جو خسرو کی شاعری کا مابہ الامتیاز ہے اور جو مثنوی نگاری کی جان ہے وہ نفسانیات کا صحیح ادراک ہے۔ جس طرح ایک ڈراما نگار یا ناول نویس کے لیے ضرورت ہے کہ وہ اشخاصِ قصہ کی شخصیتیں قایم کرے، انھیں شروع سے اخیر تک برقرار رکھے، اور حالات و واقعات سے ہر موقع پر ان کی داخلی کیفیات مترشح ہوتی اور اُن کو ایک دوسرے سے متاثر کرتی ہوں، اسی طرح مثنوی نگاری میں جہاں موقع پیش آئے یہ حفظ و تفریق اشخاص لابُد ہے اس کے بغیر مثنوی میں روح پیدا نہیں ہو سکتی۔ فارسی لٹریچر میں بہت کم مثنویاں ہیں جو اس معیار پر پوری اُترتی ہیں۔

خسرو کو تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کے پورا کرنے کے لیے یہ موقع حاصل تھا کہ اشخاصِ قصہ اُن کے پیشِ نظر تھے اور وہ ان کو نہایت اچھی طرح جانتے تھے، لیکن اس سے اگرچہ یہ فائدہ ہوا کہ انھیں تخیل کی مدد سے اشخاصِ قصہ کو پیدا کرنا نہیں پڑا جیسا کہ افسانی میں کرنا پڑتا ہے، لیکن تحفظِ شخصیّت کوئی سہل کام نہیں ہے، اور جب تک ادراکِ نفسانیات کے ساتھ شاعر کی قوتِ مصوّرہ نہایت تیز نہ ہو یہ میدان بے سپر نہیں ہو سکتا۔

دوسری اور تیسری خصوصیت دراصل "واقعیّت" کے دو پہلو ہیں، خارجی اور داخلی۔ خارجی حالات کا احساس اور ادراک بہ نسبت نفسِ انسان کے پیچیدہ اور مخفی کیفیات کے بہت زیادہ سہل ہے، لیکن جس طرح کسی شخص کی صورت دیکھ لینا اس کو واقعی طور پر جان لینے کے لیے کافی نہیں ہے اسی طرح کسی قصّہ یا داستان میں محض باہر کی اور اوپری چیزیں اشخاصِ قصہ

واقع ہے۔ اُس میں تین حصار ہیں وہاں پر مسجدِ جامع، منارہ، ماذنہ اور حوضِ شمسی دلچسپ مقامات ہیں اور شہر نہایت آباد اور پُر رونق ہے۔ سردی کے زمانے میں جو خاص تبدیلیاں پیش آتی ہیں وہ سب اُس کے سامنے ہیں اور اس طرح کہ وہ گویا موسم کی کیفیت کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ لمبی راتیں، چھوٹے دن، برف باری اور آگ کی گرم بازاری، گرم اور موٹے کپڑوں کا استعمال، مُنہ سے بھاپ نکلنا وغیرہ یہ سب وہ کیفیات ہیں جنکا خیال آتے ہی جاڑے کا موسم محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض اسی طرح پر ایک ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کا پڑھنے والا کسی ملک کا رہنے والا کیوں نہو وہ واقعات کے ساتھ حالاتِ ماحول اور مناظر کا پورا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوا جاتا ہے۔ اس واقعہ نگاری کی بدولت اُس عہد کے تمدّن کی جزئیات پر ایسی روشنی پڑتی ہے جو دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ دربار، جلوس، مجلسِ شاہی اور فوجی نظام کی گویا چلتی پھرتی تصویریں دکھائی دینے لگتی ہیں۔

مناظرِ فطرت کی مصوّری بھی (اگرچہ ایک جُداگانہ خصوصیت قرار دی جاسکتی ہے) اسی خصوصیت کے (جس سے ہم بحث کر رہے ہیں) تحت میں داخل ہے۔ اس میں خسرو کو امتیازِ خاص حاصل ہے اور اس لحاظ سے میرے خیال میں دنیا کے بہت تھوڑے شاعر اُن کے پہلو بہ پہلو ہیں۔ یہ بحث بہت زیادہ تفصیل کی محتاج ہے، لیکن یہاں محض اس کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔

مثنوی قران السّعدین میں تمام موسموں کی کیفیات اور مختلف اشیا کے اوصاف

جھلک نظر آنے لگتی ہے۔

اس مثنوی میں مرکزی شخصیت کیقباد ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک نوجوان بادشاہ تھا جو تمام تر عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ خسرو نے اگرچہ ایک مورّخ کی طرح عیب جو بن کے نقطۂ نظر سے یہ نہیں کہا کہ بادشاہ ہوا و ہوس میں گرفتار اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا، لیکن ساری مثنوی عشرت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی اور سراپا مرقعِ عیش بنی ہوئی ہے۔

جیسا کہ مولانا اسمٰعیل نے لکھا ہے "حضرت خسرو کو ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں بلکہ اس کی بزمِ عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔"

حقیقتِ حال یہ ہے کہ خسرو کی تمام تصانیف بالخصوص مثنویوں کو اس عہد کا آئینہ کہا جا سکتا ہے جس میں وہ لکھی گئی ہیں۔ ایک سچّے شاعر کا قلب کیفیات دائرہ اور حالات ماحول سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جذبات جلد مشتعل ہوتے اور معرضِ اظہار میں آجاتے ہیں۔ عہد علائی کی مثنویوں میں اُس عظیم الشان عہد کی ہر جگہ پر جھلک پڑتی ہے۔ اِسی طرح نہ سپہر میں علاءالدین کے عیش پرست جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تفریح صید افگنی اور بزم آرائیوں کا فوٹو سامنے آجاتا ہے جو خلجیوں کی بربادی کی اِسی طرح پیشینگوئی کرتا ہے جس طرح کیقباد کی عیّاشیاں سلاطین غلامان کے خاندان کی تباہی کا پتہ دیتی ہیں۔

اِسی خصوصیت کے تحت میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ غزلیات داخل ہیں

سے حقیقی واقفیت کے لیے کافی نہیں۔

قصہ کا پڑھنے والا کتاب ختم کرنے کے بعد قدرتاً یہ خیال کرتا ہے کہ اشخاصِ قصہ کس حد تک اس کے ذہن میں مرتسم ہیں اور وہ اُن کے باطنی حالات، اخلاق و عادات اور رجحانات اور خیالات سے کس حد تک آگاہ ہے۔ مصور اور شاعر میں ایک بڑا فرق ہے کہ اوّل الذکر تمامتر خارجی اور محسوس مناظر سے باطنی کیفیات کی جھلک دکھاتا ہے، برخلاف اس کے شاعر بیشتر داخلی پہلو کو لے کر چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی ہستیاں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

واقعیت کے دونوں پہلو کو ملحوظ رکھنا اور اُن کو کامیابی کے ساتھ شاعرانہ نقاشی میں کام میں لانا چنداں آسان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خسرو شاعری کی اس دشواری سے خوب واقف تھے۔

ایک جگہ قران السّعدین میں لکھتے ہیں۔

این سخنِ چند کہ بیخو است ست　　　شاعری نیست کہ ہم راست ست

گرچہ چنیں راست نباید نسفت　　　"راست بسے ہست کہ نتوانش گفت"

اگرچہ قران السعدین میں اشخاصِ قصہ کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے، کیقباد، محمود اور چند دیگر اشخاص لیکن حفظِ شخصیات کا اس میں پورا التزام ہے۔ اس کا پورا لطف اس موقع پر آتا ہے جہاں باپ اور بیٹے کے مابین نامہ و پیام ہوتے ہیں اور اس کے بعد صلح ہو کر خلوت میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ یہاں گویا ڈراما کی (جس میں شخصیت کا کامل التزام ہوتا ہے)

باپ بیٹے میں صُلح ہو کر ملاقات کی سلسلہ جنبانی ہوتی ہے۔

بباغ سایۂ بیدست و آب در سایہ
ازیں سپس من و جانان و خواب در سایہ (صفحہ ۱۳۶)

باپ بیٹے میں ملاقات ہوتی ہے۔

خُرّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد
آرزو مندِ نگارے بہ نگارے برسد (صفحہ ۱۵۲)

وقتِ وداع ہے باپ اور بیٹا جُدا ہوتے ہیں۔

آرامِ جانم می رود۔ دل را صبوری چوں بود الخ (صفحہ ۲۱۰)

مفارقت کے بعد کی بیقراری اور یاد۔

سخت دشوار ست تنہا ماندن از دلدارِ خویش
با کہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوارِ خویش (صفحہ ۲۱۶)

بادشاہ عازمِ دار السّلطنت ہوتا ہے۔

باز ابرِ تیرہ از ہر سوے سر بر می کند الخ (صفحہ ۲۲۰)

بادشاہ دار السلطنت پہونچتا ہے۔

عمرِ نو گشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد الخ (صفحہ ۲۳۴)

کتاب ختم ہو گئی بادشاہ کی خدمت میں شرفِ قبول کی درخواست ہے۔

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد (صفحہ ۲۵۵)

جو قران السّعدین میں مختلف مقامات پر تضمین کی گئی ہیں۔ ان غزلوں کی خاص خوبی یہ ہی کہ سب حسبِ حال ہیں۔ جس داستان کے بعد آتی ہیں داخلی حیثیت سے پچھلے واقعات کا اعادہ کرتی اور اگلی داستان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مثلاً موسمِ سرما ہی کیقباد لشکر کی تیاری کا حکم دیتا ہی:-

شد ہوا سرد کنوں آتش و خرگاہ کجاست (صفحہ ۴۷)

مقطع میں اگلی داستان "جنبشِ شاہ ز دہلی زپے کینِ پدر" کی طرف ایک لطیف اشارہ ہی، جس کا مصرعۂ اولیٰ ساری داستان کا خلاصہ ہی ؎

عزمِ حج دارد خسرو زپے توبۂ عشق
توشہ اینک غمِ دل، بارگہِ شاہ کجاست (صفحہ ۴۸)

بادشاہ دار السّلطنت سے روانہ ہو کر عازمِ شہر ہوا ہی۔

"سوارِ چابک من باز عزمِ لشکری دارد" (صفحہ ۵۷)

موسمِ بہار آتا ہی بادشاہ گل و بلبل کے ساتھ دادِ طرب گستری دیتا ہی ؎

(۱) آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش الخ (صفحہ ۷۲)

(۲) گُل امروز آخریں شب مست خار است الخ (صفحہ ۸۶)

(۳) دوش ناگہ بن دل شدہ آں مہ برسید الخ (صفحہ ۹۰)

لشکرِ شاہی فتحمند واپس آتا اور مُغل قیدی پیل مال ہوتے ہیں۔

تیغ برگیر تا زِ سر برھم
تیر بکشائے کز نظر برھم (صفحہ ۹۹)

تخیل، واقعیت، سوز، رقت اور رقص پایا جاتا ہی وہ ہمیں کہیں نہیں ملتا۔ قران السعدین کی غزلیات وسط الحیوۃ کے اخیر زمانہ اور غرۃ الکمال کے ابتدائی ایام سے تعلق رکھتی ہیں یہ اُن کے انبساط اور جوش کا زمانہ ہی قران السّعدین کی غزلیات کے متعلق خود خسرو نے کیسی سچی تعریف کی ہی۔

ہر غزلے وشنۂ عشاق کُش (صفحہ ۲۳۶)

جیسا کہ مولنا اسمعیل نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہی یہ غزلیں حالیہ ہیں۔ علاوہ ازیں مثنوی کی بحر ظاہر ہی کہ شروع سے اخیر تک ایک ہی۔ بیچ میں مختلف بحروں کی غزلیات شامل ہو جانے سے ایک خاص قسم کا تنوع پیدا ہو گیا ہی جس سے "تازہ بتازہ نو بنو" کی لذت حاصل ہوتی ہی۔

خسرو کی مثنوی نگاری کی چوتھی خصوصیت جدّت اختراع اور طرفہ آفرینی ہی اُن کی طبیعت کا سب سے زیادہ میلان ایجاد کی طرف تھا۔ ہر صنف میں اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ اُنھوں نے خود بیان کیا ہی اُن کی نثر تمام تر اُن کی جدّت آفرینی کا نتیجہ ہی۔ رباعیات و قطعات میں وہ کسی کے مقلد نہیں۔ قصائد، مثنوی اور غزل میں وہ اپنے آپ کو دوسروں کا پیرو بتاتے ہیں، لیکن اس تقلید میں بھی اُنھوں نے اپنی حرّیتِ ذہنی اور اختراعات کے لیے پورا میدان پیدا کر لیا ہی۔ صنایع اور بدایع میں اُن کی جدّت پسند طبیعت نے ایجادات کے انبار لگا دیئے ہیں۔

لے دیکھو اعجازِ خسروی ۲ے دیکھو دیباچہ غرۃ الکمال ۳ے دیکھو اعجاز خسروی دیباچہ تحفۃ الصغر دیباچہ وسط الحیوۃ اور دیباچہ غرۃ الکمال وغیرہ ۱۲

الغرض مُسلسل تمام داستان کی کیفیات جو واقعات کے لحاظ سے شاعر کے قلب پر وارد ہو سکتی ہیں، ان غزلیات کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں۔ گویا شاعر نے مجرَّد جذبات کے لباس میں تمام قصّہ ہی کو بیان کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس چیز پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہے وہ صنف غزل ہے۔ مل نے کیا خوب کہا ہے کہ شاعر کے بیان کا مابہ الامتیاز یہ ہے کہ وہ جذبات میں سرشار دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نواسنج ہوتا ہے اور اس کا بیان دوسروں کی طرف خطاب نہیں ہوتا، وہ غم و غصّہ شوق و مسرّت سے بیتاب ہو کر ترنّم کرتا ہے۔ جس طرح بلبل اپنے چہچہوں میں خود منہمک اور صحنِ باغ کے بسمل اور وارفتہ سامعین سے بے خبر ہوتی ہے اسی طرح شاعر اپنے جذبات اور واردات قلبی کا اس طرح اظہار کرتا ہے کہ گویا وہ سامعین سے بے نیاز اور بے خبر ہے۔

اِس معیار کو پیشِ نظر رکھو اور قران السّعدین کی غزلیات کو جانچو۔ یہ غزلیات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مناسبِ موقع لکھی گئی ہیں گویا خارجی واقعات کو مجرّد جذبات کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

شاعری کی صنف غزل میں خسرو کو جو امتیازِ خاص اور قبولِ خاطر حاصل ہے محتاجِ بیان نہیں۔ وہ غزلسرائی میں سعدی کے تتبع ہیں لیکن ان کا غزلیات میں ایک خاص رنگ پایا جاتا ہے۔ سعدی کے سامنے رکھنے سے معلوم ہو گا کہ کلام کی سلاست اور شیرینی اور جذبات کی پاکیزگی دونوں کے یہاں موجود ہیں، لیکن خسرو کی غزلیات میں جو طرفگی،

واں کہ بہ تقلید نشست اندریں   نشنوم ار خود کند م آفریں (صفحہ ۲۴۲)

حقیقت یہ ہے کہ یوں تو انسان کی تمام ذہنی قوتیں وہبی ہوتی ہیں اور کوشش سے اُن میں صرف محدود ترقی ہوسکتی ہے، لیکن غالباً قوائے دماغی میں سب سے زیادہ غیر اکتسابی وہ قوت ہے جسے "تخیل" کہتے ہیں اور جو شاعری کے لیے خاص طور پر بمنزلۂ روح رواں ہے۔ شاعر اسے ماں کے پیٹ سے لیکر آتا اور اسی طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ دوسرے لحاظ سے ممکن ہے کہ اس کے کلام میں روز بروز ترقی ہوتی جائے۔ مثلاً اس کے الفاظ زیادہ شستہ اور بندشیں زیادہ چست ہو جائیں لیکن تخیل کی مقدار تقریباً ہمیشہ معین رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بڑے شاعر کے کلام میں عہدِ طفولیت میں پیرانہ پختگی اور عہدِ پیری میں طفلانہ تازگی پائی جاتی ہے۔

خسرو کے کلام پر ایک غائر تاریخی نظر ڈالنے سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے خوش قسمتی سے اُن کا تمام کلام ہر ہر دور کا جُدا جُدا محفوظ ہے۔ بڑی مثنویوں میں قران السعدین پہلی مثنوی ہے لیکن چند چھوٹی مثنویاں بھی جو انھوں نے اس سے پہلے لکھی تھیں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کی دو ابتدائی مثنویوں سے ایک ہی مضمون کے متعلق انتخابات پیش کر کے قران السعدین سے مقابلہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ابتدا ہی سے خسرو کے تخیل کی کیا حالت تھی۔

مضمون مغلوں کی ہجو ہے جس میں خسرو نے قران السعدین میں بڑا زورِ قلم دکھایا ہے (دیکھو صفحہ ۹۳-۹۵)۔ یہ مثنوی اُن کے مربّی سلطان محمد کی شہادت اور خود امیر کے

مثنوی قران السّعدین میں جو خود جدّت کا نمونہ ہے وہ فرماتے ہیں۔

چند کہم بود بدل این خیال | تازہ کنم ہر صفتے را جمال
بود در اندیشۂ من چند گاہ | کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آلبش دہم | مجمعِ اوصاف خطابش دہم
طرزِ سخن را روشِ نو دہم | سکّۂ این ملک بخسرو دہم
نو کنم انداز رسمِ کہن | پس رویِ پیشِ روانِ کہن (صفحہ ۲۳۔۲۳۸)

آنچہ ز سر جوشِ دلِ نقشبند | ق | معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موئے بموئیش بہ ہنر بیختیم | پختہ و سنجیدہ در و ریختیم
وصف نہ زاں گونہ شد از دل برون | کاں دیگرے را بدل آید کہ چون
ہر صفتے را کہ برانگیختیم | شعبدۂ تازہ درو ریختیم
نیست ز کس لولوے لالائے من | ژرف بہ بین رتبہ دریائے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست | زانِ کسے نیست از آنِ من ست
دزد نیم خانہ برِ دیگرے | خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
مایۂ ہر دزد کہ در عالم ست | گرچہ فزون ست بقیمت کم ست (صفحہ ۲۳۸۔۲۳۹)

آن کہ شناسندۂ این گوہر ست | گر ہمہ نفرین کندم در خور ست

پوستیں پوشیدہ دبے پوست روے
در گریز از غازیانِ دوست روے

گشت سیلے گو ہمہ بر بانگِ نے
ہمچو زناں نوحہ کناں پے بہ پے

نالۂ ناخوش ہمی بر داشتہ
مستِ آوازِ سیلے بر داشتہ
زیں یلہ گردانِ نافرخندہ پے
جاں یلہ کردہ بآوازِ سیلے

گویاں سخنے بگ زبانی
لافش ز بزرگ استخوانی

سر تراشیدہ ز بہرِ قلم
زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم

بستہ پَرِ بوم را بالائے سر
سر تراشیدہ چو بیضہ زیرِ پر

از سنگ و بیش خراش خوردہ
ہم از سرِ خود تراش کردہ
مشتے پرِ بوم کردہ در سر
بسیار ز بوم شوم رو تر

رخنہ شدہ طشتِ مس از چشمِ تنگ
دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

چشم شاں در روئے ناپیدا شدہ
ہر کہ دیدہ روئے شاں شیدا شدہ
دیدہ ہائے در شدہ اندر مغاک
گوئی بنشستہ ہست اندر گردہ باک

چوں شیشۂ چشمِ ازرق و تنگ
در سختی اگر صفت کنم سنگ

از رُخ تا رُخ شدہ بینی پہن
وز کلہ تا کلہ لب تا لب دہن
بینی پر رخنہ چو گورِ خراب
یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب

بینی پست و خیش ازدی دوال
ہمچو غوکے بر سرِ آبے رواں

مغلوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوجانے کے کوئی چار پانچ برس بعد کی ہے۔ اس کے لکھتے وقت اُن کا غم و غصہ جس قدر جوش میں ہوگا ظاہر ہے۔ دوسری مثنوی ۶۸۲ھ یعنی قران السعدین سے کوئی چھ برس پہلے اور حوادثِ مذکورۂ بالا سے ایک سال قبل کی تصنیف ہے۔ تیسری مثنوی سلطان محمدؒ کی ملازمت اختیار کرتے وقت غالباً دوسری مثنوی سے تین چار برس پہلے کی ہے۔

قران السعدین

(۶۸۸ھ)

کافرِ تاتار بروں از ہزار
کردہ دگرگونہ باشتر سوار
سخت سرانے بو غا سخت کوش
ہر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش
اصل زسگ لیک بزرگ استخواں
گربۂ یخنی شدہ بر روئے خواں

مثنوی

(۱۱ رمضان ۶۸۲ھ)

در تگاپو چوں سگِ لقمہ ربا
آفتِ نان و بلائے شوربا
ہر زمانے گر ہمہ باشند سیر
سرنگوں افتند از بالا بزیر

دوگلہ بر۔ لیک[۱] بر پشت دگل
گندگی را جاے کردہ در بغل

مثنوی

(جو غالباً سلطان محمدؒ کی ملازمت اختیار کرتے وقت لکھی تھی)

قومے ہمہ گربہ چشم سگسار
چوں گرگ درندہ آدمی خوار
ہمہ بوزنہ وار نا و فاجوے
ہم پوست سگے کشیدہ بر روے
چوں سگ ہمہ در دوال مانده
چوں بوزنہ در جوال مانده
تا چند رہ سگی سپردن
یا بوزنہ را انگشت بردن
مشتے دگلاں دوگلہ پوشاں
قربو قربو زناں و جوشاں

[۱] یہ لفظ نسخۂ منقول عنہ میں [illegible] ۱۲

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد   رو ترش چوں سرکۂ تماج شوے

ہر ہمہ دندانِ خرد بے خرد   وز ترش خوئی ہمہ تماج روے

(صفحہ ۹۳-۹۵)   موش خوارانِ دوندہ موش وار

گشتہ صحرا پُر ز مشتے موش خوار

گندہ دہنان وگندگی دوست   ہر کہ با ایشاں معاذ اللہ نشست   مائدہ شاں از خورشِ زشت قے

خوکی و سگی کشیدہ در پوست   قے کند در ساعتے از بوی زشت   واں کہ ببیند قیش آید بہ پے

تینوں جگہ ایک ہی قوم کی ہجو ہے۔ شاعرانہ تخیل نے ایک نفرت انگیز تصویر کے خط و خال ہر جگہ یکساں طور پر کھینچے ہیں۔ جس طرح ایک ظریف مصور کسی شخص کی مضحکہ انگیز تصویر بناتے وقت اُس شخص کی مشابہتِ تامّہ قایم رکھتا ہے، اسی طرح ایک باکمال شاعر محبت و نفرت کے جذبات سے متاثر ہو کر جو تصویر پیش کرتا ہے وہ اصلیت سے متغائر نہیں ہوتی۔ البتہ اس کے وارداتِ قلبی کے لحاظ سے یہ تصویر کبھی دلکش اور کبھی نفرت انگیز ہوتی ہے۔

خسرو نے مغلوں کی تصویر جس طرح کھینچی ہے اس سے شاعر کی انتہائی دلی نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اُن کی جن جن چیزوں کو استہزا کے لیے منتخب کیا ہے وہ واقعی ہیں محض قیاسی نہیں ہیں اور اُن جزئیات کو ملا کر جو اس غرض کے لیے انتخاب کی گئی ہیں ہمارے ذہن میں مُغلوں کی ایک ایسی تصویر پیدا ہو جاتی ہے جو جذبات کا حجاب اُٹھا دینے کے بعد بھی مغلوں کی واقعی ہیئت سے مشابہت تامّہ رکھتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی نیلی آنکھیں، چپٹی ناک، پھیلے نتھنے، چوڑا تمتماتا چہرہ، ڈاڑھی کے دو چار بال

موئے زبنی شدہ برلب فراز
سبلتِ شاں گشتہ بغایت دراز
ریش نہ پیرامنِ چاہِ زنخ
سبزہ کجا بر دمد از روئے تخ
گرد زنخ شاں زمحاسن کنار
اہلِ زنخ را بمحاسن چہ کار
سبلتِ چوں سیخ چو تماج روی
رشتہ ہیں نعمتِ شاں در گلوے

ریش نے در روئے شاں حلقۂ زنخ
آمدہ بہرِ زدن از کوہ و شخ
گر نہادہ سبلتانِ گندہ را
وام دادہ ریشِ اہلِ خندہ را

یک مونہ بریش تا بخندند
گوئی کہ یگاں یگاں بخندند
سبلت عیان و ریش گندہ
مخصوص برائے ریش خندہ

زشت تر از زنگ شدہ بوئے شاں
پست تر از پشت شدہ روئے شاں
چہرۂ شاں دبۂ نم یافتہ
جائے بجا کنجلک وخم یافتہ

چہرۂ شاں اسیرِ غوری پہن
ہم بہ پہنائے سپر دورِ دہن

روئے چو آتش کلہ از پشم میش
آتشِ سوزاں شدہ با پشم خویش

روے ہمچوں آتش و سر ہمچو دیگ
ماندہ از مردار خواراں دہ دیگ

تفسیدہ زخشم ہمچو تابہ
رخِ سرخ چو پشتِ آفتابہ
آتش دیانِ سرد چوں آب
سوزان و جہاں چو کرم شبتاب
رو سرخ و حدیثِ زشت در کام
چوں طشت کہ آں بیفتد از بام

ادب کے شعبہاے لطیفہ میں مصنف اپنی کتاب کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر خیال کو تولتا اور کتاب کے تمام اجزا میں توازن و تناسب پیدا کرتا ہی۔ کتاب کا حُسن اسی تناسب کا نتیجہ ہی اور اسی تناسب میں فرق آجانے سے کتاب کے حُسن میں بھی فرق آجاتا ہی۔

مثنوی میں اس حُسن کا قایم رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہی۔ شاعری کے جملہ اصناف میں یہی صنف ایسی ہی جس میں ضخیم سے ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ لیکن جسقدر اس کا میدان وسیع ہی اُسی قدر اس کی مرحلہ پیمائی دشوار ہی۔ ہر قسم کے خیالات، جذبات اور واقعات پر قلم اُٹھانا پڑتا ہی اور شاعری کی تمام خصوصیات اور محاسن اس کی تکمیل اور آرایش میں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ شاعری کا جو کمال ہومر اور شکسپیر کے یہاں نظر آتا ہی اُس کا عکس ہماری شاعری میں سب سے زیادہ اسی صنف یعنی مثنوی میں ہوسکتا ہی۔ لیکن ذرا غور کرو کہ بے شمار مثنوی نگاروں میں کتنے ہیں جو اس معیار پر پورے اُترتے اور فردوسی و نظامی اور خسرو کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اگرچہ ہمارا یہ کہنا کسی دوسرے کے لیے بُرہان نہیں ہوسکتا کہ خسرو کی طبعزاد مثنویاں تناسب کے معیار پر پوری اُترتی اور ہمارے ذہن میں حُسن کا تصور پیدا کرتی ہیں، لیکن ہمیں یقین ہی کہ مذاقِ سلیم اور وجدانِ صحیح اس کتاب کے پڑھنے والوں کو خود اس نتیجہ کی طرف راہبری کریگا۔ ناظرین اس مثنوی کے پڑھتے وقت ان خیالات کو پیشِ نظر رکھیں اور خود اندازہ کریں کہ شاعر نے مختلف داستانوں کے باہمی ربط اور مختلف اجزا کے باہمی تناسب میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہی۔ جو عمارت اس نے ایک ایک لفظ چُنکر بنائی جو نقش و نگار

ٹھوڑی سے لٹکے ہوئے، لمبی لمبی موچھیں، گھٹا سر، کلۂ پشم سر پر رکھی، پر بوم بطور کلغی لگائے، دگلہ پہنے، نے بجاتے اور تاتاری زبان میں نعرے لگاتے۔ غرض یہ ساری باتیں واقعی ہیں البتہ شاعر نے ان سب کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھکران کی رشیخند کے لیے خواہ مخواہ ہر ایک کی طبیعت چاہتی ہے۔

سب سے اخیر میں ہم جس خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ "تناسب" ہے فنونِ لطیفہ میں (جس کے اندر شاعری بھی داخل ہے) "حسن" سب سے زیادہ تناسب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس طرح "تاج گنج" یا "الحمرا" کی دلکشی کا اندازہ محض ان کی پیمایشیں دیدینے سے نہیں ہو سکتا بلکہ اُن کے حُسن کا تصور نظارے کے ایک مجموعی اثر کا حاصل ہوتا ہے، اسی طرح کسی کتاب کے تناسب کا خیال کتاب کے مجموعی اثر پر موقوف ہے۔ یہ تناسب ایک طرف الفاظ کی موزونیت سے شروع ہوتا اور دوسری طرف خیالات کی مناسبت اور تمام اجزاے کتاب کی انفرادی اور اجتماعی خارجی اور داخلی موزونیت پر ختم ہوتا ہے۔ مصوّر اور نقاش تصویر یا نقوش بناتے وقت ایک طرف ہر ہر خط اور ہر ہر جزو کی موزونیت اور دوسری طرف اجزا کی باہمی تناسب کا خیال رکھتا ہے۔ بت تراش مجسّمہ تیار کرتے وقت چوٹی سے ایڑی تک پتھر کے ہر ہر مقام پر نظر رکھتا اور تمام حصص میں توازن و تناسب قایم کرتا ہے۔ معمار عمارت کی ہر ہر اینٹ موزونیت کے ساتھ رکھتا اور تمام عمارات کے حصّوں میں ایک مجموعی مناسبت قایم کرتا ہے۔ موسیقی کا ماہر ایک ایک سُر کو تول کر نکالتا اور نغمے کے مختلف اجزا میں پستی و بلندی قایم کر کے ایک مجموعی موزونیت پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح

تا بدو فرسنگ بہ پیرامنش　　روضۂ باغ وچمن گلشنش
(صفحہ ۳۳)

تا فلک از جون بدو دادہ آب

دجلہ رواں بر در بغداد آب　(صفحہ ۳۳)

دہلی میں اس زمانہ میں تین حصار تھے، دو پرانے، ایک نیا ؎

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام

وز دو جہاں یک نفس دہ سلام　(صفحہ ۲۸)

(۱) حصنِ برونیش ز عالم برون　　عالمِ بیرونش تحصن اندرون

(۲) حصنِ درونیش تو گوئی مگر　　چرخ بزیر ست وحصارش زبر

(۳) گفت حصارِ نوِ او را سپہر　　کاے فلکِ نو بکہن دار مہر

ملک ز در دازۂ او فتح باب　　سیزدہ دروازہ و صد فتح باب

ہر دم از اں قلعۂ مینو سرشت　　قلعۂ فیروزہ شدہ خشت خشت (صفحہ ۲۸-۲۹)

پہلے دو حصار میں ایک جو باہر کی طرف تھا غالباً قدیم دہلی کی شہر پناہ ہے اور حصار اندرونی شہر کا شاہی قلعہ۔ حصارِ نو سے غالباً حصارِ شہرِ نو واقع کیلوکھری مراد ہے۔ کیلوکھری کا محل وقوع دہلیِ کہنہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر شمال مشرق کی جانب جمنا کے غربی کنارے پر ہے۔ یہیں پر کیقباد نے ایک قصر تعمیر کیا تھا جس کی مفصل کیفیت قران السعدین میں بدیں عنوان لکھی ہے ؎

اس نے ایک ایک خیال لیکر کھینچے اور جو راگ اس نے ایک ایک حرف جوڑ کر پیدا کیا ہی اُن سے کہاں تک خسرو فنون لطیفہ کے بڑے اُستادوں کی صف میں جگہ پانے کا مستحق قرار پاتا ہی۔

(۳)

قران السّعدین کے بعض نسخوں پر اس مثنوی کا نام "مثنوی درصفتِ دہلی" لکھا ہوا پایا گیا ہی اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ مثنوی مذکور میں خسرو نے جہاں مختلف اشیاء کے "صفات" لکھے ہیں، وہاں دارالسّلطنت اور اُس کی مشہور عمارات وغیرہ کی توصیف بھی کی ہی۔

قران السعدین سے محققینِ آثارِ قدیمہ کو کیقباد کے عہد میں دہلی کے متعلق بعض مستند حالات معلوم ہو سکتے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

دہلی کو اس عہد میں قبۃ الاسلام کے لقب سے نامزد کیا جاتا تھا ؎

"قبّۂ اسلام شدہ در جہاں
بستۂ او قبۂ ہفت آسماں" (صفحہ ۲۹)

شہر پہاڑی پر آباد تھا اس کے گِرد دو میل تک باغ تھے اور دریاے جمنا اُس کے قریب آبیاری کرتا تھا ؎

شہر نہ بل بحر عجائب نما | بحر وے گشت بکوہ آشنا
زاں بدلِ کوہ گرفتہ قرار | تا کند اقلیمِ عدو سنگسار (صفحہ ۳۳)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہی کہ شہرِ نو جمنا کے قریب واقع تھا اور قصرِ نو دریا کے عین کنارے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کا عکس دریا میں پڑتا تھا۔ نیچے کا حصّہ اینٹوں سے بنا تھا، جس پر چونہ اور سفیدی ہو رہی تھی۔ اوپر کے حصّہ میں سنگِ سفید لگا تھا اس قصر کے ایک طرف جمنا تھی، اور دوسری طرف باغ تھا، جو بارگاہ سے اسقدر قریب تھا کہ درختوں کی شاخیں بارگہ کے اندر داخل ہوتی تھیں ؎

جا تنگہ بار شدہ بارگاہ

اس مصرع میں لفظ بار میں لطیف ایہام ہی۔ معنی مقصود یہ ہی کہ بارگاہ قرب باغ کے باعث شاخوں کے داخل ہونے کی وجہ سے پھلوں کے رکھنے کی جگہ ہو گئی ہی۔ معنی قریب جن کی طرف پہلی نظر میں ذہن منتقل ہوتا ہی یہ ہیں کہ "بارگاہ" دربار کی جگہ ہی۔ غرۃ الکمال میں بھی قصر معزی کی تعریف میں ایک چھوٹی سی مثنوی ہی جس کے چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہیں ؎

زہے فرخندہ قصرِ آسماں سائے | کہ ہست از رفعتش بر آسماں جائے
بروئے آب فردوسِ جہاں تاب | کجا فردوس خود باشد بریں آب
بآبِ جون دادہ صنعت دو لون | زمیں پوشیدہ ریشش لبِ جون
خیالِ قصر کاندر آب زد تاب | فلک را سرنگوں افگند در آب
نظیرے ایں چنیں قصرے محال ست | مگر در آب بینی داں خیال ست
زمینش مہ بلندی آسماں گیر | مبارک باد بر شاہِ جہاں گیر

صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب

کہ بود عرصۂ رفرف چو رفِ آں ایواں (صفحہ ۵۴)

ضروری اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

رفت بکلوکھری و داد عون | از مددِ دست چو دریای جون
قصر شد از فرشِ ارجمند | چون فلک از منزلتِ خود بلند
قصر نگویم کہ بہشتی فراخ | رو فتہ طوبی درِ او را بشاخ
بامِ سفیدش بفلک سودہ سر | گرد بخورشید سفیدیِ ابر
آئینہ گشتہ زگچِ صاف خشت | دید درا و صورتِ خود را بہشت
شکلِ ستونش بمقام ستاد | قصرِ ارم را شدہ ذات العماد
طرفہ عروسے شدہ آراستہ | آئینہ از آبِ رواں خواستہ
جون کز و گشت حبابے عیاں | قصر نمود از تہِ آبِ رواں
ہمچو دو آئینہ مقابل ز تاب | آب درو عکس نما او در آب
طاقِ بلندش بفلک گشت جفت | حاصلِ او شد فلک اندر نہفت
کنگرِ طاقش بزبانِ دراز | پیشِ فلک گفت سخنہای راز
سنگِ سفیدش کہ شدہ بر سپہر | آمدہ از مہر و شدہ ہم بمہر
یک طرفش آب و دگر سوی باغ | باغ و آبے زدہ سویش بلاغ
شاخ بہر بارگہِ کرن راہ | جائگہِ بار شدہ بارگاہ

(صفحہ ۵۴-۵۶)

(حاشیہ بر صفحہ)

مترشح ہی۔ "صفتِ قصرِ نو وشہرِ نو اندر لبِ آب" میں اُنھوں نے صرف قصر کی تعریف کی ہی اور اسی کو کیقباد کی طرف منسوب کیا ہی۔ "شہرِ نو" کے متعلق کچھ نہیں لکھا حالانکہ یہ امر بیّن ہی کہ اگر شہرِ نو میں قصر کے علاوہ کوئی حصّہ معز الدین کا تعمیر کیا ہوا ہوتا تو اس کا ذکر وہ ضرور کرتے۔ علاوہ ازیں کیقباد ۶۸۶ھ میں تخت پر بیٹھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اُس کا جلوس اوائل سال میں وقوع میں آیا (اور قرائن کا یہی تقاضا ہی) تو ذوالحجہ ۶۸۶ھ تک جبکہ بادشاہ دار السّلطنت سے روانہ ہو کر کیلوکھری قصرِ معزی کو گیا ہی کسی طرح نیا شہر بنا قیاس میں نہیں آسکتا۔ اسقدر قلیل مدّت صرف ایک عالی شان محل کی تعمیر کے لیے کافی ہی۔

قصر کی تعمیر کے بعد کیقباد کا اس کو اپنا دار السّلطنت قرار دینے لینا خود ظاہر کرتا ہی کہ شہرِ نو اس کے زمانہ میں اسقدر آباد تھا کہ فوراً دار السّلطنت بنا لینے میں کوئی دقّت نہیں ہوئی چنانچہ جب کیقباد کے بعد جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا تو اس نے اس مقام کو اپنا دار السّلطنت منتخب کر لینے میں کوئی دقت نہیں دیکھی۔ البتہ اس کے زمانے میں اس شہر کو ترقی حاصل ہوئی۔

دہلی کی عمارات اور آثار میں اس زمانے میں تین چیزیں امتیازِ خاص رکھتی ہیں مسجد جامع، منارۂ ماذنہ، اور حوضِ سلطانی۔ خسرو نے اور بھی جہاں کہیں دار السلطنت کی یاد کی ہی انھیں تین چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ شمار کیا ہی[۱]

[۱] مثلاً دیکھو مثنوی تحفۂ خط غرۃ الکمال بنام تاج الدین زاہد از آدرہ

معزالدیں کہ دنیا را بیاراست | زنامش دین و دنیا را بیاراست
شہنشاہ کیقباد آں افسرِ ملک | کہ چوں افسر برآمد بر سرِ ملک
خداداد ت در ایّامِ جوانی | ہمیں ملکے چو ملکِ جاودانی

بعض گزشتہ اور موجودہ مورّخین نے "شہر نو" کی تعمیر کو بھی غلطی سے معزالدین کیقباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ "شہر نو" اس نام سے کیلوکھری میں پہلے ہی سے آباد تھا۔ چنانچہ جلوسِ ناصری کے پندرھویں برس ۶۵۸ھ میں جس وقت ہلاکو خاں کے سفیر ناصرالدین محمود کے دربار میں پیش ہوئے اُس وقت (بقول صاحب طبقات ناصری جس نے یہ حالات چشم دید بیان کیے ہیں) دو لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار اور اہالیانِ دہلی کی بیس بیس صفیں در طرفہ "شہر نو" واقع کیلوکھری سے لیکر قصرِ شاہی واقع دہلی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سفرا شہرِ نو سے جانبِ دارالسلطنت روانہ ہوئے۔

"بقدرِ دو لک پیادہ تمام بحضرت آمد، و بقدرِ پنجاہ ہزار سوار آمادہ برگستوان و بیرق و تعبیہ ساختہ و خلق و عوامِ شہر از معارف و اوساط و ارذال چندان مرد از سوار و پیادہ بیروں رفت کہ از "شہرِ نو" کیلوکھری تا درونِ شہر کہ قصرِ سلطنت بود بیست صفِ مرد پُشت بہ پُشت چوں باغ فراہم یافتہ کتف بر کتف نہادہ صف در صف ایستادہ . . . . . چوں رُسلِ ترکستاں از در "شہرِ نو" برنشستند الخ"

اِس کا بہترین ثبوت کہ شہرِ نو کی بنیاد کیقباد نے نہیں ڈالی خود خسرو کے بیان سے

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منارہ ماذنہ تھا۔

بعض محققینِ آثار کو (جن کی نظر سے غالباً یہ اشعار نہیں گزرے) اس سے انکار ہے۔ لیکن خسرو کا بیان سندِ قطعی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ کی گنجایش نہیں۔ فیروزشاہ تغلق کے زمانے میں منارۂ مذکور میں بجلی گرنے سے خلل آگیا تھا اور اُس نے اوپر کے حصّہ میں بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کی، لیکن خسرو کے زمانے میں یہ منارہ اصلی حالت میں موجود تھا۔ اور ابن بطوطہ نے بھی ترمیم مذکور سے کچھ ہی دن پہلے محمد تغلق کے عہد میں اس منارہ کو دیکھا تھا۔ خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ منارۂ مذکور کے اوپر چتر (یا قبہ) بنا ہوا تھا جس کا اوپر کا حصّہ سونے کا تھا۔ ابن بطوطہ کی اس مینار اور چتر کے متعلق حسب ذیل عبارت ہے:

"یہ مینار سُرخ پتّھر کا بنا ہوا ہے۔ حالانکہ مسجد سفید پتّھر کی ہے۔ مینار کے پتّھروں پر نقش کندہ ہیں اور اُن کا اوپر کا چتر خالص مرمر کا ہے اور لٹّو زرِ خالص کے ہیں۔"

خسرو اور ابن بطوطہ کے بیانات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ منارۂ مذکور بحالتِ اصلی محض سُرخ پتھر کا تھا، جس کے اوپر ایک سنگِ مرمر کا چتر تھا اور چتر کے لٹّو اور کلس (غالباً) سونے کے تھے۔ افسوس ہے کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے خسرو نے کہیں اسکے متعلق کنایۃً بھی ذکر نہیں کیا کہ اُس زمانے میں مینار مذکور کے کتنے درجے تھے۔

حوضِ سُلطانی کے متعلق ؎

مسجد جامع کے متعلق حسب ذیل اشعار قابلِ غور ہیں ؎

غلغلِ تسبیح بگنبد درون | رفتہ زرنہ گنبدِ والا بروں
گنبدِ او سلسلہ پیوند راز | سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز
در تہ سقفش زسما تا زمیں | نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہی کہ اس زمانے میں مسجد مذکورہ میں نو گنبد تھے مسجد کی چھت کے نیچے جا بجا ستون قایم تھے ؎

در تہ سقفش زسما تا زمیں | نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں

یہ وہی ستون تھے جو مسجد مذکورہ کی تعمیر سے پہلے رائے پتھورا کے مندر میں لگے ہوئے تھے ان میں سے کچھ ستون اس وقت بھی موجود ہیں اور مسجد مذکور کا محل وقوع بتاتے ہیں

منارہ کے متعلق ؎

شکلِ منارہ چو ستونے زسنگ | از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ
آں کہ زرز بر سرش افسر شدہ است | سنگ زنزدیکیِ خور زر شدہ است
سنگِ وے از بس کہ بخورشید سود | زد زرِ خورشید عیارے نمود
سنجر سنگیں کہ ستونِ سپہر | آمدہ از مہر و شدہ ہم بمہر
از پئے بر رفتنِ ہفت آسماں | کرد زمیں تا بفلک نردبان
گرد سرش کرد موذن چو گشت | قامتش از مسجدِ عیسےٰ گذشت
موذنش آں جا کہ اقامت کشید | قامت موذن نتواند رسید (صفحہ ۳۱)

التمش کا چبوترہ موجود تھا۔

اس مثنوی میں خسرو نے علاوہ دہلی کے خاص اُس کے مضافات وحوالی کا بھی ذکر کیا ہے۔

کیقباد اپنے لشکر کے ساتھ دارالسلطنت سے روانہ ہو کر سیری میں خیمہ زن ہوا

کوکبۂ زیں نمط انجم شمار　　رفت بروں باعلم شہریار

نصب شد اعلام مبارک اُصول　　گرد سراپردہ بسیری نزول

بارگہِ شاہ دراں بوستاں　　روئے ظفر داشت بہندوستاں (صفحہ ۵۱)

بارگہِ خاص بسیری رسید　　سبزۂ تر بر سرِ سبزی رسید

دائرۂ خیمہ بسیری قطار　　ابر فرود آمدہ در مرغزار

بس کہ دراں گلشنِ مینونشاں　　شاہ شد از ابرِ کرم دُر فشاں

ہر کہ دریں سبزہ نظر در گرفت　　قطرہ طلب کرد و گہر بر گرفت (صفحہ ۵۲)

اِن اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں "سیری" سبزہ زار تھا۔ کوئی تیرہ یا چودہ برس بعد علاءالدین نے حملۂ مغل کے وقت دہلی سے نکلکر اسی میدان میں جنگ کی تھی اور فتحمند ہونے پر بطور فالِ نیک اپنے دارالسلطنت کے لیے اس موقع کو انتخاب کیا تھا۔ اس کے جانشین کیقباد نے حصار و عماراتِ سیری کی تکمیل کی۔ اور اس کا نام "دارالخلافہ" رکھا۔ یہ حالات مفصّل طور پر امیر خسرو نے مثنوی نہ سپہر میں لکھے ہیں

حوالی شہر میں تلپٹ، اندپٹ اور افغان پور کا بھی ذکر کیا ہے۔

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ — آبِ گہر صفوت و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در سدِ کوہ آئینۂ زآبِ حیات
شہر گراز وے نبود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش
در تہِ آبش ز صفا ریگِ خرد — کور تواند بدلِ شب شمرد
سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد — کوہ تبر دامنے اقرار کرد
چوں مد و جزر ش ز نشیب و فراز — زآب زکوہ آمدہ ورفتہ باز
چوترہ و قصر بلندش در آب — گشت ازاں ساغرِ صافی حباب
رود بسے زو شدہ تا آبِ جون — جوّں زپئے آب از و جستہ عون
گرد وے از اہلِ تماشا گروہ — دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ (صفحہ ۳۱۔۳۲)

اِن اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حوض جس کو سلطان التمش نے (۶۲۷ھ ۱۲۲۹ء میں) تعمیر کیا تھا دو پہاڑوں کے بیچ میں واقع تھا اور اس کی جبیں دامان کوہ سے ٹکراتی تھیں تمام شہر کو میٹھا پانی یہیں سے دستیاب ہوتا تھا۔ دریاے جمنا سے اُس حوض تک بہت سے نالے نکالے گئے تھے۔ پانی ایسا صاف شفّاف تھا کہ تہ کی ریگ دکھائی دیتی تھی۔ بیچ حوض میں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر ایک عمارت بھی قایم تھی۔ شہر کے لوگ تفریح طبع کے لیے یہاں آتے اور دامنِ کوہ پر خیمہ زن ہوتے تھے۔

علاء الدین کے زمانہ میں اس حوض کی مرمّت ہوئی تھی اور بیچ میں ایک خوشنما گنبد تعمیر کرا دیا گیا تھا۔ قران السعدین کے بیان سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس گنبد سے پہلے

میمنہ بر تلپتہ زد یکسرہ — بود میان اندپتہ میسرہ

پیل گراں سنگ بہ بہاپور بود — قلب چو دریاش درآمد بجود

پیش بہاپور بعقد رسہ میل — سنگ گراں سر شدہ از پای پیل (صفحہ ۵۲)

لشکر شاہی کا سیدھا بازو تلپٹ میں، الٹا اندپت میں اور بہاپور میں قلب لشکر تھا۔ اندپت (اندر یا اندر پرست) کا محل وقوع دہلی کہنہ سے ساڑھے ۱ میل شمال مشرق کی طرف ہی جہاں فی زمانا پرانا قلعہ یا قلعہ دین پناہ ہمایوں بنا ہوا ہی۔

تلپٹ کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہی وہ لکھتا ہی کہ "تلپٹ دہلی سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ہی"۔ اب بھی اس نام کا ایک پرانا گاؤں متھرا کی سڑک کے پاس ضلع دہلی میں دہلی سے کوئی تیرہ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہی۔ اس زمانے کی تاریخوں میں اس کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہی۔ دہلی سے پورب کو آتے جاتے جمنا کو پار کرتے وقت یہ مقام ملتا ہی۔

بہاپور، اس کا محل وقوع خسرو کے بیان سے اس طرح تحقیق ہوتا ہی کہ وہ اندپت اور تلپٹ کے بیچ میں تھا۔ بدایونی نے دو جگہ اس کا ذکر کیا ہی۔ ایک تو اس موقع پر جب کیقباد کے مرنے سے پہلے جلال الدین خلجی نے شمس الدین کیکاؤس کو (جسے اہالی دہلی نے تخت نشین کر دیا تھا) بہارپور میں جہاں جلال الدین خود مقیم تھا نظربند کر لیا۔ اور دوسرے اس موقع پر جب کیقباد کے قتل ہونے کے بعد بہاپور میں کیکاؤس کو تخت نشین کیا گیا۔

"شہر نو" (کلوکھری) روانہ ہو کر بادشاہ نے پہلی منزل حدود تلپٹ و افغان پور

میں کی ہے

کوچ سپہ کردشہ از شہرِ نو
دادجہاں را ز ظفر بہرِ نو

منزلِ اوّل کہ شد از شہر دُور
بود حدِ تلپت و افغان پور

یافت سراپردہ در آن جا مقام
دشت در آمد ز پئے ستنہادام (صفحہ ۸۹)

افغان پور کا محل وقوع بدایونی نے تغلق آباد سے تین کوس بیان کیا ہے یہیں پر بنگال سے واپس ہوتے ہوئے محمد تغلق نے اپنے باپ غیاث الدین تغلق کا اُس محل میں استقبال کیا تھا جو غیاث الدین پر گر کر اُس کی موت کا موجب ہوا۔

(دیکھو ابن بطوطہ اور بدایونی)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان پور تغلق آباد سے تین کوس مشرق کی طرف واقع تھا جو جمنا کو عبور کرنے کے بعد تغلق آباد کے راستہ میں پڑتا تھا۔

اِن مضافات کے محل وقوع کو سمجھنے کے لیے ہم جداگانہ ایک سرسری خاکہ اُس وقت کی دہلی کا دیتے ہیں۔ (دیکھو نقشہ مقابل صفحۂ ہذا)

(۴)

قران السّعدین کا سلسلۂ تواریخ و شہور و سنین

خسرو نے قران السّعدین میں کیقباد کی تخت نشینی کا سال ۶۸۶ھ بیان کیا ہے۔ لیکن خلافِ عادت جلوس کی تاریخ اور مہینہ نہیں دیا۔ دوسری مثنویوں مثلاً نہ سپہر، فتح الفتوح تغلق نامہ وغیرہ میں وہ نہ صرف تاریخ اور دن دیتے ہیں بلکہ ساعت اور زائچہ

نقشہ دہلی قدیم مع مضافات بعہد معزالدین کیقباد (سنہ ۶۸۶-۶۸۹ھ)



(۳) بنابریں باقی مثنوی کے تمام واقعات ذو القعدہ ۶۸۵ھ اور جلوس کیقباد ۶۸۶ھ کے مابین ہوئے۔

(۴) بادشاہ اخیر ذی الحجہ میں دہلی سے کلوکھری گیا تھا، اور وسط ربیع الاوّل میں لشکر کی روانگی جانب اَوَدھ ہوئی تھی۔

اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ دار السلطنت سے کیقباد ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں اور لشکر وسط ربیع الاوّل ۶۸۷ھ میں روانہ ہوا۔

(۵) جیسا کہ اُنھوں نے منظوم خط میں بیان کیا ہی دو مہینے کے سفر کے بعد لشکر اَوَدھ پہنچا۔ اس حساب سے لشکر کا پہنچنا وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں ہوا یہی مہینہ قران السّعدین کے خاص واقعہ یعنی ملاقات کا سمجھنا چاہیئے۔

قران السعدین میں ملاقات کے طالع و وقت وغیرہ کے بیان میں (دیکھو صفحہ ۱۶۷) حسب ذیل شعر بھی درج ہے۔

تیرہ شبے دمہِ گردوں بخواب
(صفحہ ۱۶۸)
ماہِ زمیں منتظرِ آفتاب

اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ واقعہ اخیر جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں وقوع میں آیا۔

(۶) میں جلوسِ کیقباد کی تاریخ ۶۸۶ھ کے نصف اوّل میں قرار دیتا ہوں اس لیے کہ ذی الحجہ ۶۸۶ھ سے پہلے قصرِ شاہی کلوکھری میں تعمیر ہو چکا تھا اور ناصر الدین محمود بلبن کی وفات اور کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر لکھنوتی (بنگال) سے

تک بیان کر دیتے ہیں۔ مثنوی کے واقعات کے متعلق بجز دو مقامات کے اُنھوں نے کہیں پر سنہ نہیں دیا۔ حالانکہ بعض جگہ مہینوں کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ واقعات کے ساتھ موسموں اور فصلوں کی کیفیت بیان کی ہے۔

سال جلوس کے علاوہ جو دوسرا سنہ اُنھوں نے بیان کیا ہے وہ مثنوی کے ختم ہونے کی تاریخ یعنی رمضان ۶۸۶ھ ہے ؎

ساختہ گشت از روشِ خامۂ　　　از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ

در رمضاں شد بسعادت تمام　　　یافت قراں نامۂ سعدین نام

آنچہ بتاریخ زہجرت گزشت　　　بود سنہ شش صد ہشتاد و ہشت ۶۸۸ (صفحہ ۲۳۰)

دوسرے واقعات کی تاریخ کا سلسلہ اسی تاریخ کے ذریعہ سے اس طرح قائم ہوتا ہے۔

(۱) خسرو نے یہ مثنوی اَودھ سے لوٹ کر رمضان ۶۸۶ھ میں چھ مہینے کی محنت کے بعد لکھی۔

(۲) اُن کا دھلی پہنچنا ماہِ ذیقعدہ میں ہوا ؎

ہمچو مہِ عید خوش و شاد بہر

در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر (صفحہ ۲۲۲)

مثنوی کی تصنیف میں جو چھ مہینے صرف ہوئے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے اس مہینے سے ذو القعدہ ۶۸۵ھ مقصود ہے۔

ایک ماہ کے سفر کے بعد خسروؔ اَوَدھ سے دہلی واپس ہوئے ؎

یک مہِ کامل بہ کشیدم عناں
راہ چنیں بود و کشش آں چناں (صفحہ ۲۲۲)

اب اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ جمادی الاولی ۶۸۶ھ ہی میں اَوَدھ پہنچ گئے تھے اور اخیر شوال ۶۸۷ھ میں وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو اُن کے قیام اَوَدھ کی مدت زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے ہوتی ہے۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی صورت حسب ذیل ہے۔

جیسا کہ خسرو نے دیباچۂ غرۃ الکمال میں بیان کیا ہے کیقباد کی تخت نشینی کے وقت اُنھوں نے عزلت نشینی ترک کر کے حاتم خاں خان جہاں کی ملازمت اختیار کرلی تھی۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جس وقت کیقباد نے اَوَدھ سے مراجعت کرتے ہوئے خان جہاں کو اقطاع اَوَدھ حوالہ کئے تو خسرو خان جہاں کے ساتھ سابق تعلق کی بنا پر اَوَدھ جانے پر مجبور ہوگئے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ جلوس معزی اوائل ۶۸۶ھ کے وقت سے خان جہاں اَوَدھ میں تھا، تو خسرو کا تقریباً دو سال تک اَوَدھ رہنا ثابت ہوجاتا ہے۔ اگرچہ یہ امر مسلّم ہے کہ وہ اخیر دفعہ دہلی واپس آنے سے آٹھ مہینے پہلے ممکن ہے کہ محض چند روز کے لئے دہلی آئے ہوئے تھے۔

چلکر اَوَدھ پر لشکر کشی کر چکا تھا۔ ان واقعات کے لیے میرے خیال میں کئی مہینے درکار ہیں۔

اِس مثنوی میں خود اپنے متعلق امیر خسرو کا بیان غور طلب ہے وہ لکھتے ہیں کہ وہ دربار معزی میں باریاب ہونے سے پیشتر اَوَدھ میں چھ مہینے رہے ؎

باعَلَمِ فتح دراں راہِ دور | سایہ فشاں شد بحدِ کنتپور
خان جہاں حاتمِ مفلس نواز | گشت باقطاعِ اَوَدھ سرفراز
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں | کرد کرم زانچہ بُد بیش ازاں
در اَوَدھم بُرد بہ لطفے چناں | کیست کہ از لطف تباید عناں
غربت از احسانش چنانم گذشت | رکم وطنِ اصل فراموش گشت
در اَوَدھ از بخششِ او تا دو سال | ہیچ غم و نالہ نبود از ملال
من زپئے شرمِ خداوندِ خویش | رفتہ زجائے خود و پیوندِ خویش (صفحہ ۲۲۱)

اس بیان سے ظاہرا یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ دو برس تک مسلسل دہلی سے جدا اَوَدھ میں خان جہاں کے ساتھ رہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ جیسا کہ اُس منظوم خط سے جس کے اشعار اوپر نقل کیے جا چکے ہیں معلوم ہوگا وہ ربیع الاول ۶۸۷ھ میں لشکر شاہی کے ہمراہ دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے ذی الحجہ ۶۸۷ھ میں دہلی واپس آگئے تھے۔ لشکر شاہی دو مہینے کی مسافت کے بعد وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں اَوَدھ پہنچا اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے

امیر خورد اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ نظام الدین حضرت شیخ فریدالدین کے مرید ہو کر دہلی تشریف لائے ہیں وہ امیر خسرو کے نانا راوِ عرض (عماد الملک) کے مکان میں دو برس تک مقیم رہے (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۸)

یہ زمانہ امیر خسرو کی آغازِ شاعری کا تھا۔ جو نظم لکھتے تھے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے چنانچہ خسرو نے طرز صفاہانیان پر غزلسرائی شیخ کی فرمایش سے شروع کی تھی (سیر الاولیا صفحہ ۳۰۱)

الغرض یہ گمان تو صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس مثنوی یا اس پہلی مثنویوں میں مدح شیخ کا موجود نہ ہونا عدم تعلقات کا اظہار کرتا ہے لیکن اس فروگزاشت کی کوئی نہایت قوی وجہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتی یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ خمسہ کا آغاز شیخ کی بشارتِ روحانی سے ہوا تھا (دیکھو مطلع الانوار خلوت سوم) سب سے پہلے منقبت شیخ کا التزام کرنے کا خیال اسی وقت سے پیدا ہوا اور چونکہ خسرو کا وفورِ عقیدت اور رسوخ روز افزوں ترقی کرتا رہا اس لیے یہ التزام اخیر تک قایم رہا۔

(۶)

مثنوی قران السعدین کا ایک شعر تاریخی دلچسپی رکھتا ہے۔ خسرو نے کشتی کی تعریف میں لکھا ہے ؎

ماہِ نوی کاصلِ وے از سال خاست
گشت یکے ماہ بدہ سال راست (صفحہ ۱۴۵)

(۵)

خسرو کی اکثر مثنویوں میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد سلطان المشایخ حضرت شیخ نظام الدینؒ کی تعریف ہوتی ہی۔ خمسہ کی تمام مثنویوں اور عشیقہ اور نہ سپہر میں یہ التزام ہی۔ تغلق نامے کا ابتدائی حصّہ موجود نہیں ہی۔ اُس میں بھی اغلباً مدح شیخ ہو گی۔ خمسہ سے پہلے کی مثنویوں میں البتہ یہ التزام نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ قرآن السّعدین میں شیخ کی مدح موجود نہیں ہی۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہی کہ قران السعدین اور اُس سے پہلی مثنویوں کی تصنیف کے وقت خسرو کے تعلقات شیخ رحمۃ اللہ سے پیدا نہیں ہوئے تھے؟

یہ قیاس واقعات کے قطعاً خلاف ہی۔ تحفۃ الصغر میں جو امیر کا پہلا دیوان ہی اور جس میں بیس برس تک کا کلام پایا جاتا ہی، شیخ کی تعریف میں ایک نہایت عمدہ ترکیب بند اور رباعیات اور قطعات موجود ہیں۔ وسط الحیوٰۃ میں بھی مدحِ شیخ میں قصائد وغیرہ ہیں۔

علاوہ اس داخلی سند کے معتبر ترین تاریخی شواہد سے بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہی کہ شیخ کے ساتھ امیر خسرو کے تعلقات کی ابتدا عنفوانِ شباب سے ہوئی اس بارے میں سب سے زیادہ قابلِ وثوق بیانات سیر الاولیاء کے مصنّف سید محمّد مبارک کرمانی (المعروف بہ امیر خورد) کے ہیں جو تقریباً معاصر مورخ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے آباؤ اجداد کے حضرت شیخ اور امیر خسرو کے ساتھ نہایت گہرے مخلصانہ اور معتقدانہ تعلقات تھے۔

اُن کو تبدیل کرنے میں حصہ لیا۔ تاریخ جہاں ایک طرف بڑے آدمی بناتی ہے وہاں دوسری طرف بڑے آدمی تاریخ بناتے ہیں۔

خسرو دونوں لحاظ سے ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ اس دور کے صحیح نمائندہ ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کی تاریخ پر اُن کا گہرا اثر پڑا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمی اچھے ستاروں کے اجتماع کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ خسرو نے بھی کسی ایسی ہی گھڑی جنم لیا تھا۔ جس عہد میں پیدا ہوئے اُس کی "ترکیب ثلاثہ" اپنے ساتھ لیے ہوئے آئے اور اُن کی شاعری تمام آبائی قومی اور ملکی اثرات سے مل کر پیدا ہوئی۔ اُن کے باپ خالص ترک تھے، لیکن اُن کی ماں عماد الملک راوت کی بیٹی اور نسلاً ہندی تھیں۔ اُن کے باپ کا سایہ صغر سنی ہی میں اُن کے سر سے اُٹھ گیا اور انھوں نے اپنی ماں کی گود اور نانا کی سرپرستی میں نشوونما پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری سراسر ایسے جذبات اور خیالات سے معمور ہے جنھیں وطن اور گھر کے اثرات کے علاوہ ماں کی جانب سے ورثۂ طبعی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اُنکی آبائی زبان ترکی تھی اور قومی اور علمی زبان فارسی، جو اُس عہد میں ہندوستان کے مسلمانوں میں مشترک زبان کے طور پر بولی اور لکھی جاتی تھی، لیکن خسروؔ کی مادری زبان ہندوستانی تھی، جسے وہ اسقدر عزیز رکھتے اور وقتاً فوقتاً اپنے شاعرانہ جذبات کے اظہار کا آلہ بناتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کی شاعری بحیثیتِ مجموعی ہندوستان کے اُس دلچسپ دور کا آئینہ ہے جس وقت

کہتے ہیں کہ جس وقت مولنا جامی نے اس شعر کو دیکھا تو انھیں سال اور ماہ کے معنی سمجھنے میں بہت کچھ تردد ہوا۔ بالآخر انھوں نے اس شعر کی تفسیر میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور بحث کا خاتمہ اس پر کیا کہ :-

"چیزے خواستہ کہ بزبانِ ہند مخصوص باشد"

نفائس المآثر کا مصنف کہتا ہی کہ جب سلطان حسین مرزا کے زمانے میں شیخ جمالی دہلوی خراسان گئے تو اُن کی ملاقات مولانا جامی سے بھی ہوئی۔ مولانا نے اس شعر کے معنی شیخ سے دریافت کیے تو شیخ نے کہا کہ "سال" دراصل ایک لکڑی کا نام ہی جس سے ہندوستان میں کشتی بنائی جاتی ہی[1]۔

خسرو نے اور بھی جا بجا ہندی الفاظ کا آزادی سے اپنے یہاں استعمال کیا ہی اور اُن سے طرح طرح کے لطایف اور صنایع و بدایع پیدا کیے ہیں بالخصوص اس قسم کے الفاظ سے بکثرت مفید ایہام نکالے ہیں[2]۔

یہ قصّہ ہمیں خسرو کی شاعری کی ایک اہم اور سبق آموز خصوصیت یاد دلاتا ہی جس کو یہاں مختصر طور پر بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہی۔

دنیا کے بڑے آدمیوں کے حالات کا مُطالعہ کرتے وقت (خواہ وہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں) یہ دیکھا جاتا ہی کہ کہاں تک وہ اپنے حالات ماحول کا ماحصل تھے اور کس حد تک اُنھوں نے بذاتِ خود گرد و پیش کے حالات پر اثر ڈالنے اور

[1] یہ تمام قصّہ ہفت آسمان میں لکھا ہی (دیکھو صفحہ ۲)، [2] مثلاً خزائن الفتوح میں ہندی اسما اور اعلام کو تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے اس قسم کی پُر لطف صنعتوں کا استعمال کیا ہی۔۱۲

سمجھ کر "قران السعدین" قرار دیا اسی طرح ملک کا پریشان شیرازہ آپس کی محبت سے یکجا ہو سکتا ہے۔ اُس وقت کے لیے قران السّعدین سے خسروؔ کی یہ غزل بطور "پیامِ اُمید" سُن رکھنی چاہیے۔ جن سچے اور پاکیزہ انسانی جذبات کی ان اشعار میں ترجمانی کی گئی ہے اُن کی صحیح قدر اُسی وقت ہو سکتی ہے جب ہم اُن سے اخوّت و یگانگت کو مضبوط کرنے اور محبت و رواداری کو ترقی دینے میں مدد لیں، جس کے ساتھ مستقبل وطن کی اُمیدیں وابستہ ہیں ؎

خرّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد ۔۔۔ آرزومند نگارے بہ نگارے برسد

دیدہ بر رہ پے چو گُل بندد و نبود خبرش ۔۔۔ گرچہ در دیدہ ز نوکِ مژہ خارے برسد

لذّتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند ۔۔۔ جانِ بیکار شدہ باز بکارے برسد

گرچہ در دیدہ کشد ہیچ غبارش نبود ۔۔۔ ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد

لذّتِ وصل نداند مگر آں سوختہ ۔۔۔ کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد

قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر ۔۔۔ کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد

خسروا یار تو گرمی نرسد خود می پوے
بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ آرے برسد
(صفحہ ۱۹۲)

سیّد حسن برنی

(کاتب: [illegible])

ملک کے مختلف عناصر میں امتزاج و اختلاط ہو رہا تھا اور اہلِ ملک کے لیے زبان، جذبات، اور خیالات کی آمیزش اور موافقت کی شاہراہ تیار ہو رہی تھی۔

ملک کی اس مشترک تہذیب کی ترقی میں خسرو کا خاص حصّہ ہے۔ وہ وطن کی محبّت کو ایمان سمجھتے تھے اس حق کو اُنھوں نے خوب ادا کیا ہے اور حب الوطنی کے جذبات کو ہر طرح مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح خیالات اور زبان کی آمیزش سے مشترک زبان کی بنیادیں جمانے اور اتحادِ خیالات پیدا کرنے میں جو حصّہ لیا ہے وہ کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔

جو سوت آج سے سات سو برس پہلے پہیلیاں اور گیت ہو کر پھوٹا تھا وہ آج سمندر ہو گیا ہے اور اس برِاعظم کی تسخیر کے لیے موجیں مار رہا ہے۔ جو سُریلے راگ مسعود سعد سلمان اور خسرو نے ملکی زبان میں نکالے تھے وہ میر اور غالب، درد اور سودا، انیس اور میر حسن کے چہچہے بن گئے ہیں۔ جو آواز اس ہندوستانی شاعر نے ملک کی حمایت اور محبّت میں بلند کی تھی وہ آج تمام ملک کی صدا ہو گئی ہے اور آوازِ بازگشت کے طور پر حالی اور اقبال کے دلکش نغموں میں سنائی دیتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو تاریخ کے صحیح رجحانات کو پہچانتا اور اُن کی تائید اور ترقی میں ساعی ہو کر بعد کی نسلوں میں اپنا نام ہمیشہ کے لیے نیکی اور محبّت کے ساتھ یاد کیے جانے کے واسطے چھوڑ جاتا ہے۔

آؤ اس تمہید کو ختم کرنے سے پہلے مثنوی قران السعدین کے اخلاقی نتیجہ پر غور کریں۔ جس طرح باپ اور بیٹے میں اختلاف کے بعد صُلح ہو گئی جسے شاعر نے مبارک

مُقَدَّمَہ

مثنوی قران السعدین خسروؒ

نوشتہ

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم

نقطۂ ہر حرف بزیبِ ترین
مردمکِ چشمِ معانی نقیں
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع
لیک گزشتہ ز سمٰوتِ سبع
(از مثنوی قران السعدین)

(محبوب)

فہرست مضامین

مقدمہ

قران السعدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقَدَّمہ

تقریبِ نظم و وجہِ تسمیہ

امیر خسروؒ دہلوی کی مثنویات میں یہ سب سے پہلی مثنوی ہے جس میں سلطان معزالدین کیقباد اور اُس کے باپ کی ملاقات کا قصّہ خود سلطانِ موصوف کے حکم سے ۶۸۸ھ میں امیر صاحب نے نظم کیا۔ اور مضمون کی مناسبت سے اس کا نام قِرَان السعدین رکھا۔

لفظ قِران کے لُغوی معنی تو اِتّصال یا ملاپ کے ہیں مگر نجوم کی اصطلاح میں آفتاب کے سوا باقی سیّاروں میں سے دو سیّاروں کا ایک جا نظر آنا اُن کا قِران کہلاتا ہے اور مشتریؔ زہرہ کو اہلِ تنجیم سعدِ اکبر و سعدِ اصغر سمجھتے ہیں اس لیے اِن دونوں کے قِران کو قِران السعدین کہتے ہیں۔ تو شاعر نے دو بادشاہوں کی ملاقات کو کہ مُلک و ملت کے لیے موجبِ سعادت تھی تشبیہاً قِران السعدین



(۴) سلطان علاء الدین بن مسعود بن رکن الدین فیروز ۶۴۰ھ

(۵) سلطان ناصر الدین محمود بن التمش ۶۴۴ھ

سلطان غیاث الدین بلبن

بلبن بندگانِ شمسی میں سے تھا۔ اس نے اپنی قابلیت سے اعلیٰ مناصب پائے۔ اور سلطان شمس الدین کی دامادی کا فخر بھی حاصل تھا۔ اصل و نسب کے لحاظ سے وہ تُرکِ افراسیانی تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود بن التمش کے عہد میں بیس سال تک وزیرِ سلطنت رہا۔ اور اس سلطان کی وفات کے بعد ۶۶۴ھ میں وہی ملک و سلطنت کا وارث ہوا۔

غیاث الدین کے دو بیٹے تھے :-

بڑا سلطان محمود خاں المخاطب بہ قاآن ملک یہ ولی عہد سلطنت بھی تھا اور مغول چنگیزی کی یورش روکنے کیلیے اقطاع ملتان و سندھ کی حکمرانی اُس کے سپرد کی گئی تھی۔

چھوٹا بیٹا بغرا خاں تھا جو اقطاع سامانہ و سنام کی حکومت پر متعین تھا۔

قِران السعدین کے دو ستیاروں میں سے ایک بغرا خاں ہے۔ لہذا اس کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے۔

سلطان ناصر الدین بغرا خاں

عہد بلبنی میں لکھنوتی دار الصّدر بنگال کا حاکم طغرل باغی ہو کر خود مختار بن بیٹھا تو سلطان بلبن ایک

لہ سلطان غیاث الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ ماں کی طرف سے سلطان شمس الدین التمش و قطب الدین ایبک تک پہنچتا ہے ۱۲

۲ہ فی الحال ریاست پٹیالہ ملک پنجاب کے علاقے شرح صدر شامل ہیں ۱۲ ۳ہ شرقی بنگال میں ایک شہر تھا جو مدت تک حکام و سلاطین بنگال کا دارالسلطنت رہا۔ اب اُس کے کھنڈر پرانی آبادی کی یادگار ہیں ۱۲

سے موسوم کیا۔ پس یہ نام کنایہ ہے اصل قصہ سے۔

کچھ ابتدائی کیفیت امیر صاحب نے معزالدین کی تخت نشینی اور موسم سرما کے عیش و عشرت کا ذکر کر کے قصہ یوں شروع کیا ہے کہ :-

"یکایک شاہِ شرق کی فوج کشی کا غلغلہ بلند ہوا۔"

اُس زمانہ میں جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ لیکن آج ساڑھے چھ سو برس کے بعد تاریخ داں کے سوا کس کو معلوم ہے کہ معزالدین اور شاہِ شرق کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ کس خاندان سے تھے؟ لہذا کچھ ابتدائی کیفیت بھی یاد رکھنی چاہیئے تاکہ اس قصہ کا سر و بن سمجھ میں آ جائے

سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان فتح کر کے دہلی کو دارالملک بنایا۔ اور قطب الدین ایبک کو دلّی میں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان غوری کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک یہاں کا خود مختار سلطان ہو گیا۔ قطب الدین کی وفات کے بعد اُس کا داماد شمس الدین التمش تخت و تاج کا وارث ہوا۔ التمش کی وفات کے بعد اُس کی اولاد میں تیس سال تک سلطنت رہی۔ اور اس قلیل مدت میں پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے :-

(۱) سلطان رکن الدین فیروز بن التمش ۶۳۳ھ

(۲) سلطان رضیہ بیگم بنت التمش ۶۳۴ھ

(۳) سلطان معزالدین۔ بہرام شاہ بن التمش ۶۳۷ھ

بعد آیا تو دلّی کی دربارداری اور باپ کی خدمت گزاری میں جی نہ لگا۔ ان دنوں سلطان کی حالت بھی علاج معالجہ سے کچھ سنبھل گئی تھی اور تخت کا جلد خالی ہو جانا مشتبہ نظر آتا تھا۔ لہذا بغرا خاں ایک روز شکار کے بہانے سے نکلا اور بے اذن شاہی لکھنوتی کی راہ لی۔ شہزادے کی اس کج ادائی اور بے مہری نے اُس پیرِ غم زدہ کے دل پر ایک چرکا لگایا جس کا درد خانِ شہید[1] کے داغ سے بھی زیادہ پُر الم تھا۔

گو بغرا خاں پر لگا کر بنگال کے شوق میں اُڑا چلا گیا لیکن تقدیر کا فتویٰ لگ چکا ہی کہ وہ عن قریب بنگالہ سے واپس آئیگا اور اسی قسم کے صدمات اُس کو بھی اپنے بیٹے کے سلوک سے اُٹھانے پڑینگے۔

بعد ازیں سلطان بلبن نے شہزادہ کیخسرو کو جو اپنے باپ کی بجائے اقطاع مُلتان کا حاکم بنا دیا گیا تھا دلّی میں طلب کر لیا۔ اور مرنے سے تین روز پہلے اپنے معتمد اعیانِ دولت کو خلوت میں بُلا کر وصیت فرمائی کہ "میرے بعد کیخسرو تخت نشین کیا جائے" اور دوسرے پوتے کیقباد کی نسبت حکم دیا کہ "وہ اپنے باپ بغرا خاں کے پاس لکھنوتی پہنچا دیا جائے"۔

اَب ہم قِران السعدین کے دوسرے سیّارے کیقباد کے احوال کی تصویر پیش کرتے ہیں:-

---

[1] لقب ہی شہزادہ سلطان محمد خاں کا جو اُس کی شہادت کے بعد مشہور ہوا ۱۲

بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے جمع کر کے دلّی سے چلا۔ اور سامانہ سے شہزادہ بغرا خاں کو بھی مع اُس کی افواجِ خاصہ کے اس مہم پر اپنے ہمراہ لے گیا۔ طغرل باغی کے قتل اور اُس کے اعوان و انصار کے استیصال کے بعد بلبن نے شہزادہ بغرا خاں کو لوازمِ سلطنت عطا فرما کر ناصر الدین محمود کے لقب سے لکھنوتی کا مستقل سلطان بنا دیا۔ اور تین سال میں اس مہم سے فارغ ہو کر دلّی واپس چلا آیا۔

اس وقت سلطان بلبن کے دونوں بیٹے تو دلّی سے باہر غربی و شرقی حدود میں برسرِ حکومت تھے مگر دو پوتے یعنی کیخسرو فرزند سلطان محمد خاں اور کیقباد پسر ناصر الدین بغرا خاں سلطان کی زیرِ نظر دلّی میں تعلیم و تربیت پا رہے تھے۔ چند سال کے بعد ۶۸۳ھ کی آخر تاریخ کو یہ حادثۂ عظیم پیش آیا کہ ولی عہد سلطنت سلطان محمد خاں والیِ ملتان لشکرِ مغل کے مقابلے میں شہید ہو گیا۔ اِس لائق شہزادے کی موت نے بوڑھے باپ کا دِل بٹھا دیا اور صاحب فراش بنا دیا۔ یہاں تک کہ اُمیدِ زیست منقطع ہونے لگی تو ناچار چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا خاں کو لکھنوتی سے طلب فرمایا کہ اُس کے دیدار سے خان شہید کا غم غلط کرے اور جب سفرِ ناگزیر پیش آئے تو تاج و تخت کا وارث پاس موجود ہو۔ مگر شہزادہ بغرا خاں بنگالہ کی خود مختار حکومت اور وہاں کی حشمت و دولت پر ایسا فریفتہ تھا کہ عرصہ تک باپ کے حکم ٹالتا رہا اور تاکیدِ مزید کے

کا نانا اور غیاث الدین کیقباد کا دادا تھا۔

کیقباد کی عیاشی بلبن جیسے دین دار سپاہی منش بادشاہ کے زمانہ میں تو کیقباد کی مجال نہ تھی کہ حدِ اعتدال سے قدم باہر رکھتا مگر مکتب سے اُٹھتے ہی ایک زبردست سلطنت زیرِ فرمان پائی تو جذباتِ نفسانی کو قابو میں نہ رکھ سکا عیش و عشرت اور بدمستی و ہوا پرستی میں ایسا مستغرق ہوا کہ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔

اُس کی مجالسِ عیش و طرب کے لیے کیلو کھڑی میں جمنا کے کنارے ایک نیا قصر تعمیر کیا گیا۔ اُس قصر کے گرداگرد شاہد و ساقی مطرب، نقال لطیفہ گو، مسخرے، بازی گر، دور دست ممالک سے آ آ کر آباد ہو گئے۔ اور شاہی مجالس کو اندر سبھا کا نمونہ بنا دیا۔

کیقباد کی بے اعتدالیوں کا سیلاب اتنا بڑھا کہ جماعتِ ملوک و امرا سے گذر کر طبقاتِ عوام تک سرایت کر گیا۔ اس زمانہ میں دلی کے در و دیوار نے رندی و بے قیدی کا ایسا تماشا دیکھا جس کا خیال باندھنا بھی سلاطینِ ماضی کے عہد میں دشوار تھا۔ حضرتِ خسروؒ نے اُس کا اظہار اس غزل میں کیا ہے

غزل

اے دہلی! و لے بتانِ سادہ   پگ بستہ و ریشہ کج نہادہ

لہ یہ دوسرا مصرعہ بعض ثقات سے یوں سُنا گیا ہے ع پگ بستہ و کج کلہ نہادہ ۱۲

کیقباد کی تخت نشینی سلطان بلبن کے مرتے ہی اعیان و ملوک نے اُس کی وصیّت کو طاقِ نسیان پر رکھدیا اور اپنی اغراض کے لحاظ سے بادشاہ کا انتخاب کرنے لگے۔ زمرۂ اعیان و ارکان میں ملک الامرا فخر الدین کوتوال شہر نہایت با اثر شخص تھا اور خان شہید سے کدورت رکھتا تھا۔ اس لیے اُس کے بیٹے کیخسرو کی تخت نشینی میں مزاحم ہوا۔ اور اُس کی تند مزاجی سے لوگوں کو ڈرایا اور کیخسرو کو مجبور کیا کہ اپنے اقطاع ملتان و سندھ کی حکومت پر فوراً روانہ ہو جائے اور کیقباد کو ایک حلیم و سلیم شہزادہ ۱۷-۱۸ سال کا ناتجربہ کار نوجوان تھا اس کے سر پر تاجِ سلطنت رکھا گیا اور سلطان معز الدین اُس کا لقب ہوا۔ چنانچہ خسرو فرماتے ہیں:-

برسرِ شاں شاہِ جواں بخت زاد   تاجورِ پاک گہر کیقباد
کرد چو در شش صد و ہشتاد و شش   ق   برسرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش
گنج براں گونہ بصحرا فگند   کز کرم آوازہ بدریا فگند

اور کیقباد کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے کہ:-

شمسِ جہانگیر جدِ با فرش   اظہرِ من شمس جدِ دیگرش
ناصرِ حق شاہِ فرشتہ سرشت   خوئے خوشش نسخۂ باغِ بہشت
جدِ سوم شاہِ غیاثِ اُمم   حاکمِ فرماں زعرب تا عجم

یعنی شمس الدین التمش کیقباد کے باپ کا نانا اور ناصر الدین محمود بن التمش کیقباد

بادشاہ کی غفلت شعاری نے اُس کے دل میں یہ طمعِ خام پیدا کردی کہ اس مست بدمست نوجوان کا کام تمام کرکے تاج وتخت کا مالک خود بن جائے۔

بغرا خاں کی طرف سے مِلک نظام الدین کو کچھ اندیشہ نہ تھا۔ وہ دلّی سے کالے کوسوں دور رہتا۔ مگر کیخسرو (جو بلبن کی آخری وصیّت کے لحاظ سے حق دار سلطنت بھی تھا) اُس کی نظر میں کھٹکتا تھا۔ چنانچہ اوّل اُس نے اِسی بیچارہ پر ہاتھ صاف کیا۔ بادشاہ کی طرف سے ایک دوستانہ فرمان طلب اُس کے نام بھجوایا۔ کیخسرو نے اس حکم کی تعمیل کی اور ملتان سے چل کر رہتک تک پہونچا تھا کہ ملک نظام الدین نے قاتل بھیجکر اُس کو قتل کرادیا۔

بعدازاں بندگانِ بلبنی جو مناصبِ اعلےٰ پر ممتاز تھے اُن میں سے بعض کو قتل اور بعض کو ذلیل وخوار کیا۔ اور مقیّد کرکے دور دور کے قلعوں میں بھیج دیا نومسلم مغل کہ بندگانِ بلبنی سے قرابت رکھتے تھے اُن کو تہ تیغ کیا۔ یہ تمام مظالم ملک نظام الدین نے کیقباد کو اغوا کرکے اس غرض سے کرائے کہ بلبنی خاندان کے خیر طلب اور کیقباد کے حامی ومددگار باقی نہ رہیں۔ مگر نادان بادشاہ اِن کھلّی بدخواہیوں کو بھی خیر خواہی سمجھتا رہا۔ بات یہ تھی کہ وہ کوتوال شہر اور اس کے گروہ کو اپنا معاون ومحسن جانتا تھا۔

ناصر الدین کی فوج کشی

جب سلطان ناصر الدین کو لکھنوتی میں یہ افسوس ناک خبریں پہونچیں تو سخت صدمہ ہوا۔ اوّل اُس نے فرزند ناخلف کو مکتوبات

خون خوردنِ شاں آشکار است — گرچہ نہاں خورند بادہ
فرماں نبرند زاں کہ ہستند — از غایتِ نازِ خود مرادہ
جائے کہ برہ کنند گل گشت — در کوچہ دہند گلِ پیادہ
آسیبِ صبا رسید بر دوش — دستارچہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بدنبال — خونابہ ز دیدگاں کشادہ
ایشاں ہمہ با دِ حسن در سر — ویںہا ہمہ سر بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلماں — زیں ہندوگانِ شوخ و سادہ

بربستہ شاں بموئے مرغول
خسرو چو سگے ست در قلادہ

امیر خسروؒ نے مقطعِ غزل میں ابنائے روزگار کی حقیقتِ حال کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ عینِ بلاغت ہے۔

ملک نظام الدین کا اقتدار

کیقباد کی عیش پسند طبیعت سے بہت بعید تھا کہ وہ مشاغلِ کامرانی کو چھوڑ کر ملک کے امور کی طرف توجہ کرتا۔ یہ دردِ سر اس نے ملک الامرا کوتوال کے داماد ملک نظام الدین نامی ایک امیر کو سپرد کر دیا تھا وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ وہ مدبر و منتظم سردار تھا۔ مگر خود غرض و بد باطن بھی تھا۔

ل۱ وہ پھول جن کی ڈنڈیاں اونچی نہیں ہوتی ہیں۔ اونچے ڈنڈے والے پھول گلِ سوار کہلاتے ہیں ۱۲

ملک بہار میں آیا۔ اور بہار سے چل کر اودھ پر قبضہ کیا[1]۔

یافت خبر خسروِ مشرق پناہ ناصرِ حق۔ وارثِ این تخت گاہ

کافرِ اورا پسر انبار گشت وین شرف از وے بہ پسر باز گشت

خشم بسر کرد و علم برکشید ساختہ کین شد و لشکر کشید

تند چو باد آمد ازاں خار خار از پئے گلگشت بسوے بہار

راند ازاں جا۔ بہ اودھ باد پاے باد ہمی ماند زسیرش بجاے

شہر اودھ را ہمہ زاں دست برد غارتِ ترکانش بہ یغما سپرد

وین طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ کز پئے او راند سپہ در سپاہ

جب ناصرالدین کا لشکر اودھ کی طرف آرہا تھا تو کیقباد دلی میں بیٹھا حسب عادت رقص و سرود اور ساقی و شراب کے مزے اڑا رہا تھا۔

شہ بچنیں وقت بر آہنگِ مے رخشِ طرب کرد رواں پی بہ پے

بادہ ہمی خورد و نمی خورد غم عیش ہمی کرد و نمی کرد کم

ریختہ ساقی مئے رنگیں بجام مے زلبِ شاہ رسیدہ بکام

ناگہ ازاں جا کہ جفای جہاں ست قاعدۂ دولتِ شاہنشہاں ست

گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق

ناصرِ دین و شہ کشور کشاے تیغ بر آورد و بکیں کرد راے

---

[1] خسرو کے قول کی تائید تاریخ مبارک شاہی سے ہوتی ہے ۱۲

شفقت آمیز لکھے۔ اشارات وکنایات میں غفلت سے بیدار کرنا چاہا۔ مگر جہاں عیش وبدمستی کے بادل گرج رہے ہوں وہاں حضرتِ ناصح کی صدائے بے ہنگام کون سنتا ہے ؟

ناچار ناصرالدین نے ملاقات کی خواہش کی۔ طرفین سے قاصدوں کی معرفت یہ امر طے ہوگیا کہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے دارالسلطنت سے جریدہ چل کر شہر اودھ میں ملاقات کریں۔ اس ملاقات سے ناصرالدین کا یہ مقصد تھا کہ بیٹے کو برو نصیحت کرے۔ ممکن ہے کہ وہ راہ راست پر آجائے۔

لیکن ملک نظام الدین کے مشورے سے کیقباد کی جلو میں ایک بڑے لشکر کے چلنے کا سامان شروع ہوا تو ناصرالدین بھی لاؤلشکر لے کر آیا۔ یہ قول مورخین کا ہے[۱]۔

حضرت خسرو نے مثنوی میں ابتدائی حالات کچھ نہیں لکھے اور نہ اُن کو اِن قصّوں کے لکھنے کی چنداں ضرورت تھی۔ اُن کو تو کیقباد کی فرمایش پوری کرنی تھی۔

وہ مثنوی میں کیقباد کی تخت نشینی اور عیش ونشاط کا ذکر کرکے ناصرالدین کی لشکرکشی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ :۔

ناصرالدین دلی کے تخت وتاج کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اِس لئے لکھنوتی سے

---

[۱] تاریخ برنی صفحہ ۱۴۱

کرکے تیاری کی تکمیل تک قصرکیلوکھڑی میں واپس آگیا۔ چنانچہ خسروؔ لکھتے ہیں:۔

کرد اشارت کہ دلیرانِ رزم — ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم
جمع شدند از اُمرائے دیار — از ملک و خان و شہ و شہریار
تیغ زنانِ ہمہ اقلیمِ ہند — نیزہ گذارانِ نواحیِ سند
روزِ دوشنبہ۔ بگہِ چاشت گاہ — در مہِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ
رایتِ منصور ببالا کشید — ماہِ علم؎۱ سر بہ ثریا کشید
نصب شد اعلام مبارک وصول — کرد سراپردہ بہ سیری؎۲ نزول
میمنہ بر تلپتہ؎۳ نزدیک سرہ — بود میاں اندپتہ؎۴ میسرہ
داورِ جمشید نسب کیقباد — تاجِ کیاں برسرِ والا نہاد
رخش طلب کرد شہِ تاجور — رفت زیک تخت بہ تختِ دگر
عزم بروں کرد شکار افگناں — بردلِ خورشید غبار افگناں
بود چو خورشیدِ ولایت فروز — گشت کناں تابگہِ نیمروز
رفت بکیلوکھڑی و داد عون — از مدد دست چو دریائے جون؎۵
قصر شد از فرّشہ ارجمند — چوں فلک از منزلت خود بلند

؎۱ ماہ علم نشان ہلال جو پھریرے پر ہوتا ہے ۱۲ ؎۲ نواح دہلی میں ایک گانوں تھا ۱۲
؎۳ دہلی سے پانچ چھ کوس پر ایک مشہور پرگنہ تھا ۱۲
؎۴ نواح دہلی میں ایک قصبہ تھا جو اب داخل ازک شہر دہلی ہے ۱۲
؎۵ دریائے جمن کو سنسکرت میں جون بولتے ہیں (بفتح واو) یہاں اس کے تلفظ میں تصرف کیا گیا ہے ۱۲

راند ز لکھنوتی و دریاے ہند | تا سپہش گرد برآرد ز سند
بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود | کآبِ فرو میل بہ بالا نمود
قوتِ سیلے نبود تا برود | آب بہ بالا نرود از فرود
سوے سوادِ اودھ آمد چو باد | گرد حک از خنجرِ تیز آں سواد
چند ہزارش ز سوارانِ کار | تیغ زن و کینہ کش و نامدار
آمد و اقصاے اودھ درگرفت | واں ہمہ اقلیم سراسر گرفت
نیست جز ایں در شب و روزش سخن | کیں منم اسکندرِ دارا شکن
مردمکِ دیدہ منم کیقباد | کافسر جد فرِ نرگیش داد
گرچہ جہانگیر شد و تاجدار | نیست جہاں دیدہ تر از من بکار
تختِ پدر گرنہ پئے پاے من ست | ہر ہمہ دانند کہ جاے من ست
حاصل ازیں حادثہ کا مد پدید | شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

دلّی میں ترتیب لشکر ناصرالدین کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو دلّی میں بھی کوچ کی تیاریاں اور ترتیبِ لشکر کا سامان ہونے لگا۔ شاہی جھنڈا کھولا گیا اور قصبہ سیری میں جو دلّی کے قریب تھا ڈیرے خیمے لگا دیے گئے اور لشکر کے دائیں بازو کا کیمپ قصبۂ تلپٹ میں اور بائیں بازو کا قصبہ اندپت میں ڈالا گیا اور شاہی ہاتھیوں کا پڑاؤ موضع بہاپور[1] میں تھا۔

ایک روز سلطان معزالدین بھی برسم شکار باہر نکلا اور لشکرگاہ کو ملاحظہ

---

[1] نواحِ دہلی میں ایک گاؤں تھا (شرح نور العین ۲۶)

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ — کرد رواں سوے مخالف سپاہ
ناحیہ بر ناحیہ راندند تند — بود صبا پیشِ چنیں سیر کند
از قدمِ شومِ مغل آں بلاد — نام و نشانے ز عمارت نداد
از حد سامانہ تا لاہنور (لاہور ۱۲) — ہیچ عمارت نہ۔ مگر در قصور لہ
لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید — بود زمیں تشنہ۔ کہ دریا رسید
یافت خبر کافرِ ناخوب کیش — تیز تر از تیر بروں شد ز کیش
تن ز غنیمت بہزیمت سپرد — بردنِ جاں را بغنیمت شمرد
باربک اندر پئے شاں کینہ خواہ — تیغ زناں قطع ہمی کرد راہ
لشکرِ اسلام کہ دنبالہ کرد — کوہ ز خونریز پُر از لالہ کرد
خانِ جہانگیر کہ آں فتح یافت — فرخ و فیروز عناں باز تافت
بست اسیرانِ مغل را قطار — داد بداں چند شتر دل جہاں

کیقباد کی بزم آرائیاں

لشکر کی تیاری کا کام سرداران لشکر کے ذمے تھا جس کی تکمیل میں سردی کا موسم گذر گیا۔ مگر رنگیلے کیقباد کو اپنے مشاغل شوق کے لئے کافی فرصت تھی۔ اُس کے قصرِ عشرت میں موسم سرما کا ایک لمحہ بیکار نہیں گیا بدستور ہنگامۂ نشاط کی گرما گرمی رہی۔ یہاں تک کہ نوروز کا موسم آگیا۔ پھر تو قصرِ معزی میں اور بھی دھوم دھام کے

لہ نواح لاہور میں ایک پرگنہ ہے۔ مگر یہاں قصور سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک عمارت کو نقصان پہونچا تھا ۱۲

ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ

دلّی میں لشکر کے کوچ کا ساز و سامان مہیا کیا جا رہا تھا کہ اسی اثنا میں ملک پنجاب پر حملۂ مغل کی خبر آئی۔ اس فتنے کے تدارک کی غرض سے تیس ہزار سوار کی جمعیت لے کر باربکؒ سلطانی نہایت سرعت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سامانہ سے لاہور تک تمام بستیاں مغلوں کی غارت گری نے برباد کر دی تھیں۔

مغلوں کو افواج شاہی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ باربک نے کچھ دُور تک غنیم کا تعاقب کر کے بعض کو قتل کیا اور جو مغل زندہ گرفتار ہوے اُن کو لے کر دلّی کی طرف مراجعت کی۔ اس واقعہ کی کیفیت حضرت خسرو نے اشعار ذیل میں بیان کی ہے:۔

نامہ کشے چند چو تیر از کمیں — آمد و بوسید چو پیکاں زمیں
کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم — سوے فرو راند بر آہنگِ رزم
لشکر انبوہ چو ذرّاتِ ریگ — جوش بر آورد چو آبے بدیگ
مردمِ آں خطہ فرو شد بخاک — گرد بر آورد از ایشاں ہلاک
شہ کہ ز گمراہی آں گمرہاں — یافت چنیں آگہی از آگہاں
گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار — نامزدِ مغل شو دسی ہزار
بر سرِ شاں باربکِ تیغ زن — خانِ جہاں چابک و لشکر شکن

ؒ باربک کا نام سلطان شاہک تھا اور اس مہم پر نامزد کرتے وقت خان جہاں خطاب عطا کیا تھا ۱۲

ہمراہِ لشکر چلیں یا نہ چلیں مگر مشیر دولت نے یہی صلاح دی کہ بادشاہ کا چلنا ضروری ہے۔

مصلحتِ ملک زراے درست هر چه صواب ست نهی باز جست
خود کمرِ کینہ کند استوار یا ز پئے رزم فرستد سوار
کار شناسے کہ در آں راز بود پردہ ز تدبیر بینداخت زود
گفت ز چندیں سپہ کینہ خواہ آں نرود کز تنِ تنہائے شاہ

غرض وسط ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا۔ اور پہلی منزل تلپٹ اور افغان پور کے حدود میں ہوئی۔

در وسطِ ماہِ ربیع نخست عزم سفر کرد بمشرق درست
کوسِ عزیمت زد شہریار لرزہ درآورد بروئیں حصار
کوچ سپہ کرد۔ شہ از شہرِ نو داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دور بود حدِ تلپت و افغان پور
یافت سرا پردہ درآں جا مقام دشت درآمد ز رسنہا بدام

مہم مغل سے باربک کی مراجعت

سلطانی لشکر کا پہلا ہی کوچ تھا کہ خان جہاں باربک جو مغلوں کی مہم سر کرکے آرہا تھا اس مقام پر حضور سلطانی میں حاضر ہوا۔ اِس فتح کا بڑا جشن منایا گیا۔

لشکرِ کافر کشِ بالا نورد از عقبِ کوچ درآمد چو گرد

جشن ہوئے۔ اور بادہ پیمائی کا زور و شور رہا :۔

موسمِ نوروز و ہوائے شراب | شاہِ جہاں مست و مخالف خراب
بادہ ہمی خورد و ہمی بود شاد | شاد ہمی کرد جہاں راز داد
ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر | برد بسے دامنِ پر سیم و زر
نغمہ زنش زہرۂ پردہ شناس | نغمہ زنی کرد بچندیں سپاس
یافتہ در گوشِ ہمایونش جائے | این غزل از نغمۂ بربط سرائے

غزل

گل امروز آخرِ شب مست برخاست | بجامِ لالہ مجلس را بیاراست
نشستہ سبزہ زیں سو در چپ گل | ستادہ سرو زان سو جانبِ راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن | بہر سوے ہمی اُفتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفتہ بایار | بنام ایزد چو ماہے بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوے خسرو | برآمد از دلم فریاد بے خواست

خسرو نے گل و نرگس اور سبزہ و سرو کے تخیل میں کیقباد کی بزم مستانہ کا رنگ ڈھنگ خوب دکھایا ہے۔

کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانب اودھ — جاڑا گذرا نوروز ہو چکا۔ اب گرمی کا موسم تھا کہ لشکر کیل کانٹے سے دُرست ہو کر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ سلامت اپنا عشرت کدہ چھوڑتے ہوئے کسمساتے کہ خود بدولت

اُس نواح کے ملوک و اُمرا میں سے ملک چھجو خان کڑہ اور خان اودھ یہہ دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ باربک کے لشکر سے آملے۔

باربک و تیغ زنانِ سپاہ　　طبل زناں پیش گرفتند راہ
کوچ بکوچ از شدنِ بی درنگ　　لشکرِ شاں رفت گذارِ گنگ
گرم[جلد ۱۲] بآبِ سرو[دریای سرجو ۱۲] در رسید　　در سرو رفت و عناں در کشید
پیش در آمد ز بزرگانِ پیش　　چند ملک با سپہ و سازِ خویش
خانِ کڑہ چھجوے کشور کشائے　　کز لبِ خاناں کرہ بستے بپائے
خانِ اودھ نیز بفرمانِ شاہ　　کرد بیک جائے فراواں سپاہ
باربک و شاں ہمہ یک جا شدند　　ساختہ کار مہیا شدند
لشکرِ شاں پر زصفِ باشکوہ　　بر لبِ آبِ سرو شد گروہ

ناصر الدین کا پیام باربک کو

دریا کے اُس پار سلطان ناصر الدین کا لشکر پڑا تھا۔ اُس کو خبر ملی کہ فوجوں کا یہ جماؤ لڑائی کے ارادہ سے ہوا ہے تو وہ بہت برہم ہوا اور فوراً شمس الدین دبیر کو کہ اُس کا میر منشی تھا باربک کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ تو ہمارے خاندان کا نمک خوار قدیم ہی اس وقت ہمارے نمک سے کیوں دست کش ہوتا ہے؟ تو خود جانتا ہے کہ اس ملک کا وارث کون ہے؟ کوئی غیر میری جگہہ لیتا تو اُس کی گردن ہوتی اور میری تلوار۔ مگر میرا فرزند میری غیبت میں تخت نشین ہوا تو دلِ ماشاد و چشمِ ما روشن۔"

باربک آمد ز مصافِ مغل | بستہ گلو ہاے مغل را بہ غل
شاہ براں مژدۂ دولت کہ یافت | بادہ طلب کرد و بہ مجلس شتافت
خوردمے و گنج بہ محتاج داد | بس گہر و زر کہ بتاراج داد

اسیران مغل کا قتل

دوسرے دن اسیران مغل اور مال غنیمت سلطان کے روبرو پیش ہوا۔ قیدیوں میں سے امیران صدہ[1] کو ہاتھیوں سے کچلوا دیا اور سپاہیوں کو شہر میں بھیجکر تشہیر کرایا۔ دن اس مشغلے میں کٹ گیا رات کو پھر وہی دور ساغر چلا:۔

چوں تنہ چند ز میرِ صدہ | دست اجل داد بدام ودده
آنچہ دگر ماند شہنشاہِ دہر | کرد رواں از پئے تشہیرِ شہر
چوں فلک از شیشۂ خودگاہِ شام | جام فرو برد ز دَور مدام
نورِ نشاط از افقِ جام تافت | شہ ز مے و مے ز لبش کام یافت

باربک کی روانگی بطور ہراول

دو روز بعد لشکر آگے بڑھا۔ اور دو کوچ کے بعد جمنا کو عبور کر کے جیور[2] میں مقام ہوا اُس مقام سے باربک بحکم شاہی ایک دستہ فوج کا لے کر بطور ہراول لشکر کے آگے آگے روانہ ہوا اور گنگا پار اُتر کر قطع مراحل کرتا دریاے سرجو کے قریب جا پہونچا اور سلطانی لشکر کے انتظار میں وہاں ٹھیر گیا۔

---

[1] امیرِ صدہ وہ سردار جس کے زیر حکم سو سپاہی ہوتے تھے ۱۲
[2] جیور ایک قصبہ ہے مضافات ضلع بلند شہر میں جمنا کے قریب ۱۲

لیک چو ہم چشمِ من ایں نور بُرد | چشم خود از خود نتواں دور بُرد
ہر کہ فرستادۂ آں درگہ است | بندۂ موروثِ دراں شہ است
گر سپہم بر تو رساند گزند | جانِ من ست آنکہ بماند نژند
ورنہ تو در قلبِ من آید غبار | ہم تو شوی در رخِ من شرمسار
باش کہ تا در رسد آں کینہ کوش | مہر مرا بیند و ماند خموش

بار بک کا جواب سلطان ناصر الدین کو

اس پیام کا جواب باربک نے یہ دیا کہ میں اپنے آقا کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور اُس کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے مامور ہوں۔ اگر کوئی اور مقابل ہوگا تو تلوار سے جواب دوں گا۔ ہاں اگر حضور کو دیکھوں گا تو ڈر کے مارے نہیں بلکہ تعظیماً ہٹ جاؤں گا۔

یہ جواب سن کر ناصر الدین ٹھنڈا ہو گیا۔

خانِ سپہ باربکِ تیز ہوش | کرد چو زاں گونہ پیامے بگوش
در خورِ آں داد جوابے سرہ | سختہ بمیزانِ ادب یک سرہ
گفت کزیں بندۂ حضرت پناہ | سجدۂ تعظیم رساں پیشِ شاہ
من کہ فرستادۂ شاہِ خودم | بر خطِ اخلاص گواہِ خودم
نام زدم کرد کہ در ہر دیار | دشمن او را ندہم زینہار
گر دگرے پیشِ من آید بہ تیغ | تیغ خورد از من و از خود دریغ

اُس کا نوکر ہمارا نوکر ہے۔ اگر نوکر آقا سے لڑے تو خلقت کیا کہے گی؟ میں تجھ کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ ملزم وہ ہے جس نے تجھ کو بھیجا ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر تو نے شکست کھائی تو صدمہ کس کو پہونچے گا؟ میرے بیٹے کو۔ اگر مجکو شکست ہوئی تو خود تیرا کالا مونہہ ہوگا۔ کیقباد کے آنے تک صبر کر وہ خود دیکھ لے گا کہ مجکو اس سے کس قدر محبت ہے۔

تیغ زنِ مشرق ازاں سوئے آب | تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
ازغضب افگندہ بابرو گرہ | وزپئے کیں کرد کماں را بزہ
جست رسولے کہ گذارد پیام | ہرچہ بگویند۔ بگوید تمام
دید کہ کس نیست زبرنا و پیر | درخورِ این کار چو شمسِ دبیر
پیش طلب کرد و پیامے کہ خواست | سوئے مخالف زکشی کرد راست

اے کہ بہ پیش آمدی ازراہِ دور | کیں نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردۂ ازخوانِ ما | دست چہ داری زنمکدانِ ما
ہست نمک درہمہ مذہب حلال | در تو حرامش کنی اینک وبال
گر پسر از عیبت من ملک یافت | روئے نخواہد زپدر باز تافت
ہم تو کزیں راز ترا آگہی ست | وارثِ ایں ملک نہ دانی کہ کیست؟
گر دگرے در محلِ من بُدے | تیغِ منش بر سر و گردن بُدے

تافته از گرمی خود آفتاب　　تابش او کرد جهان را بتاب
شب شده چون دزدی اندر گداز　　روز چو شب هاے زمستان دراز
خون برگ مرد زبون آمده　　خوے شده واز پوست برون آمده
شه بگه کوچ همی شد چو شیر　　چتر بسر کرده و توسن بزیر
لشکر ازین گونه جهان طے نوشت　　ناحیه بر ناحیه بر روے دشت
تا علم شه باوده در رسید　　از پئے دهلی عوضے شد پدید
نصب شد اعلام شهنشاه دهر　　بر لب گهگر بحوالی شهر
گهگر ازین سو بسر و زان طرف　　از تف لشکر بلب آورده کف

کیقباد کا لب دریا جانا اور کشتی کا ڈبونا

روز دگر شاه بر آئین گشت　　آمد و زان سوے اوده بر گذشت
کرد صفے بر لب آب روان　　سوده بهم پهلوے هر پهلوان
تیغ زن مشرق ازان سوے آب　　ق　　کرد چو روشن که رسید آفتاب
بر لب آب آمد و آراست صف　　تافت دو خورشید ز هر دو طرف
چشم پدر بهر جگر گوشه تر　　گوشهٔ هر چشم شده پر جگر
دید چو شه سیل مژه بیکران　　حاجب خود کرد بکشتی روان
گفت بحاجب که ازین چشم تر　　مردمک چشم مرا ده خبر
حاجب فرزانه از آنجا شتاب　　شست بکشتی و روان شد چو آب

ورزتو از دور بہ بیسنم حضور — گرنہ گریزم۔ شوم از رہ دور

عطف کنم۔ لیک نہ از بیم کس — از پئے تعظیم شکوہ تو بس

رفت فرستادہ زراہِ نہفت — ہر چہ کہ بشنید زشہ باز گفت

شہ چو خلافے زمخالف ندید — زانچہ ہمی گفت۔ زباں درکشید

سلطان معزالدین کیقباد اودھ میں پہونچا

اب آفتاب جوزا میں آگیا۔ تڑاقے کی گرمی پڑنے لگی۔ دن بڑھ گیا رات چھوٹی ہوگئی۔ نازپروردہ کیقباد گھوڑے پر سوار ہے۔ سر پر چتر شاہی سایہ فگن ہے۔ پھر بھی بدن سے پسینہ ٹپکتا ہے۔ مگر سنگ آمد وسخت آمد۔ کڑی منزلیں طے کرتا اودھ میں آپہونچا حوالی شہر میں ڈیرے خیمے لگائے گئے۔ ایک طرف گھاگرہ ندی ہے دوسری طرف سرجو۔

اگلے دن کیقباد سیر وگشت کے لئے نکلا اور سرجو کے کنارے پہونچا جہاں سے سلطان ناصرالدین کی خیمہ گاہ نظر آتی تھی۔ باپ کو بیٹے کے آنے کی خبر ملی تو وہ بھی لب دریا آکھڑا ہوا۔ بیٹے کو دیکھ کر محبت کی گھٹا اُمڈی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے۔ فوراً ایک کشتی میں سوار کرکے اپنا حاجب بھیجا کہ اشتیاق دیدار ظاہر کرے۔ ادھر سے یہ مدارات ہوئی کہ کشتی کو ہدف تیر بناکر ڈبو دیا۔ حاجب بمشکل جان بچاکر بھاگا۔

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت — رفت دراں خانہ دروں جاگرفت

چارہ ندانم کہ دریں کار چیست؟ | بخت کہ داند کہ دریں یار کیست؟
بود بحیرت کہ چو شب بگذرد | روزِ دگر چارہ چہ پیش آورد؟
تا بسحر بود بگفت و شنید | کز شبِ زایندہ چہ آید پدید؟

باپ بیٹوں کے سلام پیام — جب دن نکل آیا تو ایک معتمد کو زبانی پیام دیکر دریا پار بیٹے کے پاس بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کئی بار پیامبروں کی آمد و شد جاری رہی۔

پیامِ پدر

کز پدر اوّل برسانش سلام | وآخرش آئینِ دعا کن تمام
کاے خلف! از رہِ مخالف بتاب | تیغ بفگن کہ منم آفتاب
از پدرم کے رسد ایں فن بتو؟ | از پدرِ من بمن۔ از من بتو
ورز بد آموز شد ایں رہ پدید | گفتِ بد آموز نباید شنید
گرچہ کنی دعوی و آتش ولیک | نیک بدانم کہ ندانی تو نیک
چوں تو شب و روز ادب افزوں کنی | بے ادبی باچو منے چوں کنی
بر سرِ خواں آے کہ ہم توشۂ | یادِ نمک کن کہ جگر گوشۂ

جوابِ پسر

گفت بحاجب کہ بشہ باز پوے | خدمتِ من گوی و پس آنگہ بگوے
با منت از بہرِ تمناے ملک | خام بود پختنِ سوداے ملک

چوں بمیانِ سرُو در رسید | پورِ معزّی زکرانش بدید
تیر برآورده زکیشِ خدنگ | از سرِ کیں کرد کماں را بچنگ
تیر که در کشتیِ شاں رخنہ کرد | از سرِ کشتی به ته اُفتاد مرد
رفت بصد حیلہ فرستاده باز | پیشِ شہِ شرق فرو گفت راز

ناصرالدین کی پریشانی کشتی کے واقعے سے

کشتی کے واقعہ کا سبب حضرت خسرو نے ظاہر نہیں کیا۔ غالباً یہ کیقباد کے بدخواہ مشیروں کی بد آموزی کا نیتجہ تھا۔ تاکہ ملاقات کی نوبت ہی نہ پہونچے بلکہ باپ بیٹوں میں لڑائی ٹھن جائے اِس فعلِ ناروا سے ناصرالدین کے دل پر چوٹ لگی۔ اور غصّہ بھی آیا۔ پھر سوچا کہ مبادا! یہ نادان لڑکا مفسدوں کے اغوا سے جنگ کر بیٹھا تو اُس کو گزند پہونچے گا یا مجکو۔ بہر نوع میرے لئے سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی سوچ بچار میں صبح کر دی کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔

شاه کہ از خونِ خود آں زخم دید | نالہ چوں تیر زدل بر کشید
خشم ہمی گفت زکینش سخن | مہر ہمی گفت کہ ہے ہی! مکن
آنکہ چنیں ست نوید م ازو | بہتر ازیں بود امیدم ازو
گر پسرم را زجوانی و ناز | ق | عزم بر آں شد کہ شود رزم ساز
حیلہ چہ سازم؟ بچنیں کارِ تنگ | با پسرِ خویش کہ کردہ ست جنگ؟

کاے بزخمِ چشمِ جفا کردہ باز! | دیدۂ مہرِ تو بر ویم فراز
با ہمہ ایں قوّت و جوشِ سپاہ | نیستم اندر پئے آزارِ شاہ
گر گہر صلح پذیرد نظام | حلقہ بگوشم برضاے تمام
تیرِ تو گر خواست بجانم رسید | من نکشم۔ تا بتوانم کشید
گر بگہر تاجِ ستانِ توام | عیب مکن گوہرِ کانِ توام
تخت جہاں بہرِ تو برپای کرد | لیک برآں تخت مرا جای کرد
خواست یکی خواستہ لیکن نیافت | آنکہ نمی خواست۔ بر خود شتافت
ور بیقیں در دلِ تو آں ہواست | بندۂ فرمانم و فرماں تراست
تاج زمن می طلبی چرخ سائے | بر سرم آ۔ تا کنمت زیرِ پائے

اِس مطیعانہ جواب کو سُن کر باپ نے بھی استمالت اختیار کی۔

پیامِ پدر

اے ز نسب گشتہ سزاے سریر | ور پسرے ہیچ پدر بے نظیر
چشمِ منی! ہیچ غبارے میار | دیدہ نشاید کہ بود پُر غبار
تا تو ندانی کہ دریں جستجوے | از پئے ملک ست مرا گفتگوے
گرچہ توانم ز تو ایں پایہ بُرد | از تو ستانم۔ بکہ خواہم سپرد
باش بنامم کہ بنامِ توام | زندہ و نا زندہ بنامِ توام
دیدہ کہ نا دیدۂ دیدارِ تست | دیدہ و نا دیدہ گرفتارِ تست

پختہ آخر! دمِ خاماں مزن — من زتوزادم۔ نہ توزادی من
ملک بمیراث نیاید کسے — تا نزند تیغِ دو دستی بسے
نیستم آں طفل کہ دیدی نخست — بالغِ ملکم بہ بلاغت درست
خرد مخوانم کہ ز دورِ زمن — داد خدا دورِ بزرگی بمن
جز تو کسے گردِ ایں درزدے — سرزنشِ تیغ منش سرزدے
لیک توئی چوں بہ پئے ایں سریر — من ندہم۔ گر تو توانی بگیر

پیامِ پدر

اے سر از آئینِ وفا تافتہ! — وز تو دلم تافتگی یافتہ!
گرچہ بغیبت شدہ کینہ توز — رنجہ چہ داری بحضورم ہنوز
با چو منے دُور کن از سر منی — چوں بصفت من توام و تو منی
تیغ مکش۔ تا نشوی شرمسار — از من اگر نیست۔ ز خود شرم دار
تخت رہا کن کہ سزای تو نیست — تا منم۔ ایں پایہ بپای تو نیست
گر کمرِ کینہ کنی استوار — پیشِ تو بیش از تو درآیم بکار
ور بمدارا کشد ایں گفت و گوی — نیز نتابم ز وفائے تو روے
لیک بشرطے کہ دریں رآمن — جاے پدر گیرم و تو جاے من

جوابِ پسر

داد جوابے ادب آمیختہ — تعبیہ ہاے عجب آمیختہ

آراستگی ۱۲

کرد نشاطِ مے و رامش گراں — مجلسے آراست گراں تا گراں
ہر کہ در آں بزم سخن ساز گشت — دامنِ پُر گوہر و زر باز گشت
روی بہ کاؤسِ کے آورد و گفت — تا شود آں ماہ بخورشید جفت
سوے برادر شود آراستہ — باسپہ و کوکبۂ و خواستہ
جُست پئے ہدیہ نصیحت گراں — دیدہ فروزِ ہمہ قیمت گراں
جامۂ[1] ہندی کہ ندانند نام — از تُنکے تن بنماید تمام
مانَد[2] پیچیدہ بناخن نہاں — باز کشائیش بپوشد جہاں
عود بخروار۔ قرنفل بمن — خرمنے از نافۂ مشکِ ختن
عنبر و کافورِ معنبر سرشت — صندلِ خالص چو درختِ بہشت
سر بفلک بردہ بسے زندہ پیل — کوہِ گراں را بقیامت دلیل
داد بشہزادہ و کردش رواں — ساختہ با کوکبۂ خسروان

اور شہزادہ کیکاؤس کو سمجھا دیا کہ ہماری طرف سے بڑے بھائی جان کو دعا کے بعد یوں کہنا:۔

اے غمِ تو کردہ بجانم اثر — تو زمن و حالتِ من بے خبر
صبرِ من از دوریِ تو رفت دور — مرحمتے کن کہ بمانم صبور
من کہ صبوری نتوانم ز تو — وائے! کہ محروم بمانم ز تو

---

[1] ایک ہندوستانی کپڑا ہے جس کا نام نہیں معلوم۔ ایسا مہین ہی جس میں بدن نظر آتا ہے ۱۲
[2] لپیٹو تو ذرا سا ہو جاتے کھولو تو اتنا بڑا تھان کہ دنیا بھر کو ڈھانک لے۔ غالباً ململ ڈھاکہ ۱۲

نیست بنزدیکِ من از بیش و کم | بیشتر از دوریٔ تو ہیچ غم
بہرِ خدا صورتِ خویشم نمائے | روئے مگردان و بترس از خدائے

جواب پسر

اے شہِ مشرق شدہ چوں آفتاب | وز تو جہاں در حدِ مغرب بتاب
گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم | ہم بتہِ پائے تو باشد سرم
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ | فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
رَو تو چو خورشید ز مشرق برائے | من بَسَم اسکندرِ مغرب کشائے
تا تو بمشرق بوے و من بغرب | حربہ خورد (کافی ہوں ۱۲) ہر کہ درآید بحرب
ور بملاقات رہی رائے تست | افسرِ من خدمتِ پائے تست
نیست مرا آن محل و آں شکوہ | کز سرِ خود سایہ فشانم بکوہ
ور فگند رائے تو یر بندہ تاب | ذرہ شوم پیشِ چناں آفتاب

غرض ملاقات کا مژدہ سن کر ناصر الدین کی باچھیں کھل گئیں۔ بہت خوش ہوا مجلس طرب آراستہ کی اور متوسلین کو انعام و اکرام دے کر شاد کیا۔

ناصر الدین کی طرف سے کیکاؤس کا جانا

پھر اپنے فرزند اصغر کیکاؤس کو بلایا اور بڑی شان و تزک سے بہت تحائف، اسلحہ اور ہاتھی دیگر کیقباد کی خدمت میں روانہ کیا۔

بادشہِ شرق کہ آں مژدہ یافت | روش (چو خورشید ز مشرق) بتافت

کیقباد کی طرف سے کیومرث کا آنا

دوسرے دن کیقباد نے اپنے فرزند کیومرث کو دادا جان کی خدمت میں تحف وہدایا دے کر روانہ کیا۔چونکہ یہ بچہ تھا عارض کو اُس کے ساتھ بھیجا۔

جب شہزادۂ کیومرث مع جلوس دریا پار پہونچا تو دادا جان کی طرف سے بڑی آؤبھگت ہوئی۔

کارگزاراں ہمہ رفتند پیش | سجدہ کناں پیشِ خداوندِ خویش
پیشِ عناں بانگِ روا روزدند | سکۂ نو بر درمِ نو زدند
رفت خراماں مَلک ارجمند | تا درِ دہلیز بہ پشتِ سمند
روے چو گل سود بہ پشتِ زمیں | گشت زمیں پُر سمن و یاسمیں
حرمتِ آں خسرو شہ دیں پناہ | داشت برآئینِ بزرگاں نگاہ
کرد چو نورش بدل و دیدہ جای | گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پای
عارض از آئینِ ادب پروری | بود کمر بستہ بخدمت گری
تا نظرِ شاہ برآں سوے تافت | خدمتِ عارض محلِ عرض یافت

جب تک ناصرالدین پوتے کو پیار کرتا رہا عارض سلطنت دست بستہ چپ کھڑا رہا۔جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے عرضِ معروض کا موقع پایا اور وہ شاہانہ تحفے جو نذر کے لئے ہمراہ لایا تھا پیش کئے۔اور کیقباد نے پیام کے جواب میں جو کچھ عرض کیا تھا سنا دیا۔

آمدنم نزپئے ایں کار بود | کافسر واقلیم توانم ربود
تشنۂ دیدارِ توام روز و شب | شربتِ خود باز نگیرم زلب
شاد کن ایں جانِ غم اندیش را | روے نما منتظرِ خویش را
تختۂ حالِ دلِ ریشم بخواں | یا بمن آ۔ یا برِ خویشم بخواں

جب کاؤس کی سواری دریا سے پار اتر چکی تو کیقباد کو اطلاع کی گئی کہ چھوٹا شہزادہ قدمبوسی کے لئے آتا ہے۔ اُس نے دربار آراستہ کیا۔ اور بہت سی فوج سرداروں کے ہمراہ بھیجکر بڑی دھوم سے اُس کا استقبال کرایا۔ دہلیز شاہی پر پہونچکر شہزادہ گھوڑے سے اوتر پڑا اور جو پیشکش لایا تھا پیش کیا اور جو باتیں شاہ بابا نے سمجھا دی تھیں بڑے بھائی سے عرض کر دیں۔ کیقباد بھائی سے ملکر بہت مسرور ہوا۔ اور اُس کی خاطر و مدارات میں بزم طرب آراستہ کی:۔

شاہ بروَیش چو نظر کرد چست | دید دراں آئینہ خود را درست
گرم فرو جست ز تختِ بلند | کرد با گوش تنِ ارجمند
داشت بآغوشِ خودش تا بہ دیر | سیر نشد۔ چوں شود از عمر سیر؟
با خودش از فرش بر او رنگ بُرد | تختِ کیاں باز کیاں را سپرد
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت | گاہ دوبارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رُخِ زیباش کرد | گاہ دل از مہر شکیباش کرد
پرسش از اندازہ زغایت گزشت | حدِّ نوازش ز نہایت گزشت

اب تک سراپردۂ سلطانی شہر اودھ سے اوپر کی جانب ایک تنگ میدان میں نصب تھا۔ اُس کا موقع فوراً شہر سے نیچے کی طرف تبدیل کر دیا جہاں میدان بھی وسیع تھا اور دریا کا پاٹ کم ہونے کی وجہ سے کشتی کی آمد و شد آسان تھی۔ اِس عمدہ موقع پر کارکنانِ دولت نے ایک شان دار دربار دونوں بادشاہوں کی ملاقات کے لئے لب دریا ترتیب دیا۔

ناصرالدین کا آنا اور ملاقات

چونکہ گرمی کے دن تھے، ناصرالدین دن ڈھلنے کے بعد جب کہ دھوپ کی تیزی کم ہو گئی تھی کشتی میں سوار ہو کر چلا معزالدین کیقباد اپنے شاہانہ دربار میں اورنگ سلطنت پر بیٹھا باپ کی آمد کا منتظر تھا۔

جس وقت باپ کو آتے دیکھا بے اختیار تخت سے اُتر برہنہ پا دوڑا، اور قدمبوسی کے لئے جھکا۔ باپ نے فوراً گلے لگا لیا۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر دیر تک زار زار روتے رہے:۔

روز چو آخر شد و گرما گذشت — چشمۂ خور[1] خواست زدریا گذشت
تاجورِ شرق برآہنگِ آب — کرد طلب کشتیِ گردوں رکاب
کشتیِ شہ تیزتر از تیر گشت — در زدنِ چشم ز دریا گذشت
راست کہ شد برلب دریا رسید — گوہرِ خود برلبِ دریا بدید

---

[1] چشمۂ خور = آفتاب۔ اور دریا کنایہ ہے آسمان سے ۱۲

جواب پسر (عارض کی زبانی)

آنچہ دلِ شاہ بداں مائل ست | راے مرا نیز ہماں در دل ست
آمدم اینک بہزاراں نیاز | تا کنم ایں دیدہ بروے تو باز
بود زمن پرسشِ شاہِ زمن | کامدن از خود طلبی - یا زمن؟
من بدرِ شہ بسر آیم دواں ق | چوں پسراں بر پدرِ مہرباں
شرط چناں ست کہ در بحر و بر | چشمہ کند بر لبِ دریا گذر
لیک سزد - گر شہِ دریا نشاں | بر سرِ ایں چشمہ شود دُرفشاں

ناصرالدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ

ناصرالدین نے خوش ہو کر عارض کو خلعت و انعام عطا کیا - اور کیومرث کو بہت سے نادر تحفے اور ایک ہاتھی مع عماری زرّین دیا - اور وعدہ کیا کہ ہم کل صبح ضرور ملاقات کے لئے آئیں گے - اِس کے بعد کیومرث اور عارض اپنے خیمہ گاہ کو واپس گئے -

وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ | جنبشِ خورشید شود سوے ماہ
منزلِ سعدین شود برجِ تخت | مجمعِ بحرین شود روے بخت
خرّم و خوش عارض و فرزندِ شاہ | باز نوشتند سوے خانہ راہ

کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں

عارض کی زبانی ناصرالدین کے آنے کی خبر سنتے ہی کیقباد کے دائرہ دولت میں دربار کی تیاریاں شروع ہو گئیں -

کے روبرو کھڑا ہو گیا۔

خسرو نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ باپ کا یہ فعل اُمرا کے لیئے ہدایت تھی کہ تم کو بادشاہ کی تعظیم و خدمت اس طرح کرنی چاہیئے۔ باپ کے حکم کی تعمیل کر کے فوراً ہی کیقباد تخت سے اُترآیا اور اُمرائے دربار نے دونوں بادشاہوں پر زر و گوہر نثار کیا اور جو خلقت باہر کھڑی تھی اُن میں لٹا دیا:۔

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش | شرطِ ادب دید زاندازہ بیش
گفت کہ یک آرزویم در دل ست | ق منّۃ للہ! کہ کنوں حاصل ست
آنکہ بدستِ خودت اے نیکبخت! | دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بغیبت چو شدی بر سریر | من نہ بُدم تا شدمے دستگیر
با پسر این نکتہ چو لختے براند | دست گرفت و بسریرش نشاند
خود بنعال آمد و بربست دست | ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نہاں | آگہی داد بکار آگہاں
گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید | شست و فرود آمد و پیشش دوید
چوں خلفاں شرطِ وفا می نمود | خواہشِ عذرے بسزا می نمود
دولتیاں ہر طرفے بستہ صف | کردہ طبقہائے جواہر بکف
لعل و زر برجد کہ درآویختند | بر دو سر افراز ہمی ریختند

رسم نثار و تصدّق کے بعد دربار ختم ہو گیا اور سلطان ناصر الدین جبس کشتی

خواست کہ از سوزِ دلِ بیقرار | بر جہد از کشتی و گیرد کنار
صبر ہمی خواست ۔ نمی آمدش | گریہ نمی خواست ۔ ہمی آمدش
بود بریں سوے معزِّ جہاں | ساختہ برجاے ادب چوں شہاں
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت | شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آوردہ میل | تشنہ وازدیدہ ہمی راند سیل
یکدگر آوردہ باغوش تنگ | ہردو نمودند زمانے درنگ

رونے کے بعد ہوش آیا تو تخت پر اجلاس کرنے کے لئے ایک دوسرے سے اصرار کرنے لگے :۔

از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند | ہمگر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر با پدر اینک سریر | جاے تو من بندۂ فرماں پذیر
باز پدر گفت کہ این ظن مبر | کز پسر افسر برباید پدر
باز پسر گفت کہ بالا خرام | کز تو بود پایۂ تختِ تو نام
باز پدر گفت کہ اے تاجدار! | تخت ترا بہ کہ توئی بختیار

ناصر الدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا

الغرض بہت سی حیص بیص کے بعد باپ نے کہا کہ میں تیری تخت نشینی کے وقت موجود نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھاتا ۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ یہ رسم خود ادا کروں ۔ اتنا کہہ کر بیٹے کو تخت پر بٹھا ہی دیا ۔ اور خود ہاتھ باندھ کر تخت

رفت شتابندہ با ورنگ گاہ | کرد رواں جملہ بفرمانِ شاہ
الغرض آں پیل وہماں تاج وتخت | ق کاں نرسد جز بخداوند بخت
دید شہنشہ چو مہیّا بہ پیش | روئے کرم کرد بہ دلبندِ خویش
گفت کہ ایں افسر وایں پیل گاہ[۱۴] | بہرِ ترا داشتہ بودم نگاہ
نیست مرا بہتر ازیں پنج چیز | تا دہم از دیدہ بچشم عزیز

یہ ہدیہ دیکر ناصر الدین نے بیٹے سے فرمایش کی کہ میری آرزو یہ ہے کہ میرے باپ کی دو یادگار چیزیں جو تجکو پہونچی ہیں ایک تو چتر سپید ایک کلاہ سیاہ یہ پہلے اپنے سر پر رکھ پھر مجکو دے ڈال۔ دوسرے روز کیقباد نے اِس فرمایش کی تعمیل کی۔ جو شخص یہ چیزیں لے کر آیا تھا ناصر الدین نے اُس کو انعام دیا:۔

گفت بفرزند کہ درخوردِ شاہ | چترِ سپید آر و کلاہِ سیاہ
تا جو رآں چتر و کلاہِ سیاہ | کرد مہیا و رواں سوے شاہ
ہر دو فرستاد بحکم شہی | بر شہِ شرق آں دو نشانِ مہی
شاہ شد از دیدنِ آں سخت شاد | بستد و بوسید و بسر بر نہاد
داد بآرندۂ آں ہر دو چیز | خلعتِ خاص و زرِ بسیار نیز

ناصر الدین کی نصیحتیں فرزند دلبند کو

ایک شب پھر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ناصر الدین نے فرزند دلبند کو ازراہ دل سوزی بہت سی نصیحتیں کیں جن کی نظم میں خسروِ شعرا نے کمال سخن گستری

میں آیا تھا اُسی میں سوار ہو کر خوش و خرّم اپنی فرودگاہ پر واپس آگیا:-

چون پدر اقبالِ پسر تازہ کرد ق زاں شرف آفاق پر آوازہ کرد

گفت کہ امروز بس ست ایں قدر روزِ دگر جلوۂ ملکے دگر

زیں نمط از کام چو دمساز گشت فرقِ پسر بوسہ زد و بازگشت

مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں

یہ درباری ملاقات تو آئینِ شاہانہ کے بموجب اِس بات کا اعلان تھا کہ سلطان ناصر الدین نے معزالدین کیقباد کی تخت نشینی باضابطہ تسلیم کرلی اور دونوں بادشاہ متحد ہوگئے دوسرے روز تحف و ہدایا کا مبادلہ اور خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں کیقباد نے نہایت بیش بہا گھوڑے بطور پیشکش بھیجے اور رات کے وقت باپ کی ضیافت بڑی دھوم سے کی۔

اِس ضیافت کا بیان خسرو نے خوب جی لگا کر کیا ہے اور بزمِ معزی کی ہر ایک چیز کے اوصاف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔

جب آب و طعام اور رقص و سرود سے فارغ ہو چکے تو سلطان ناصر الدین نے ایک ملازم خاص کو بھیجکر تاج و تخت اور ایک ہاتھی اپنی خیمہ گاہ سے طلب فرمایا اور تحفۃً فرزند دلبند کو عطا کیا:-

گفت بخاصاں زیکے شاہِ شرق تا رود از آب گذارا چو برق

آورد و پیش کشد از اختصاص تختِ زر و تاجِ زر و پیلِ خاص

باشد اگر سوے مہمیت روے | رخصتِ تدبیر شناساں بجوے
گر شودت خصم بتدبیر رام | تیغ نشاید کہ کشی از نیام
حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد | خویشتنت خرد نباید شمرد
جد چو ترا داد کم و بیشِ خویش | بیش و کم از وے نہ کمی و نہ بیش
بیش کن آنہا کہ زیزداں بود | کم کن از آنہا کہ نہ فرماں بود
چشمِ رعایت ز رعیّت مگیر | تا بودت ملک عمارت پذیر
عدل بود مایۂ امن و اماں | بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں
دادگری کن کہ ز تاثیرِ داد | بس درِ دولت کہ توانی کشاد
تا بزمانے کہ تو بادا بسے | نشنود آوازِ تظلّم کسے
دولتِ دنیا کہ مسلّم تراست | جانبِ دیں کوش کہ آں ہم تراست
دولتِ جاوید نبردہ است کس | نامِ نکو دولتِ جاوید بس
پیشہ نکوئی کن و از بد بترس | از بدِ کس نے۔ ز بدِ خود بترس
نیت خیرت اگر امروز خاست | وعدہ بفردا مفگن۔ کاں خطاست
یافتی از کشتِ ازل خوشۂ | راست کن از بہرِ ابد توشۂ
ترسِ خداوندِ جہاں کن بدل | تا ز خداوند نمانی خجل
کار چناں کن کہ بہنگامِ کار | از درِ یزداں نشوی شرمسار
چوں بوغا جہد کنی در جہاد | باش گراں جنبش و دیر ایستاد

کی داد دی ہے :-

چوں سخن رفت بسے داوری دور درآمد بہ نصیحت گری
داد نخستش بدعاے پناہ کایزدت از حادثہ دارد نگاہ!
ریخت پس آں گاہ بمہرِ تمام داروے تلخش ز نصیحت بہ کام
کاے پسر! از ملک و جوانی مناز ناز بدو کن کہ شد او بے نیاز
خشم بہر جرم میاور بکس ز آتشِ سوزندہ نگہدار خس
چوں بگنہ معترف آید کسے عفو نکوتر ز سیاست بسے
در حقِ آں کش برخود داشتی دیر خصومت شو و زود آشتی
ھر کہ زند در رہِ اخلاص گام کار برو کن بعنایت تمام
واں کہ برآرد بخلافت سرے سر بزنش پیش کہ گیرد برے
خُرد مبیں دشمنِ بد زہرہ را آب دہ از زہرۂ او دہرہ را
دشمنِ خود خُرد نباید شمرد در تہِ دنداں چہ کند سنگِ خُرد؟
گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہِ تست ہم بکَن آں خار کہ در راہِ تست
دشمن اگر دوست نماید بپوست فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست
جاے مدہ دشمنِ کیں توز را گوش مکن گفتِ بدآموز را
خاص کن آں را کہ خرد ہست بیش راہ مدہ بے خبراں را بخویش
گرچہ دلت ہست فراست شناس گفتِ کساں نیز ہمی دار پاس

کیا گیا تھا جا بیٹھے۔

تنہائی کا وقت تھا مصالح ملک داری کی نسبت کچھ راز کی باتیں ہوئیں۔ باپ نے بیٹے کو سمجھایا کہ فلاں شخص تیرے چمنِ دولت میں زہریلا کانٹا ہے اُس کو جلد نکال کر پھینک دے اور فلاں شخص کو اپنا مشیر بنا۔ بیٹے نے باپ کی یہ نصیحت دل و جان سے سُنی اور گرہ باندھی پھر دونوں رخصتی معانقہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور باپ نے رو رو کر اپنا دردِ دل سنایا (ان خیالات کی ترجمانی طوطیِ ہند نے اپنے اشعار میں نہایت سوز و گداز سے کی ہے) آخر کار معانقہ کیا اور آنسو بہاتا اپنی کشتی پر سوار ہو گیا اُدھر کشتی چلی اِدھر کیقباد چیخیں مار مار کر رونے لگا جب کشتی نظر سے اوجھل ہو گئی تو گھوڑے پر سوار ہو اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوا خیمہ کے پردے چھُڑوا دیے لوگوں کا آنا جانا بند کیا اور باپ کی یاد میں دن بھر پڑا روتا رہا۔

شب چو وداعِ مہ و سیّارہ کرد — صبح دم از مہر قبا پارہ کرد
کوکبۂ شرق سوے شرق تافت — لشکرِ مغرب سوے مغرب شتافت
سرورِ مشرق بوداعِ پسر — گریہ کناں کرد ز دریا گذر
خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ — چوترہ بایستہ آرام گاہ
خلوت ازیں گونہ کہ محرم نبود — ہیچ کس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بُد از مصلحتِ ملک راز — یک بدگر ہر دو نمودند باز

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک   صحبتِ آلودہ رہا کن بخاک

ہوش بران نہ کہ شوے ہوشیار   تا کہ بغفلت نرود روزگار

غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ   خوابِ شبان ست - بلاے رمہ

شاہ بود از پئے پاسِ جہاں   خواب نشاید کہ کند پاسباں

چوں تو خوری بادہ کافور بو   پس غمِ گیتی کہ خورد ؟ خود بگو

پیشۂ تقویٰ ست پسندیدہ فر   از ہمہ - وز شاہ پسندیدہ تر

چوں ہمہ کس خدمتِ سلطاں کنند   ہرچہ ز سلطاں نگرند آں کنند

کوششِ پوشیدہ کن اندر شراب   تا نشود رکنِ شریعت خراب

شاہ بدیں گونہ بفرزندِ خویش   داد بسے زادِ نو - از پندِ خویش

ناصر الدین نے رو رو کر یہ نصیحتیں تمام کیں - آدھی رات ہو گئی تھی - قیام گاہ کو مراجعت فرمائی اور کہا کہ کل کوچ کا ارادہ ہے آخری وقت ملاقات کے لئے صبح پھر آؤں گا -

وداعی ملاقات

جدائی کی گھڑی آپہونچی - صبح دم دونوں لشکروں کا کوچ شروع ہو گیا - ڈیرے خیمے لدنے لگے ایک نے مشرق کی اور دوسرے نے مغرب کی راہ لی -

ناصر الدین رخصتی ملاقات کے لئے دریا پار اترا - یہاں کیقباد پہلے ہی سے باپ کے انتظار میں کمر بستہ کھڑا تھا - دونوں ایک چبوترہ پر جو اس ملاقات کے لئے مخصوص

آہ! کہ صبر از دل و تن می رود — خونِ من از دیدۂ من می رود
چون شغبِ نالہ ز غایت گذشت — گریہ و زاری ز نہایت گذشت
یک نفسے زاں نمط از ہوش رفت — کش سرِ فرزند زآغوش رفت
واں خلفِ پاک ہم از دردِ دل — خاکِ رہ از گریہ ہمی کرد گل
بستہ دل و جاں بوفاے پدر — دیدہ ہمی سود بپاے پدر
اشک فشاناں بدلِ دردناک — مردمکِ دیدہ فتادہ بخاک
ہر دو بجاں شیفتۂ یک دگر — دوختہ بودند نظر با نظر
روے بہم کردہ چنیں تا بدیر — ہیچ نگشتند ز دیدار سیر
عاقبت الامر در آں اتفاق — چونکہ ندیدند گزیر از فراق
ہر دو رخِ خوں شدہ عنّاب رنگ — یک دگر آغوش گرفتند تنگ
رفت پدر پاے بکشتی نہاد — دیدہ رواں از مژہ طوفاں کشاد
گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش — کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش
او شدہ زیں سو پسرِ دردمند — آہ برآورد ببانگِ بلند
گریہ ہمی کرد زمانے دراز — سوے پدر داشتہ چشمِ نیاز
راندہ ہمی از مژہ سیلابِ خوں — تا ز نظر کشتیِ شہ شد بروں
دید چو خالی محل از شاہِ خویش — رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش
رفت بہ لشکر درِ خرگاہ بست — وآمد و شد را ز میاں راہ بست

کاں چمن از خار[1] تہی کردنی ست   واں گلِ رنگیں بکف آوردنی ست

در حقِ ایں شو بکرم رہنموں   واں دگرے را بزمیں ریز خوں

آں ہمہ گفتارِ پدر کیقباد   دل نتواں گفت کہ درجاں نہاد

از پس آں، ہر دو بپا خاستند   عذر بد و نیک ہمی خواستند

خستہ پدر از دلِ پرخون و ریش   دست در آورد بدلبندِ خویش

نالہ ہمی کرد کہ اے جانِ من   جاں نہ از آنِ دگرے زانِ من

چوں تو شدی، دل زکہ جوید ترا   ویں بکہ گویم؟ کہ بگوید ترا

بے خبرم بہرِ تو، شب تا بروز   گر خبرت نیست چنینم مسوز

سوختہ شد جانِ غم اندوختہ   تا چہ شود؟ حالِ منِ سوختہ

کاش نبودی، دو سہ روزی وصال   تا نشدے دیدہ اسیرِ خیال

اے ز تو در دیدۂ تاریک نور!   مردمی کن مشو از دیدہ دور

صبر مفرما کہ صبوریم نیست   دور ز تو طاقتِ دوریم نیست

گرچہ ترا ہم کششے در دل ست   آنچہ کہ من می کشم آں مشکل ست

چند کنی از پئے رفتن شتاب   یک دمے از سوختگاں رو متاب

با تو اگر ہمرہیم مشکل ست   اشکِ منت ہمرہِ صد منزل ست

خامۂ من زیں پس و تحریرِ درد   اشکِ رواں پیکِ بیاباں نورد

---

[1] حضرت خسرو کے حسنِ اخلاق نے اُس شخص کا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مگر مورخین نے بالاتفاق بیان کیا ہے کہ ناصر الدین کی یہ آخری نصیحت ملک نظام الدین داربک کی نسبت تھی جو غصبِ سلطنت کی فکر میں تھا۱۲

پائے ستوراں بزمیں درشدہ　　گاوِ زمیں راسمِ شاں سرشدہ
بود بہرجاکہ نزولِ سپاہ　　تنگی جو بود و فراخی کاہ

سلطان کیقباد دلّی پہونچا

سلطانی لشکر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دلی پہونچا تو کوکبۂ شاہی بڑی شان وشوکت سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ ہاتھی گھوڑے سوار پیادے تیغ زن تیرانداز نیزہ بردار علم بردار جلو میں۔ رایت دولت کا پرچم اُڑتا ہوا سلطانِ جم جاہ گھوڑے پر سوار۔ سر پر چتر سیاہ کا سایہ گرداگرد برہنہ تلواریں قطار در قطار۔ اِس دہوم سے سواری درِ دولت پر پہونچی۔ رخشِ سلطانی کے قدموں پر بہت سا زروجواہر نثار کیا گیا۔ نقارے پر چوب پڑی شادیانے بجنے لگے مطربوں نے مبارک باد کا راگ الاپا۔ رقاصوں نے ناچنا شروع کیا۔ حضور والا گھوڑے کی باگ روکے یہ تماشا دیکھتے ہوے آہستہ آہستہ چل کر دولت خانے میں جا اُترے اُس وقت فرقِ مبارک پر رسمِ نثار ادا ہوئی زمین پر زروگوہر کا فرش ہوگیا۔ بخیر وعافیت سفر سے واپس آنے کی خوشی میں کئی دن تک شاہانہ جشن کئے انعام واکرام اور خیرات ومبرّات میں خزانے لٹائے۔

رخشِ طلب کردشہِ کامگار　　شد بگہِ چاشت بدولت سوار
از روشِ پیل گراں تاگراں　　سر بسرِ اندامِ زمیں شد گراں
صفِ سیاہ از علمِ سرخ وزرد　　نسخۂ[1] دیباچۂ نوروز کرد

---

[1] نسخہ کردن = نقل کرنا ۱۲

جامہ بفغاں یا دفغاں می درید جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید

کیقباد کی مراجعت دلّی کو

اودھ سے سلطان معزالدین کیقباد کے لشکر کا کوچ عین برسات کے موسم میں ہوا۔ آسمان پر گھٹا کا شامیانہ جنگل سبزہ زار دھان کے کھیت لہلہے باغوں میں آموں کی کثرت ندی نالے چڑھے ہوے۔ راہ رستے پانی کا تختہ بنے ہوے۔ گنگا کی گھاٹ تک یہی کیفیت تھی۔ کیچڑ پانی کی وجہ سے لشکر کے اونٹ گھوڑوں کی جان آفت میں تھی۔ منزل پر پہونچکر گھاس چارہ تو افراط سے ملتا لیکن دانہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید

تندیِ سیلاب زبالاے کوہ از شغب آورد زمیں را ستوہ

برق بہر سوے بتابے دگر دشت بہر جوے بآبے دگر

شالی سرسبز ندانم زچیست کآب گذشتش زسر آنگاہ زیست

غوطۂ مرغابیِ رعنا بجوے از سرِ طوفاں شدہ پایاب جوے[1]

آبِ رواں گشتہ بہر سایۂ یافتہ از میوہ زمیں مایۂ

ابر دُرافشاں بسرِ دریا نوال ابرشِ خود راند بدارالجلال

آب فراخ ہمہ رہ تا بہ گنگ آمدہ لشکر ہمہ از آب تنگ

---

[1] پایاب جوے۔ مرکب قافیہ ہے لفظ پایاب اور جوے بمعنی جوئندہ ۱۲

کے بعد سلطان ناصرالدین کی وہ نصیحت جو بوقت وداع کی تھی

درحقِ ایں تو بجرم رہنموں   واں دگرے را بزمیں ریزخوں

یاد رکھی اور اس پر عمل کیا۔ بعض سرداروں کو قید کر دیا بعض دامن کوہ کی طرف بھاگ کر آوارہ ہو گئے۔

فیروز خاں خلجی کو شایستہ خاں کا خطاب دے کر اقطاع برن (بلند شہر) سپرد کئے گئے[۱]۔

ملک نظام الدین اقطاع ملتان کے لئے نامزد ہوا۔ وہ بھی اس تغیّر کی لم سمجھ گیا جانے میں لیت ولعل کرتا رہا بعض مقربوں نے سلطان کے اشارہ سے کوئی چیز پلا کر اُس کا کام تمام کر دیا[۱]۔

یہ شخص بڑا مدبّر اور کارداں سردار تھا۔ مگر سلطنت کی ہوس اُس کے حق میں آخرکار زہر کا گھونٹ بن گئی۔

خسرو کی ملازمت کا حال بر سبیل اجمال

امیر صاحب دور معزی سے پہلے ملوک وخوانین کے ندیم اور درباری شاعر رہ چکے تھے اور ان کے کمال سخنوری کا شہرہ ایران وتوران تک پہونچ لیا تھا۔

وہ اوّل اوّل ملک چھجّو کے ندیم دلی میں رہے پھر شہزادہ بغرا خاں کے ندیم سامانہ میں رہے اور اُس کے ہمراہ سفر بنگال کیا۔ جب یہ شہزادہ سلطانِ لکھنوتی بنایا

---

[۱] تاریخ برنی وبدایونی ۱۲

شہ بتہِ چترِ سیہ می چمید — اوّلِ شب صبح دوم می دمید
تیغ بہ پیرامنِ چترش قطار — ابر یکے قطرۂ آبش ہزار
بود بیک جائے صفِ تیغ و تیر — ہم چو نیستاں بلبِ آب گیر
بانگِ روا رو کہ برآمد بلند — غلغلہ در گنبدِ گردوں فگند
کوکبۂ چوں فلک آراستہ — گردِ ظفر تا بہ فلک خاستہ
شاہ بدروازۂ دولت شتافت — داد بدروازہ کشادے کہ یافت
توسنِ شہ راز نثار افگناں — گشت مکلل بجواہر عناں
کوس خبر کرد بگوش از خروش — وز خبرش بیخبری یافت گوش
نغمۂ مطرب ز گلو گاہِ ساز — گوشِ نیوشندہ ہمی کرد باز
ماہوشاں چرخ زناں پای کوب — گشتہ بمو از رہِ شہ خاکروب
شاہ بنظّارۂ آں کارگاہ — نرم تریں راند فرس را براہ
نرم ہمی راند و عناں می کشید — تا بشرف خانۂ دولت رسید
بسکہ فشاندند ز ہر سو نثار — فرشِ زمیں شد ز درِ شاہوار
جشنِ فریدون و طرب گاہِ جم — تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم
از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج — خواستہ می داد و ہمی بُرد رنج

ملک نظام الدین کا انجام

امیر صاحب نے تو کیقباد کو دلّی پہونچا کر مثنوی کا قصّہ ختم کر دیا ہے۔ مگر تواریخ[1] سے ثابت ہے کہ کیقباد نے دلی پہونچنے

۱؎ تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

بانگِ ندیمانِ قصیدہ سرا　　بازرسانیدہ سخن بر سما

اس مجلس میں کہ دونوں بادشاہ و ملوک و امرا موجود تھے شعرا نے اپنے قصیدے سنائے غالباً طوطی ہند نے بھی اپنا قصیدہ سنایا ہوگا۔ اس قصیدہ کے منتخب اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

قصیدہ

زہے ملکِ خوش چوں دو سلطاں یکے شد　　زہے عہد خوش چوں دو پیماں یکے شد
دو چتر از دو سو سر بر آورد از در　　زمیں زاں دو ابرِ دُر افشاں یکے شد
پسر بادشاہ و پدر نیز سلطاں　　کنوں ملک بیں چوں دو سلطاں یکے شد
ز بہر جہاں داری و بادشاہی　　جہاں را دو شاہِ جہانباں یکے شد
یکے ناصرِ عہد محمود سلطاں　　کہ فرمانش در چار ارکاں یکے شد
دگر شہ معزّ جہاں کیقبادے　　کہ در ضبطش ایران و توراں یکے شد
بدیو و پری گوے اے بادا کاینک　　دو وارث بملکِ سلیماں یکے شد
کنوں روے در چیں نیارند ترکاں　　بہندوستاں چوں دو خاقاں یکے شد
بروں شد دوئی از سرِ ترک و ہندو　　کہ ہندوستاں با خراساں یکے شد
بصد میہمانی صلا داد عالم　　چو بر خوانِ شاہی دو مہماں یکے شد

خان جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت ملی | امیر صاحب اِسی مثنوی میں فرماتے

گیا تو امیر صاحب ترک ملازمت کر کے دلّی واپس چلے آئے بعد ازاں قاآن ملک سلطان محمد خاں کے پاس دربار ملتان میں رہے جس معرکے میں سلطان محمد خاں شہید ہوا خسرو اسیر مغل ہو گئے اس قید سے کسی طرح رہا ہو کر دلّی آئے۔ پھر اپنی والدہ اور عزیزوں کے ساتھ پٹیالی چلے گئے اور وہاں اُس زمانے تک مقیم رہے کہ سلطان معزالدین کیقباد تخت نشین ہوا اور اُس نے امیر صاحب کو دلّی بلایا لیکن اس اندیشہ سے کہ ملک نظام الدین ان کا مخالف تھا دربار معزّی میں جانا خلاف مصلحت سمجھا اور اس خطرہ سے بچنے کے لئے حاتم خاں خان جہاں کے پاس چلے گئے اور اُس کی ندیمی اختیار کر لی۔

حاتم خاں خان جہاں سلطان بلبن کا مولازادہ اور نامور سردار تھا۔ یہ امر تحقیق نہیں ہوا کہ جس وقت خسرو خانِ جہاں کے دربار میں گئے تو وہ کہاں تھا؟ اور کس عہدہ پر تھا؟ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ اودھ ہی میں کسی عہدہ پر تھا اور اودھ کے مجمع میں وہ اور اُس کے ساتھ خسرو بھی موجود تھے قصائد خسرو میں ایک قصیدہ ہے جو دربار اودھ کی تہنیت میں انشا کیا گیا ہے اِس قصیدہ سے بھی خانجہاں اور خسرو کا اس موقع پر موجود ہونا قرینِ قیاس ہے۔

سلطان ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں امیر صاحب فرماتے ہیں۔

صفِ حریفاں زدو جانب قطار ہریک از ایشاں ملک نامدار

میں بیقرار تھا مگر خانِ جہاں کے احسانات نے اُن کے لب پر مُہرِ خاموشی لگا رکھی تھی۔

آخر کار خان جہاں سے والدہ کی تاکید اور اپنی حالت عرض کی اُس نے بخوشی دل جانے کی اجازت دیدی اور دو کشتیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی بطور زادِ راہ پیش کیں۔

من ز پئے شرمِ خداوندِ خویش | رفتہ ز جائے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیرزنِ بسحہ سنج | ماندہ بدہلی ز فراقم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار | سوختہ داغِ منِ خام کار
در غم و زاری ز جدا ماندنم | نامہ نویساں ز پئے خواندنم
گرچہ دلم ہم زغمش بود ریش | چند گہے راہ ندادم بخویش
چوں کششِ سینہ ز غایت گذشت | ق | باعثۂ دل ز نہایت گذشت
حالِ خود و نامۂ اُمید وار | باز نمودم بخداوند گار
داد اجازت برضائے تمام | تا نہم اندر رہِ مقصود گام
خسروِ رہم زاں کفِ دریا اثر | گرم رواں کرد دو کشتیِ زر
تا ز چناں بخششِ مفلس پناہ | شکر کناں پائے نہادم براہ

خسرو کی روانگی اور دلی پہونچنا

اب خسرو کمر ہمت باندھ کر اودھ سے چل کھڑے ہوئے۔ غم مادر زادِ سفر ہے اور شوق وطن بدرقۂ راہ چلتے چلتے ایک مہینے

ہیں کہ جب لشکر کیقباد اودھ سے واپس چلا اور کنت پور کی حد میں پہونچا تو خان جہان کو اقطاع اودھ کی حکومت عطا ہوئی خسرو تو پہلے ہی سے اُس کے ملازم تھے اور وہ ان کا بڑا قدر دان و محسن تھا اِس لئے اُس کے ساتھ اودھ میں رہنا پڑا۔

باعَلَمِ فتح دراں راہِ دور — سایہ فشاں شد بحدِ کنت پور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز — گشت باقطاعِ اودھ سرفراز
ازکفِ جود و کرمِ حق شناس — کرد فراہم سپہِ بے قیاس
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں — کرد کرم آنچہ کہ بد پیش ازاں
تا زچناں بخششِ خاطر فریب — بندہ شدم لازمۂ آں رکیب
دراو دم بُرد ز لطفے چناں — کیست کہ از لطف بتابد عناں؟
غربت از احسانش چنانم گذشت — کم وطنِ اصل فراموش گشت
درا[1] اودھ از بخشش او تا دو سال — ہیچ غمِ کہ کرا[۱۲] ونالہ نبود ازمنال

خسرو کی رخصت دربار خان جہاں سے

امیر صاحب کو وطن سے جدا ہوئے قریب دو سال کے ہو گئے تھے مادر مہربان اُن کے فراق میں بے تاب تھیں پیہم خطوط بھیجتی تھیں کہ جلد آؤ اُن کا دل بھی وطن کی یاد

---

[1] اِس شعر میں قیام اودھ دو سال بیان کیا ہے لیکن یہ عرصہ کیقباد کی روانگی کے بعد سے اگر شمار کیا جائے تو حساب بالکل غلط بیٹھتا ہے۔ البتہ ۶۸۶ھ سے دو سال شمار ہو سکتے ہیں جبکہ خسرو خان جہاں کی ملازمت میں داخل ہوئے ہیں ۱۲

خسرو دربار معزی میں

خسرو شعرا کو دلی پہونچے دو ہی دن گذرے تھے کہ سلطان معزالدین کیقباد کو اُن کے آنے کی خبر لگی فوراً حاجب سلطانی دوڑا آیا کہ چلئے حضور نے یاد فرمایا ہے۔

یہ اُٹھے اور چلنے کی تیاری میں مصروف ہوئے اسی رواروی میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی مرتب کرلیا۔

مجلس خانۂ سلطانی میں پہونچکر آداب بجالاے مگر دل میں دھکڑ پکڑ تھی (شاید اس خیال سے کہ پٹیالی میں جو فرمانِ طلب پہونچا تھا اُس کی تعمیل نہیں کی تھی) خیر قصیدہ جیب سے نکالا اور بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔

قصیدہ

منت ایزد را کہ شہ بر تختِ سلطانی نشست
در دماغِ سلطنت بادِ سلیمانی نشست

شہ معزالدین والدنیا کہ از دیوانِ غیب
نام او بر نامۂ دولت بعنوانی نشست

کیقباد آں گوہرِ تاجِ کیاں کز زخمِ تیغ
باج از ایراں بستد و بر تختِ تورانی نشست

بخت را بنمود کایں پیشانیِ دولت گراست؟
تاج زرینش کہ بر بالاے پیشانی نشست

قصۂ دریا نگر بر گوہرِ والاے خویش
تا بگستاخی چرا بر تاجِ سلطانی نشست!

بر سرش چوں سائباں شد چتر می گفت آسماں
سایہ را دیدی کہ با خورشیدِ نورانی نشست

تیز نتواند بعالم دیدن اکنوں آفتاب
چوں ز چترش عالمے در ظلِ سلطانی نشست

انس و جاں از مہر گردوں در خیال افتادہ اند
مہر او تا در خیالِ انسی و جانی نشست

میں دلّی پہونچے وطن کے درودیوار کو دیکھکر اور دوست آشناؤں سے ملکر دل باغ باغ ہوا۔

پیاری اماں کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اُس غم زدہ نے رو رو کر پیار کیا کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی۔ بیٹے کے بخیر و عافیت پہونچنے کی منت مان رکھی تھی اب مراد پوری ہوئی تو وہ منّت بھی پوری کی۔

شوق کشاں کرد گریبانِ من — گریہ زدہ دست بدامانِ من
حاملِ خوں کرد غمِ مادرم — زادِ ہمیں بود براہ اندرم
قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز — بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز
یک مہِ کامل بکشیدم عناں — راہ چنیں بود دو شش آنچناں
ہم چو مہِ عید خوش و شاد بہر — در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر
خندہ زناں ہمچو گلِ بوستاں — چشم کشادم برخِ دوستاں
مرغِ خزاں دیدہ بہ بُستاں رسید — تشنہ بسر چشمۂ حیواں رسید
مُردہ دل از حالِ پریشانِ خویش — زندہ شد از دیدنِ خویشانِ خویش
دیدہ نہادم بہزاران نیاز — بر قدمِ مادرِ آزرم ساز
مہربان ۱۲
مادرِ من خستۂ تیمارِ من — ق — چوں نظر افگند بدیدارِ من
پردہ ز روئے شفقت برگرفت — اشک فشاناں سَرِ من در گرفت
داد سکونے دلِ آشفتہ را — کرد وفا نذرِ پذیرفتہ را

خاستم و برگِ شدن ساختم — محمدتے تازہ بپرداختم
رفتم و رُخسارہ نہادم بخاک — تن ادب آموز و دل اندیشناک
نقشِ طرازیدہ کشادم زبند — کردمش انشا و بانگِ بلند
شہ چو دُرِ چیدۂ من دیدہ تر — مُہرہ بچید از نُدماے دگر
داد باحسان رہی بردرم — جامگی خاص و دو بدرہ درم

قصیدہ مدحیہ ۱۲ — پڑھنا ۱۲ — تنخواہ ۱۲

کیقباد کی فرمایش جب بادشاہ اپنے بذل و کرم سے خسرو کو ممنون کر چکا تو اِن کے کمال سخنوری کی ستایش کے بعد کہا کہ تمہارے فن سے ہماری بھی ایک غرض متعلّق ہے اگر تم فکرِ سخن کرو تو ہماری خواہش پوری ہوسکتی ہے۔ پھر ہم بھی اس کا اتنا صِلہ دیں گے کہ آیندہ طلبِ مال و زر سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔ خسرو نے عرض کیا کہ حضورِ والا! میں تو یہی ٹوٹی پھوٹی فارسی جانتا ہوں اگر اس سے وہ غرض پوری ہو سکے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا سلطان نے کہا "میری خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف گوارا کر کے میری اور میرے باپ کی ملاقات کا حال اور جو ماجرا میرے اور اُن کے درمیان گذرا ہے ایسی سحر بیانی سے نظم کرو کہ باپ کی مفارقت جس وقت مجکو پریشان کرے وہ نظم پڑھ کر دل کو تسلّی دے لیا کروں"

اتنا کہہ کر خازنِ دولت کو اشارہ کیا وہ خسرو کو اپنے ساتھ لے گیا اور اشرفیاں اور خلعتِ شاہانہ دیا۔

گفت کہ "اے ختمِ سخن پروراں! ق — ریزہ خورِ خوانچۂ تو دیگراں

تا غبار با د پایش چشمِ جاں را سرمہ داد | خاک را بر منتِ ہر دیدہ تابانی نشست
از زبانِ تیغ تا از بہرِ سرہا شانہ ساخت | در سرِ ہر کس کہ بد موئے پریشانی نشست
روزِ ہیجا از خیالِ ناوکِ ترکانِ او | نیستانی در دلِ شیرِ نیستانی نشست
در دلِ بدخواہ پیکانش کہ از خوں لعل گشت | گوئیا در سنگِ خارا لعلِ پیکانی نشست
ابر دستا! داد در دستت خدا تیغے چو آب | تا غبارِ کافر از راہِ مسلمانی نشست
چوں بہ تختِ سلطنت بنشستی از حکمِ ازل | تا ابد بنشیں کہ آنجا ہم تو میدانی نشست
زاں کمرہائے مرصع کز تو بربستند خلق | ہر بزرگے تا کمر در گوہرِ کانی نشست
ابر صد بار آبروئے خویش را بر خاک ریخت | پیشِ ابرِ دستِ تو کاندر دُر افشانی نشست
بر درِ قصرِ چو فردوسِ تو رضوانِ بہشت | شاخِ طوبیٰ را عصا کردو بدربانی نشست
دید قصرِ شاہ را با برجِ جوزا ہم کمر | بندہ خسرو چوں عطارد در ثنا خوانی نشست

چشمِ تو بیدارِ دولت باد تا از عونِ بخت!
جملہ بیداراں بخسپند و تو بتوانی نشست

بادشاہ کو ان کا کلام ایسا پسند آیا کہ تمام شعرائے دربار اُس کی نظر میں ہلکے پڑ گئے از راہ بندہ پروری اِن کا وظیفہ مقرر کیا اور دو بدرے درم کے نقد عنایت فرمائے اور اپنے ندیمانِ خاص کے زمرے میں منسلک کر لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

بعد دو روزے کہ رسیدم ز راہ | زآمدنم زود خبر شد بشاہ
حاجبے آمد بشتابندگی | داد نویدم بصفِ بندگی

کنج عزلت اختیار کیا اور سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ یار و مددگار تھے تو یہی قلم دوات اور کاغذ۔ ۳۶ سال کی عمر تھی اور فکر سخن کا دریا جوش و خروش پر۔ تین مہینے تک شب و روز محنت کرکے مثنوی کا خاکہ کھینچ لیا اور تین مہینے اس کی کتابت و آرایش و پیرایش میں صرف کئے۔ غرض کہ چھ مہینے میں اس مثنوی کو سلطان معزالدین کیقباد کے مطالعہ کے قابل بنا دیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور سنہ ۶۸۸ھ۔

از در شہ باہمہ شرمندگی   آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ از بارِ گہر گردنم   فرض شدہ خدمتِ شہ کردنم
گوشہ گرفتم ورقِ دل بدست   عقل سراسیمہ و اندیشہ مست
روے نہاں کردم از ابنای جنس   نے غلطم بلکہ خود از جن و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود   آتشِ طبعم بقلم داد دود
چوں بتوکل شدم اندیشہ سنج   سینۂ خاکیم بروں داد گنج
ہمت مردانہ بہ بستم بکار   ریختم از خامہ دُرِ شاہوار
باز نیامد قلم تا ۳ ماہ   روز و شب از نقش سپید و سیاہ
تا ز دلِ کم ہنر و طبعِ سست   راست شد این چند خطِ نادرست
ساختہ گشت از روشِ خامۂ   از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ
در رمضان شد بسعادت تمام   یافت قِراں نامۂ سعدین نام
آنچہ بتاریخ ز ہجرت گذشت   بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت
سنہ ۶۸۸

ازدلِ پاکت کہ ہنر پرور ست | ہمت ما را طلبے در سر ست
گر تو دریں فن کنی اندیشہ چیست | از تو شود خواستۂ من درست
خواستہ چندانت رسانم ز گنج | کز پۓ خواہش نبری ہیچ رنج"
گفتمش "اے تاجورِ جم جناب! | بخت ندیدہ چو تو شاہے بخواب
من کہ بوُم داعی مدحت طراز | تا چو توے را بمن آید نیاز
باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے | ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
حاصلم از طبعِ کژ و فکرِ سست | نیست مگر پارسیِ نادرست
گر غرضِ شاہ برآید بداں | دولتِ من روے نماید بداں"
گفت "چناں بایدم اے سحر سنج! | کز پئے من روے نہ پیچی ز رنج
جسمِ سخن را بہنر جاں دہی | شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی
نظم کنی جملہ بسحرِ زباں | قصۂ من با پدرِ مہرباں
تا اگرم ہجر در آرد ز پاے | آیدم از خواندنِ آں دل بجاے"
ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود | از نظرِ لطف اشارت نمود
بُرد مرا خازنِ دولت چو باد | مُہرِ زر و خلعت شاہا نیم داد

تصنیف مثنوی چونکہ یہ الطافِ شاہانہ بغیر سابقہ خدمت تھے اِس لئے خسرو شرمندۂ احسان ہوکر بارگاہ سلطانی سے اپنے گھر آئے اب تو جو خدمت سپرد ہوئی تھی اُس کی بجاآوری فرض ہوگئی۔

تین ہزار نو سو چوالیس ۳۹۴۴ بیتیں ہیں۔ نسّاخین سے درخواست کی ہے کہ ان میں سے کوئی بیت کم نکریں کیونکہ اس شخص کو بڑی تکلیف ہوتی ہے جس کا فرزند گم ہو جاتا ہے :-

من چو نکردم عددش از نخست — گم شد و سرمایہ نماندش درست
گشت ضرورت کہ کنونش بعقد — بستم و دادم بامینانِ نقد
تا چو دریں بنگری اے ہوشمند! — بیش و کمش باز شناسی کہ چند
ورزجمل باز کشائی شمار — نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار ۳۹۴۴
خواہش از خامہ زنانِ گزیں — آنکہ نگردد ورقے کم ازیں
زانکہ خراشیدۂ مردم بود — آہ کسے اکِش خلفش گم بود

اس بیان سے یہ بھی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خاتمہ اختتام مثنوی سے ایک مدّت بعد لکھا گیا ہے۔

وصف نگاری

وصف اشیا کی نسبت کہتے ہیں کہ "کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ صفات اشیا بیان کرکے اس کا نام مجمعِ اوصاف رکھوں طرز سخن میں یہ ایک نئی ایجاد ہوگی چنانچہ اس مثنوی کے ضمن میں وہ خیال پورا کیا ہے آیندہ اس مضمون پر قلم اٹھانے کا ارادہ نہیں ہے"

بود در اندیشۂ من چند گاہ — کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ ق
چند صفت گویم و آبش دہم — مجمعِ اوصاف خطابش دہم

سالِ من امروز اگر بر رسی ‎ ‎ ‎ راست بگویم ہمہ شش بود وسی[۳۶]

زیں نمط آراستہ بکرے چو ماہ ‎ ‎ ‎ باد قبولِ دلِ دانائے شاہ

خاتمۂ مثنوی خسرو نے اس مثنوی کا ایک طولانی خاتمہ لکھا ہے جو مختلف مضامین پر مشتمل ہی۔ اُس کے مطالعہ سے اس مثنوی کی نسبت اور حضرت خسرو کی عادات و اخلاق کے بارے میں بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان معلومات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:۔

اپنی محنت اس مثنوی کی تصنیف میں خسرو نے جو محنت اٹھائی ہے اُس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ یہ مضامین میں نے خون جگر پی کر اور پیشانی کا پسینہ بہا کر پیدا کئے یہ مجھکو ایسے عزیز ہیں کہ کبھی ان کو جگر میں رکھتا ہوں کبھی پیشانی پر جگہ دیتا ہوں۔

کس چہ شناسد کہ چہ خوں خوردہ ام ‎ ‎ ‎ کایں گہر از حقّہ برآوردہ ام

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر ‎ ‎ ‎ از خوے پیشانی و خونِ جگر

تا ہم از فکرتِ پنہانیش ‎ ‎ ‎ گہ بجگر گاہ بہ پیشانیش

تعداد اشعار مثنوی اس مثنوی کے اشعار کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے اوّل بار گنتی نہیں کی تھی اُن میں سے کسی قدر کم ہوگئے ہیں اب حساب کر کے امانت دار لوگوں کو ایک مثنوی سپرد کر دی ہے اُس کے مقابلہ سے کمی و بیشی کا اندازہ ہو سکے گا۔

آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش | زخم زناں بروے ز اندازہ خویش
ہر گل و خارے کہ رسد زیں خیال | نے خوش ازاں گردم و نی رنجہ زال
ہر چہ ستایش کنندم مرد ہوش | گرچہ بود راست نیارم بگوش
زانکہ چو زیں فن بغرور اوفتم | ترسم ازیں مرتبہ دور اوفتم
چرب زبانی نبود سودمند | طفل بود کش بفریبی بہ قند
آنکہ شناسندۂ ایں گوہر ست | گر ہمہ نفریں کنندم در خور ست

حسّاد کا ذکر خسرو کی شہرت اور کلام کی خوبی دیکھ کر جو لوگ جلے مرتے تھے اُن کا ذکر بھی نہایت ٹھنڈے دل اور حکیمانہ انداز سے کیا ہے۔

باز کسے را کہ حسد رہ زند | زخمہ دریں رہ نہ یکے وہ زند
گر مثل صد ہنر آرم زغیب | ہیچ نگاہے نکند جز بعیب
صد سخنِ راست نگیرد بہیچ | یک رقمِ کژ کند انگشت پیچ
گر بہ ازیں ہست گہر سفتنش | عیب بود عیبِ کساں گفتنش
ور کم ازیں مایہ رسیدش زغیب | طفلِ رہِ ماست ز طفلاں چہ عیب؟

مدح گوئی سے بیزاری اور محتشمانِ زمانہ کی شکایت خسرو شعرائے دَورِ معزّی کے اُمرا پر سختی سے ساتھ لے دے کی ہے۔ مگر کسی خاص شخص پر حملہ نہیں کیا بلکہ عام شکایت ہے۔

تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ اِس عہد میں اکابر و معارف اور شریف النفس اُمرا

مگر میں تازہ مضامین زبان پر لانے سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ لوگ سنتے ہی چوری کر لیتے ہیں اور لطف یہ کہ خود مجھ سے ہی اُس کی داد چاہتے ہیں میں شرماتا ہوں اور ان کی تعریف کر دیتا ہوں مگر وہ چور ہو کر بھی ذرا نہیں شرماتے ؏

ہر صفتے راکہ برانگیختم — شعبدۂ تازہ در روریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس — در نزدم دست بحلوائے کس
دزد نیم خانہ بُرِ دیگرے — خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
ہرچہ کہ از دل دُرِ مکنوں کشم — زہرہ آں نیست کہ بیروں کشم
زانکہ نگہہ می کنم از ھر کراں — ایمنیم نیست زغارت گراں
دزدِ متاعِ من و با من بجوش — شاں بزباں آوری و من خموش
نقدِ مرا پیشِ من آرند راست — من کنم احسنت کز آنِ شماست
شرم ندارند و بخوانند گرم — با من و من ہیچ نگویم ز شرم
طرفہ کہ شان دزدِ من از شرم پاک — حاجب کالا من و من شرمناک

معارضین کا ذکر خسرو نے اپنے معارضین کا ذکر نہایت سنجیدگی و تحمّل کے ساتھ کیا ہے :-

آنکہ بنقصانِ خیالِ منند — جملہ گواہانِ کمالِ منند
بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس — بے ہنراں را نکند یاد کس
در سخن افتد ہمہ را پیچ پیچ — چوں سخنے نیست چگویند؟ ہیچ

پشت بخویم نہ پناہے زکس — چوں بخداوند کنم روے وبس

مثنویاتِ نظامی کی ثنا و صفت

امیر صاحب خواجہ نظامی گنجوی کو صنف مثنوی کا اُستاد کامل مانتے ہیں اُن کی مثنویات کی خوبیوں کے معترف ہیں اور اپنے لئے بہتر طریقہ نظامی کی تقلید خیال کرتے ہیں

ور ہوسِ مثنویت در دل ست — حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست

ور روشے کز تو نیاید مرو — گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر — وز دُرِ او سر بسر آفاق پر

پختہ ازو شد چو معانی تمام — خام بود پختنِ سودائے خام

بگذر ازیں خانہ کہ جائے تو نیست — ویں رہِ باریک بہ پائے تو نیست

گفتۂ او را شنو و گوش باش — گفتِ مرا بشنو و خاموش باش

سحر ورانے کہ درو دیدہ اند — خاموشیِ خویش پسندیدہ اند

مثنوی او راست ثنائے بگو — بشنوش از دور و دعائے بگو

ور ہوست می نگذارد عناں — می کشدت دل بخیالِ چناں

کوشش آں کن کہ دریں راہِ تنگ — زاں گلِ تر بوے دہندت نہ رنگ

سوزِ سخن را نہ بہ خامی طلب — پختگیش ہم ز نظامی طلب

وملوک عزلت گزیں ہو گئے تھے۔ سفلے دون ہمّت اور جاہ طلب بادشاہ کے مقرب اور کاروبار میں دخیل تھے یہ صاف گوئی خسرو کی دلیری اور اخلاقی جرات کی بیّن دلیل ہے۔

گرمی دل نیست چو حاصل مرا | سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تا کے دریں شیوہ بہ ننگے شوم | بے غرض آماج خدنگے شوم
نام گدائے کنم اسکندرے | خلعت عیسیٰ فگنم بر خرے
محتشمانند دریں روزگار | مس بزرانند و دُہ ناقص عیار
کوردل از دولت و کوتہ نظر | دولتِ شاں از دلِ شاں کورتر
گوش گرانے ہمہ ناموس جوے | سفلہ وش و دوں صفت و تنگ خوے
بے کرمے نام فروشی کنند | بے گہرے مرتبہ کوشی کنند
خوردہ بدرویش نیازند بیش | بیش رسانند بدانجا کہ بیش
گر برسانند دمثل، بر گدائے | یک درمے دہ طلبند از خدائے

پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

ایں سخن چند کہ بیخواست ست | شاعری نیست ہمہ راست ست
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ | جز بخدا یا بدر بادشاہ
ہرچہ بگفتم ز کسے باک نیست | زہر بخوردم غم تریاک نیست
نیّت آں دارم ازیں پس بہ راز | کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

امیر صاحب خود اپنی طرف سے خطاب کرتے ہیں :-

لیک اگر پندِ من آری بگوش — مصلحت آن ست کہ مانی خموش
چل شدو در پنجہت آمد نشست — پیش ببیں بیش کہ افتی بہ پست
نوبتِ تو بہ است گرانی مکن — روئے بہ پیری ست جوانی مکن

لیکن اس خاتمہ کا آخر صفحہ (جہاں اس مثنوی کی نسبت چند دعائیں مانگی ہیں اور سلطان کیقباد کے حضور میں اُس کی مقبولیت اور شہرت کی توقع ظاہر کی ہو) خاتمہ کی نسبت پھر اُلجھن پیدا کرتا ہو :-

بارخدایا! منِ غافل بہ راز — ق — ایں ورقِ سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمالِ من ست — عاقبت الامر وبالِ من ست
عفو کن آں را کہ زِ بنائے تو نیست — توبہ دہ از ہرچہ برائے تو نیست
چوں زِ تو شد ایں ہمہ ناچیز چیز — ہم تو کنی در دلِ خلقے عزیز
عیب شناساں بہ کمینِ من اند — بے ہنراں جملہ بہ کینِ من اند
تو بکرم عیبِ مرا عیب کوش — در نظرِ عیب شناساں بپوش
بو کہ برآرد بہ چنیں نامہ نام — بر درِ شہ خدمتِ من والسلام

یہ اخیر شعر اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ ابھی سلطان کیقباد زندہ ہو۔ تو یہ اُسی زمانے کی تحریر ہو جب کہ مثنوی لکھی گئی ہو۔

ان اختلافات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خاتمہ کا آخر حصہ مثنوی کے

سوزِ تکلّف خس و خاکستر ست   چاشنیِ سوختگاں دیگر ست

غزلِ سعدی کی ثنا وصفت

امیر صاحب صنفِ غزل میں سعدی کے معتقد مدّاح اور مقلّد ہیں۔

ور غزلت یادِ جوانی دھد   ور خوشیِ طبع نشانی دھد

تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند   ہر چہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند

نوبتِ سعدی کہ مبادا کہن !   شرم نداری کہ بگوئی سخن

اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ

اگر مصنّف نے کچھ تصریح نہ کی ہو تو عام دستور کے مطابق یہ ہی خیال کیا جائے گا کہ خاتمہ کتاب اور اصل کتاب کی تسوید کا ایک ہی زمانہ ہے۔ لیکن (تعداد اشعار مثنوی) کے عنوان میں ہم اپنا شبہ ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ خاتمہ مثنوی سے ایک عرصہ بعد کا معلوم ہوتا ہے۔

آگے چل کر ذیل کے اشعار صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت خسرو کی عمر چالیس[۴۰] سے گذر کر پچاس[۵۰] تک پہونچ گئی ہے مثنوی کہی تھی چھتیس[۳۶] سال کی عمر میں۔ تو خاتمہ چودہ برس بعد کا ہوا۔

مثنوی کا صلۂ موعود دینے سے باز رکھا۔ اگر دیا ہوتا تو خسرو علیہ الرحمۃ اُس کا ذکر شکریہ کے ساتھ دیباچہ غرۃ الکمال میں ضرور کرتے جہاں سلطان کیقباد کی وفات کا تذکرہ کیا ہی۔

کلام پر ایک نظر

اب تک ہم نے اس مثنوی کے اصل قصّے اور اُس کے متعلقات پر نظر کی ہی۔ ابھی اس مثنوی کی نظم و ترتیب اور محاسن کلام کا مطالعہ کرنا باقی ہی یہ کام اب شروع کرتی ہیں وما توفیقی الّا باللّٰہ

خصائصِ مثنوی اس مثنوی کی ترتیب میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن سے شعرائے عجم کی مثنویات خالی ہیں۔ لیکن یہ خصوصیات لوازم مثنوی میں شمار نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ یہ خسروؒ کی جدت آفرینی ہی کہ اس مثنوی کو دلآویز بنانے کی غرض سے اختیار کی ہی۔

(۱) نظم عنوان (۲) تضمین غزل (۳) وصف اشیا

نظم عنوان مثنوی میں اکثر قصص، تاریخ، اخلاق، تصوف یا کوئی خاص بیان کیا جاتا ہی اور جب مضمون طویل ہوتا ہی تو اُس کی تقسیم فصول و ابواب یا داستانوں میں کیجاتی ہی اور ہر فصل یا داستان کا عنوان نثر میں ہوتا ہی۔ یہ قدیم دستور ہی۔ مگر خسرو نے اس مثنوی میں ہر داستان کا عنوان بھی نظم کیا ہی۔ اگر کل اشعار عنوان جمع کیجئے تو ایک قصیدہ ۳۷ شعر کا مرتب ہو جائے گا جس کی بحر مثنوی کی بحر سے مختلف ہی اور بحر ایسی اختیار کی ہی جس میں مضمون عنوان کی گنجائش بخوبی ہو سکتی ہی چند

ساتھ ساتھ لکھا گیا اور پہلا حصّہ بعد میں اضافہ کیا ہوگا جب کہ خسرو علیہ الرحمۃ کی عمر ۵۰ سال کی ہوگئی تھی۔

کیقباد کا انجام | کیقباد جب اَودھ سے روانہ ہوا تھا تو باپ کی نصیحتیں چند روز یاد رکھیں راگ رنگ کی تعطیل کردی۔ تسبیح و مصلّا سنبھالا۔ مگر ارباب نشاط کی فوجِ قاہرہ لشکر کے ہمراہ چلی آتی تھی جس نے ہفتہ عشرہ ہی میں سلطان کو مغلوب کرلیا۔ اور اثناءِ سفر ہی میں توبہ ٹوٹ گئی[1] ؎

آفتِ زہد و توبہ شد ترک شرابخوارِ من　　　یارگر او ست کے بود توبہ و زہد یارِ من

دلّی میں سامانِ شوق کی کیا کمی تھی۔ جو مشاغل پہلے تھے وہی اب تھے اس رندی و بادہ خواری نے عین جوانی میں اُس کو پیرِ ناتواں بنا دیا۔ عوارضِ جسمانی لاحق ہوئے۔ آخرکار لقوہ اور فالج نے حس و حرکت سے معذور کردیا۔ کچھ عرصہ تک علاج ہوتا رہا۔

اوائل ۶۸۹ھ میں دم واپسیں آپہنچا اور اُس کی عبرت انگیز شمع زندگی گل ہوگئی اور سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے تُرکوں کے خاندان سے خلجیوں میں منتقل ہوگئی۔

یہ مثنوی کیقباد نے بڑے شوق سے تصنیف کرائی تھی۔ معلوم نہیں اس کی سیر نصیب ہوئی یا نہیں۔ غالباً مرض الموت کی تکلیفات نے اُس کو

---

[1] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

شروع کردیتے ہیں۔

تضمین غزل خواجہ نظامی سکندر نامے کی داستانوں کے آخر میں دو چار شعر خیالی ساقی کی مخاطبت میں لکھتے اور اس سے بادہ و پیمانے کی خواہش کرتے ہیں خسرو نے سلطان کیقباد کے اصلی ساقی و مغنی سے کام لیا ہے اور اُسی کے ساتھ ایک حالیہ غزل بھی تضمین کی ہے۔

مثنوی میں غزل کا اضافہ:۔

دو تین غزلوں کے اشعار تو اصل قصے کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں چند دیگر غزلوں کے چیدہ اشعار مع ساقی نامہ و مغنی نامہ یہاں نقل کرتے ہیں:۔

۱۔ فصل دے یعنی موسم سرما کی صفت کے بعد ایک غزل اپنے حسب حال کہی ہے جس کے مقطع میں حسنِ طلب بھی ہے:۔

چاکر او گشتہ سکندر بہ رزم　　ساقیِ او خضر بہنگام بزم
بندہ زیادش بہمہ حال شاد　　ویں غزل از حالِ منش دا دیاد

غزل

شد ہوا گرم کنوں آتش و خرگاہ کجاست　　بادۂ روشن و رخسارۂ دل خواہ کجاست؟
آتش اینک دل و می گریۂ خونیں تنِ من　　خرگہ گرم و لے ماہ بخرگاہ کجاست؟

کتنا مضمون اس شعر میں کھپایا ہے! یعنی میرا دلِ سوختہ آگ بن گیا ہے اور خون کے آنسو میرے لئے بجائے شراب ہیں اور میرا جسم گرم خیمہ کی مانند ہے مگر افسوس ہے

اشعارِ عنوان بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں ؎

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوندِ جہاں | بر سرِ نامہ زحمد نوشتم عنواں
نامِ ایں نامہ والاست قرانُ السعدین | کز بلندیش بسعدین سپہرست قراں
در تضرع بدرِ حق کہ گنہگاراں را | داد بارانِ گنہ شوے زعینِ غفراں
نعتِ سلطانِ رسل آنکہ مسیحا بدرش | پردہ داری ست نشستہ زپسِ شادرواں
وصفِ معراجِ پیمبر کہ بشب روشن شد | سراسراش[5] ززلفِ سیہ مشک فشاں
۵- مدحتِ شاہ کہ نامش بفلک رفت چنانکہ | نقشِ آں داغ شدہ خنگِ فلک را بر راں
درخطاب شہِ عالم کہ بسلکِ خدمش | آیم و ایں گہر چند فشانم ز زباں
۶- صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم | ہست منشور وے از حرسہا اللہ نشاں
صفتِ مسجدِ جامع کہ چناں ست درو | شجرۂ طیبہ ہر سوے چو طوبیٰ بجناں
صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعت سنگش | از پۓ خنجرِ خورشید شدہ سنگ فشاں
۱۰- صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی | ریختہ دستِ فلک زآبِ خضر صورتِ جاں

اس دسویں عنوان کے تحت میں اوّل تو صفتِ شہر کی طرف بازگشت ہے جس کا بیان عنوان ہفتم میں بھی ہو چکا ہے۔ علاوہ بریں کئی اور مضمون بلا عنوان ہیں مثلاً صفت مردم شہر۔ کیقباد کی تخت نشینی۔ ناصرالدین کی لشکر کشی اودھ پر۔ اور یہ بات اور جگہ بھی پائی جاتی ہے کہ صفت نگاری کے بعد اصل قصے کو بلا عنوان

---

[5] اشارہ ہے اس آیۂ کریمہ کی طرف سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الخ لفظ اسریٰ جو اس آیت میں آیا ہے فعل ماضی ہے جس کا مصدر اسرا ہے جس کے معنی ہیں بشب راہ رفتن۔ راتوں رات چلنا

من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ ستم گشتم | ہنوز آں شہسوارِ من سرِ جولاں گری دارد
مسلماناں! نگہدارید بیچارہ دلِ خود را | کہ تیر اندازِ من مست ست و کیشِ[1] کافری دارد
توئی دیوانہ وش جاناں کہ داری سایۂ گیسو | دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیب پری دارد
مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکند جانم | نمی گوید "بکش" لیکن سخن در لاغری دارد
بہ بدنامی بر آمد نامِ خسرو گر نپے دیدہ | نہ یک تر دامنی دارد کہ صد دامن تری دارد

تردامنی کے معنی ہیں گناہ۔ اسی لفظ کو اُلٹ کر مقدارِ گناہ ظاہر کی ہے اور یہ کمال سخنوری ہے۔

۳۔ موسم خزاں کی صفت کے بعد

چنگ نوازن بہ ہوا سر کشید | چنگ نوازندہ نوا بر کشید
گفت بر آہنگ نمط[2] ہائے تنگ | ایں غزلِ نغز بر آوا زِ چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گلِ گلزار برفت | سرخ روئی زرخِ لالہ و گلنار برفت

(پت جھڑ کا موسم آگیا۔ گل و گلزار کا سامان رخصت ہوا۔ لالہ اور انار کے پھولوں کی سُرخی جاتی رہی)

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند | صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت

(اگرچہ دل کا خون بہت نکل چکا۔ پھر بھی تھوڑا باقی ہے۔ لیکن صبر تھوڑا بہت جو کچھ تھا وہ سب جاتا رہا یعنی بالکل نہیں رہا)

---

[1] کیش، مذہب و تیردان۔ اس دوسرے معنی سے ایہام کیا ہے ۱۲ [2] نمط ہائے تنگ راگ کے باریک پردے ۱۲

کہ اس خیمہ کے اندر معشوق ماہرو نہیں ہے۔

دی ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بخاک   گفت یارب کہ کجا پاے نہم؟ راہ کجاست

(وہ کل جاتا تھا اور بہت سی آنکھیں فرش رہ بنگئی تھیں۔ بولا خدایا! کہاں پاؤں رکھوں؟ ان آنکھوں کے ہجوم میں تو رستہ ہی نہیں ملتا!)

مصرعۂ آخر میں جو تعجب ظاہر کیا ہے وہ نہایت پرلطف ہے ؎

ماہِ من! کور شد ایں دیدہ ز بیداری شب   آخر از زلف نہ پرسی کہ سحرگاہ کجاست؟

(صبح کے انتظار میں رات بھر جاگتے جاگتے ہماری تو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آخر تو اپنی زلف سے کیوں نہیں پوچھتا کہ وقتِ سحر کہاں ہے؟ (یعنی) تیری زلفِ سیاہ نے یہ اندھیر ڈال رکھا ہے وہ سرکے اور تیرا رُخِ تاباں کھلے تو صبح نمودار ہو)

عزمِ حج دارد خسرو زپے توبۂ عشق   توشۂ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست؟

(خسرو کا ارادہ یہ ہے کہ حج کو جائے اور وہاں جاکر عشق سے توبہ کرے۔ لیکن زادِ راہ تو یہی غمِ دل ہے (اس سے کیا گزارہ ہوگا) کوئی یہ تو بتاؤ کہ بارگاہِ سلطانی کہاں ہے؟ (وہیں سے کچھ مانگ لونگا))

۲۔ جب کیقباد کے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی:۔

جملۂ عالم بوفا جوئیش   خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

ایں غزل از مطربِ موزوں اصول   یافتہ در گوشِ ہمایوں قبول

غزل

۱ سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد   دلِ من بُرد پار۔ امسال با جاں داوری دارد

اپنے آگے آگے لانا]

در بنیش کہ مست بود خفتنش مدہ
ہم ہمچنانش مست بزدِ من آر خوش

من مستِ خوش حریفی اویم کہ آں حریف
سرخوش[1] خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش

سروِ پیادہ[2] خوش بود اندر چمن ولیک
آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

از وے خوش ست برشکنی[3] ہا براہ ناز
وز خسروِ شکستہ فغاں ہاے زار خوش

۵- جب وزرا سیران مغل کا قتل ہوا ہی اور بادشاہ نے جشن منایا ہی یہ غزل اُس قصے کے ذیل میں تضمین کی ہی اور اشعار کا مضمون مقتولین کی زبان سے ادا کیا ہے۔

نورِ نشاط از افقِ جام تافت
شہ زمے وے زلبش کام یافت

بادہ ہمہ وقت بشادی و ناز
بادہ کش و خصم کُش و بزم ساز

گفت ہمی زہرہ بربط زنش
ایں غزلِ تر زِ زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برہم
تیر بکشاے کز نظر برہم

آشکارا بکش کہ تا بارے
ہم زسر ہم ز دردِ سر برہم

وہ کہ شب درمیاں کنم ہردم
از تو روزے کہ اے پسر برہم

[اے لڑکے! جب ذرا تیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ اب تو شب درمیان ہے

---

[1] سرخوش جس کو تھوڑا نشہ ہو- مست جس کو زرا زیادہ نشہ ہو- سیہ مست جس کو بہت زیادہ نشہ ہو ۱۲
[2] سرو پیادہ چھوٹے قد کا سرو ۱۲ [3] برشکنی- موہ پھیرنا- روٹھ جانا ۱۲

ہر چہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو — اندریں غارتِ غم۔ جملہ بیک بار برفت

(عقل کا سرمایہ جو کچھ میں نے عمر بھر میں تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا اس غم کی لوٹ میں دفعتہً سب غارت ہو گیا)

۴۔ صفتِ بہار کے تحت میں۔

شاہ دریں فصل بعشرت گری — باگل و بلبل بطرب گستری

مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست — ویں غزلش بردہ بسے دل ز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش — وقتے[1] ست خوش بہار کہ وقت بہار خوش

در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا — مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش

مائیم و مطربے و شرابے و محرمے — جائے بزیر سایۂ شاخِ چنار خوش

اے باد! کاہلی مکن و سوئے دوست رو — مارا بکن بآمدنِ آں نگار خوش

ذیل کے قطعہ بند اشعار میں باد صبا سے درخواست ہے کہ تو میرے دوست کے پاس جا اور اس کو بلا کر لا۔"

چیزے دگر مگوے و ہیں گو کہ در چمن — سبزہ خوش ست و آب خوش و جوئبار خوش

گر خوش کند ترا بحدیثے کہ باز گرد — پیشش کن و بیار۔ مشو زینہار خوش

(اگر میرا محبوب تجکو بات بنا کر خوش کر دے اور کہے کہ واپس جا تو ہرگز خوش نہ ہونا۔ بلکہ اس کو

---

[1] یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی اس کو خوش حالی نصیب ہو فعل (باد) یہاں سے محذوف ہے مثلاً "اے وقت تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی"

کی نہ جنگ میں شریک ہوا۔ خدا نے گھر بیٹھے اُس بے وقوف بادشاہ کو فتح کی مسرت نصیب کی۔

۷۔ کیکاؤس اور کیقباد کی ملاقات کے بیان میں یہ غزل تضمین کی گئی ہے

ہر چہ بہ مجلس غزلِ تر زدند   جملہ بنامِ شہِ کشور زدند
بر درِ او مطربِ فرخندہ فال   دور مبادا ز غزل و از غزال[1]
باخوشی دل چو شود بادہ کش   زیں غزلم گوش گرامیش خوش

غزل

بباغ سایۂ بیدست و آب در سایہ   ازیں سپس من و جاناں و خواب در سایہ
بسایہ خفتہ بدم دے کہ یار آمد و گفت   چہ خفتۂ کہ رسید آفتاب در سایہ
چو پلے بند تو شد جان در آفتاب مگرد   مسوز جانم و باز آشتاب در سایہ
بگفتِ خسرو بکشائے زلف تا شنید   حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

۸۔ جس دربار میں ناصر الدین اور کیقباد کی ملاقات ہوئی ہے اُس بیان کے آخر میں:-

چنگی او عقل فزائے جہاں   عاقلۂ عیش و نشاطِ شہاں
ایں غزل از تارِ ترنم سرائے   در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

---

[1] غزال۔ جوان رعنا ۱۲

(یعنی اس وقت تو رہائی ملی) کل کی بات کل دیکھی جائیگی)

غمِ خسرو بگو ہمیت کہ اگر　　　　از رقیبانِ بے ہنر برہم

۶- جب خان جہاں مغلوں کو ہزیمت دے کر لاہور کی طرف سے واپس آیا ہی

اور کیقباد کو فتح کا مژدہ سُنایا ہی اُس موقع پر یہ غزل تضمین کی ہی-

زاوّلِ روزش بطرب تا بشام　　　　دور نشد مے زکف و لب زجام

گاہ بہر جرعہ گہر می فشاند　　　　گاہ بہر زمزمہ زرمی فشاند

(کبھی شراب کے ایک گھونٹ پر کبھی راگ کے ایک ترانے پر لوگوں کو زر و جواہر انعام دیتا تھا)

عمرِ ابد باد بعیش اندرش　　　　ویں غزل اندر لبِ خنیاگرش

غزل

دوش ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید　　　　دل بمقصودِ خود المنۃ للہ برسید

آمد آں روشنیِ چشم و باستقبالش　　　　مردمِ دیدہ دواں تا بسرِ رہ برسید

آمد آں سادہ زنخ- برمنِ بیہوش زدآب　　　　بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

گریہ بر سوزِ منش آمد و بر سوختگاں　　　　ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید

خسروا گر بسد ابلہ بہشت ایں چہ عجب　　　　عجب آں ہیں کہ بہشتے تو ابلہ برسید

مقطع کے مصرعہ اولیٰ کا مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہی اھل الجنۃ

بلہ یعنی اکثر اہلِ بہشت بھولے بھالے آدمی ہونگے۔

مصرع ثانی بادشاہ کی حالت کے مناسب ہی کہ نہ کہیں دشمن پر چڑہائی

آفتِ زُہد و توبہ شد تُرک شراب خوارِ من
یار گر اوست کے بود توبہ وُ زہدِ یارِ من؟
چوں تو سوار بگزری دیدہ گہر فشاں کنم
خواہ قبول و خواہ رد نیست بجزیں نثارِ من؟

۱۱۔ خاتمہ مثنوی کے آخر میں :-

در نظرِ شاہ مبادا! کہن
ایں غزلم ختم بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می بَرد؟
پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می بَرد؟
ایں خطِّ پر ز مہر بدلبر کہ می دہد؟
ویں دردِ سر بمہر بدرماں کہ می بَرد؟
مائیم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق
ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد؟
گفتم بباد گفت کہ "دیوانہ گشتۂ"
اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می برد؟
گفتی "نگاہدار بفرمانِ خویش دل"
"دارم وے بگوے کہ فرماں کہ می برد؟
دردا کہ دل ز خسروِ بیچارہ می رود
و آگاہ نے ز بردنِ دل آں کہ می برد

مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند

غالباً مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند لگانا حضرت خسرو نے بھاشا کی شاعری سے اخذ کیا ہی۔ حضرت کو بھاشا کی شاعری میں بھی ایسی ہی دستگاہ تھی جیسی کہ فارسی شاعری میں۔

بھاشا کا شاعر آغاز داستان میں ایک دوہا یا چوپائی یا چھند لاتا ہی اور ختم داستان پر کبھی کبھی سورٹھا موزوں کرتا ہی اور اس رنگا رنگی سے اُس کا مقصد

غزل

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد   آرزو مندِ نگارے بہ نگارے برسد

لذتِ وصل نداند مگر آں سوختۂ   کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد

قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر   کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد

خسروا! یارِ تو گرمی نہ رسد خود میگو   بہرِ تسکین دلِ خویش کہ "آرے برسد"

۹۔ ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں :۔

بادلِ آئینہ اسکندرش   ق   بادۂ خوں رنگ صفا پرورش

داد مرا ایں غزلِ پر خیال   بردلِ چوں آئینۂ او جمال

غزل

ز سرِ کرشمہ یکرہ گزرے بسوے من کن   بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن

من ز آرزوت مردم دلت ار چہ نیست با من   تبکلف ار توانی شبے آرزوے من کن

منم و دلے و دردے ز غمت چو ناتوانا   بزکوٰۃِ تندرستی گزرے بسوے من کن

۱۰۔ کیقباد نے ایک روز مجلسِ نشاط دھوم دھام سے آراستہ کی ہے :۔

شاہِ گراں سر ز مئے خوش اثر   باد! مبادش گرانی بسر

دست بیک زخمۂ مطرب برود   عود گراں سر بنوائے سرود

مجلس او زیں غزلم گشت مست   مست گراں سر شدہ ہر کس کہ ہست

غزل

۷۔ صفت شہر نو و قصر نو
۸۔ 〃 فصل خزاں
۹۔ 〃 فصل بہاران
۱۰۔ 〃 موسم نوروز
۱۱ 〃 چتر سیہ
۱۲ 〃 〃 لعل
۱۳ 〃 〃 سپید
۱۴ 〃 〃 سبز
۱۵ 〃 〃 گل
۱۶ 〃 دورباش
۱۷ 〃 تیغ
۱۸ 〃 کمان
۱۹ 〃 تیر
۲۰ 〃 رایت لعل
۲۱ 〃 موسم گرما
۲۲ 〃 خربزہ
۲۳ 〃 کشتی

۲۴ صفتِ اسپاں
۲۵ 〃 شب
۲۶ 〃 شمع
۲۷ 〃 چراغ
۲۸ 〃 سیر بروج
۲۹ 〃 اختر و طالع
۳۰ 〃 بادہ
۳۱ 〃 قرابہ
۳۲ 〃 صراحی
۳۳ 〃 پیالہ
۳۴ 〃 ساقی
۳۵ 〃 چنگ
۳۶ 〃 رباب
۳۷ 〃 ناے
۳۸ 〃 دف
۳۹ 〃 پردہ
پردہ شناسان

تفننِ طبع ہی کہ ایک ہی مضمون پڑھتے پڑھتے جی اُکتا نہ جائے۔

حضرت امیر خسرو نے آغازِ داستان کے لئے قصیدہ کا شعر اور خاتمے پر غزل کا التزام کیا ہی۔ ہمارے نزدیک یہ جدّت طرازی نہایت پرلطف و بامزہ ہی مگر اس کی تقلید یک فنے شاعر کا کام نہیں۔ جو شاعر مثنوی، قصیدہ اور غزل ان ہرسہ اصناف میں یدطولیٰ رکھتا ہو وہی خسرو کی تقلید کرسکتا ہی علاوہ بریں حضرت خسرو کو اس مثنوی کا ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہی کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں۔ بلکہ اُس کی بزمِ عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہی۔ انوَری کی طرح خسرو کو یہ شکایت ہرگز نہ تھی کہ

نیست معشوقے سزاوارِ غزل

وصف اشیا اِس مثنوی کی تیسری خصوصیت یہ ہی کہ اصل قصہ کے ضمن میں اشیا کی وصف نگاری موقع بموقع اتنی کی گئی ہی کہ اُن اوصاف کا حجم اصل قصہ سے بھی زیادہ ہوگیا ہی۔ اس کا اندازہ ذیل کی فہرست سے بخوبی ہوسکتا ہی۔

فہرست

۱ صفت حضرت دہلی	۴۔ صفتِ حوض
۲۔ 〃 جامع	۵۔ 〃 مردم دہلی
۳۔ 〃 منارہ	۶۔ 〃 آتش

ایک دلآویز مضمون ہے اس کارنامے پر حضرت خسرو نے جو فخر کیا ہے بجا ہے:-

آنچہ ز سرجوشش دل نقش بند — معنی نو بود و خیال بلند
موئے بمویش بہ ہنر بیختم — پختہ و سنجیدہ درو ریختم
وصف نہ زان گونہ شد از دل برون — کان دگرے را بدل آید کہ چون

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

ہر صفتے را کہ بر انگیختم — شعبدۂ تازہ درو ریختم
مور شدم بر شکر خویش و بس — در نہ زدم دست بدامان کس
نیست زکس لولوئے لالائے من — ژرف ببین در تہ دریائے من
نکتۂ من گوہر کان من ست — زان کسے نیست از آن من ست

وصف نگاری کا نقص

البتہ وصف نگاری کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہوا کہ اصل قصہ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ امیر صاحب نے اس نقص کو محسوس کیا اور خاتمہ میں اس کی معذرت اس طرح فرمائی ہے کہ اصل قصہ میں کچھ جان نہ تھی اس لئے وصف نگاری کی گئی مگر اس کی وجہ سے قصہ کی غرض فوت ہوگئی۔ یہ تکلف اس لئے کیا گیا کہ مثنوی میں ایک ندرت اور خوبی پیدا ہو۔ سو یہ عیب ایسا نہیں جس کو میں نے چھپایا ہو۔ بلکہ جو سب کہیں گے وہی میں خود کہتا ہوں :-

چون سخن از لطف لسانے نداشت — کالبدش صورت جانے نداشت

۴۰ صفت مائدہ خاص
۴۱ 〃 بیرہ تنبول
۴۲ 〃 نغمہ گری / زنانِ مطربہ
۴۳ 〃 تاجِ مکلّل
۴۴ 〃 تخت
۴۵ 〃 پیل
۴۶ صفت صبح / کلاہ سیاہ / چتر سپید
۴۷ 〃 چشمۂ خورشید
۴۸ 〃 موسم باراں
۴۹ 〃 قلم
۵۰ 〃 محبرہ (یعنی دوات)
۵۱ 〃 کاغذ

امیر صاحب کو یہ خیال تو پہلے سے مرکوزِ خاطر تھا کہ اشیا کی وصف نگاری کریں اور۔ اس کا نام بھی مجمع اوصاف تجویز کرلیا تھا۔ اب کیقباد کی فرمائش ہوئی تو یہ قصہ نہایت مختصر۔ اس میں اتنا پھیلاؤ ممکن نہ تھا کہ ایک معقول مثنوی مرتب ہوسکے۔ کوئی عام دلچسپی کا سامان بھی اس قصہ میں نہ تھا۔ لہذا خسرو نے اس مثنوی کو وصف نگاری کے ذریعہ سے نگارستان بنادیا کہ شاہ و گدا سب کے لئے موجب انبساطِ خاطر ہو۔

دلّی اور دلّی کی عمارات کا۔ ہندوستان کے موسموں، پھولوں، پھلوں جانوروں اور اُس زمانے کی شاہی محفلوں کے تکلفات کا ذکر ہمیشہ کے لئے

صفت مسجد جامع

مسجدِ جامع کہ زفیضِ آلہ — زمزمۂ خطبہ او تا بماہ
آمدہ در وے زسپہرِ کبود — فیض زبیک خواندنِ قرآں فرود
غلغلِ تسبیح بگنبد درون — رفتہ زنہ گنبدِ بالا برون
ہر کہ سعادت بودش رہنمائے — بر درِ او سر نہد آنگاہ پائے

صفت منارہ

شکلِ منارہ چو ستونے زسنگ — از پے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ
دیدنِ او را کلہ افگند ماہ — بلکہ فتادش گہِ دیدن کلاہ
از پے بر رفتنِ ہفت آسماں — کردہ زمیں تا بفلک نردباں
مسجدِ جامع ز دروں چوں بہشت — حوض ز بیروں شدہ کوثر سرشت

صفت حوض

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ — آب گہر صفوۃ و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در سدِ کوہ۔ آئینہ زآبِ حیات

یعنی سلطان شمس الدین التمش نے یہ حوض مستحکم پہاڑیں ایسا بنایا تھا گویا آبِ حیات کا آئینہ ہی۔ یہ حوض حوض شمسی کہلاتا تھا:۔

شہر گر از وے بنود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش
ور نخورد آبِ وے اندر زمیں — کے بزمیں در خورد آبے چنیں

وصف بران گونہ فرو راندہ ام — کز غرضِ قصہ فرو ماندہ ام
خالِ تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید مگر اندر خیال
عیب چناں نیست کہ بنہفتہ ام — کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
ہست اُمیدم کہ سخن پروراں — چوں نگرند از رہِ بینش دراں
عیب یکے نیست کہ جویند باز — چوں ہمہ عیب ست چگویند باز؟

اب وصف اشیا میں سے ہم "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کرتے ہیں:-

صفتِ حضرتِ دہلی

حضرتِ دہلی کنف[1] دیں و داد — جنتِ عدن[2] ست کہ آباد باد!
ہست چو ذاتِ ارم[3] اندر صفات — حرسہا اللہ عن الحادثات
از سہ حصارش دو جہاں یک مقام — وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام
حصنِ برونیش ز عالم بروں — عالم بیرونش بحصن اندروں
حصنِ درونیش تو گوئی مگر — چرخ بزیرست و حصارش زبر
قبہ اسلام شدہ در جہاں — بستہ او قبہ[4] ہفت آسماں
ساکن او جملہ بزرگانِ ملک — گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک
تختگہِ تاجورانِ بلند — گشتہ ز اقبالِ شہاں سربلند

---

[1] کنف۔ پناہ ۱۲ [2] نام ایک بہشت کا ۱۲ [3] ایک شہر تھا قوم عاد کا۔ اس شہر کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ یعنی ارم ستونوں والا ہے جس کی مانند شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ۱۲ [4] گنبد خیمہ ۱۲

قطرہ کہ شد ز ابر چکاں بر ہوا — مہرۂ بلور شدہ در ہوا
ہر کہ شبے کردگلیمے فراز — کردہ باندازۂ آں پا دراز
و آنکہ زاندازہ بروں برد پاے — سردی ایام نمودہ سزاے
گرم شدہ از مددِ جامہ مرد — مردم بے جامہ بجاں گشتہ سرد
وکدکِ دندانِ برہنہ تناں — چوں شغبِ چوبکِ چوبک[1] زناں

صفت آتش

آتش ازانجا کہ بدل جاے کرد — دود بر آمد زنفس ہاے سرد

یعنی چونکہ آگ نے دل میں جگہ کرلی ہی اس لئے ٹھنڈی سانس سے دھواں نکلتا ہی یہ حسن تعلیل ہی کہ سردی کے سبب سے جو مُنہ سے بھاپ نکلتی ہی اس کا سبب یہ قرار دیا ہی کہ دل میں آگ نے جگہ کرلی۔ اور دل میں جگہ کرنا کنایہ محبت والفت سے ہی۔

گرچہ زبردستِ عناصر[2] نشست — گشت بسرما ہمہ را زیر دست
پختہ از و گشت ہمہ دیگِ مرد — دیگ بسے پخت و بے خود نخورد
گاہ بہر خانہ وطن ساختہ — گاہ بسے خانہ برانداختہ
خلق بہ پیش آتش و پنبہ زپس — خود بمیاں ماندہ چنیں دیدکس؟

---

[1] چوبک ایک ڈنڈا اور ایک تختہ ہوتا تھا جس کو رات کے وقت چوکیداروں کا افسر اس غرض سے بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار ہوشیار رہیں۔ سو نہ جائیں ۱۲

[2] یہ قدیم خیال ہی کہ کرۂ نار سب سے بالا ہی۔ اس کے نیچے باد۔ اس کے نیچے خاک۔ پھر آب ۱۲

اس کا پانی زمیں میں جذب نہیں ہوتا۔ ایسا پانی زمین میں جذب ہونے کے قابل کب ہی؟ اور یہ امر واقعہ ہی کہ پہاڑ کی وجہ سے اس حوض کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا بلکہ بہکر جمنا میں جا گرتا ہی ؎

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں — چوں تہش نیست زمیں آں ببیں
حوض نہ گویم کہ حبابے زنور — نورکزو دیدۂ بد باد دور!

اس کے بعد بغیر عنوان قائم کئے شہر کی صفت پھر شروع کردی ہی۔ اور اسی کے ضمن میں مردم شہر کی صفت ہی۔

صفتِ مردم شہر

مردمِ او جملہ فرشتہ سرشت — خوش دل و خوش خوے چو اہل بہشت
ہرچہ ز صنعت ہمہ عالم ست — ہست دراینشاں و زیادت ہم ست
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند — اہل سخن خود کہ شمارد کہ چند
ہر طرفے سحر بیانے نوست — ریزہ چیں کمترِ شاں خسرو ست
پنج ہزار از ملکِ نامدار — لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

صفت فصل دے

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز — داد شب رشتہ بغایت دراز
روز چناں تنگ مجال آمدہ — کش بگہہِ چاشت زوال آمدہ
بستنِ یخ بود دہر بوستان — گرچہ نہ بُد برف بہندوستاں

صفتِ فصلِ خزاں

فصلِ خزاں چوں چمن خانہ ساخت — باد رواں کرد بہ گلزار تاخت
جامۂ خود کردہ بنفشہ کبود — گشت چو صوفی بر کوع و سجود
سوختہ از آتشِ خود لالہ زار — گشتہ درونش ز خزاں پر غبار
ہر شجرِ باغ ز سر تا بُنہ — ماندہ ز بے برگی خود برہنہ
نرگسِ بے دیدہ رواں کو روش — خار عصا بادِ خزاں کور کش
ریختنی کرد درختاں ز سر — گشتہ زمیں پُر ز درمہاے زر
بر زمیں افتادہ بسے نازنیں — لرزہ کناں بر سرِ شاں یاسمیں
گرچہ ز کہہ لالہ نہاں کرد پے — لالۂ نو ساخت شہ از جامِ مے
گرچہ چمن بود پر از برگِ زرد — شاہ زمیں دُرّتہِ دینار کرد
گرچہ کہ بربست ہوا سیمِ آب — شاہ کشاد از کفِ خود سیمِ ناب
از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود — فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

صفتِ فصلِ بہاراں

فصلِ بہاراں کہ عَلم بر کشید — ابر سراپردہ بر اختر کشید
سکۂ گل چوں درمِ شہ زدند — سکہ بصد وجہ موجہ زدند
جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش — غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش
گل ز کرم زر دہد آں را کہ جست — وز پے خود جامہ نسازد درست

قصرِ نو و شہرِ نو

یہ وہ قصر اور شہر ہی جو کیقباد نے کیلو کھڑی میں جمنا کے کنارے تعمیر کرایا تھا:-

قصر نہ گویم کہ بہشتے فراخ — روفتہ طوبےٰ درِ او را لشاخ
بامِ سفیدش بفلک سود سر — کرد بخورشید سفیدی اثر
آئینہ گشتہ زگچ صاف خشت — دیدہ در و صورتِ خود را بہشت
ہر چہ کہ در آئینہ بیند جواں — پیر دراں خشت بہ بیند ہماں

(یعنی اینٹوں پر ایسا چونہ گچ کیا گیا تھا کہ بہشت اس میں اپنی صورت دیکھتا تھا اور جو کچھ جوان آئینہ میں دیکھتا ہی بوڑھا آدمی اُن اینٹوں میں دیکھ لیتا ہی)

یہ ایک عام مثل ہی جس کو اس قصر کی اینٹوں سے مخصوص کر دیا ہی۔ مثل یہ ہی "آنچہ پیر در خشتِ خام بیند جوان در آئینہ نہ بیند" اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ اہل تجربہ تو جھٹ پٹ بات کی تہ کو پُہنچ جاتا ہی اور نا تجربہ کار غور کرنے سے بھی نہیں سمجھتا۔

ہر چہ کہ نقاش بیک سو کشید — عکس بدیوارِ دگر شد پدید
طرفہ عروسے شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ

(یہ قصر و شہر نو تو بنی سنوری ہوئی دُلہن ہی اور جمنا کا پانی اُس کا آئینہ ہی یعنی جمنا میں اس کا عکس نمودار ہی)

کافِرِ تاتار بروں از ہزار | کرد دگر گونہ بر اشتر سوار
روے چو آتش کلہ از پشم میش | آتشِ سوزاں شدہ با پشم خویش
سر تراشیدہ ز بہرِ قلم | زاں قلمِ انگیختہ خذلاں رقم
رخنہ شدہ طشتِ مس از چشم تنگ | دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ
زشت تر از رنگِ شدہ بوے شاں | پست تر از پشت شدہ روے شاں
چہرۂ شاں دبۂ نم یافتہ | جاے بجا کنجلک و خم یافتہ
بینیِ پُر رخنہ چو گورے خراب | یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب
موے زبینی شدہ برلب فراز | سبلتِ شاں گشتہ بغایت دراز
کردہ زنخ شاں زمحاسن کنار | اہل زنخ را بہ محاسن چہ کار
از شپشاں سینہ سپید و سیاہ | کاشتہ کنجد بزمینِ تباہ
برتنِ شاں از سپشِ بے شمار | پشت چو کیمخت شدہ دانہ دار
خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد | ہر ہمہ دندانِ خرد بے خرد
نیست عجب زاں ہمہ روہاے زشت | کایزد شاں زاتشِ دوزخ سرشت
دیو سپید آمدہ ہریک بروے | خلق بہ لاحول ز ہر چار سوے

لہ کاٹنے جانے کے لئے ۱۲ ٹہ بے بہرگی۔ بے نصیبی ۱۲ ٹہ کپہ ۱۲ ٹہ سلوٹ ۱۲
ٹہ مونچھ ۱۲ ٹہ بال ۱۲ ٹہ جوں ۱۲ ٹہ تل ۱۲ ٹہ کنایہ ہے احمق سے ۱۲

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ او آب شد از تابِ مہر
ہر گلِ بالا کہ دہد بوستاں — بیشترے ہست ز ہندوستاں
ویں گلِ ہندی کہ چمن کرد راست — نے بخراسان کہ بعالم نہ خاست
کیورہ ہر برگ چو سیمِ سپید — عود از دو سوختہ چوں مشک بید
ماندہ چو در جامہ شمیمش مقیم — جامہ نماند کہ بماند شمیم
یک گلِ بیل وہ دیگر دروں — گل ز گل و گل ز گل آمد بروں
مولسری خرد و بزرگ از ہنر — خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور
بوئے وے آں را کہ بمغز آرمید — بوئے دگر گل کہ تواند کشید؟
چند نہ در شہر کہ در روم و روس — جمع شود بر سرِ شاہ و عروس
طرفہ گلِ چنپہ بعالم کہ دید؟ — کانِ زمرد کہ زر آمد پدید
کشت ز سر شف گلِ زر روام داد — گل بزمیں گونۂ زر روام داد
"زرد رنگ" — "قرض"

ہجو مغل

جب کہ بادشاہ کے سامنے اسیران مغل پیش کئے گئے ہیں تو اس موقع پر حضرت خسرو نے مغلوں کی ہجو دل کھول کر کی ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مغلوں نے اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا تھا اور مدت ہائے دراز تک ان کے متواتر حملے ہندوستان پر بھی ہوتے رہے اس لئے مسلمانوں کو اس قوم سے سخت نفرت تھی۔

ماہِ نوِ[۱۲] کاصلِ وے از سالِ خاست (نو ۱۲ نام درخت ۱۲) | یک مہِ نوگشت بدہ سال راست
ہم چو کماں پُر خم و تیر از میاں | تیر ستادہ ست و کمانش رواں
پیشتر از مرغ پَرَد در گشاد | بیشتر از باد رود روزِ باد
گر چہ بدریا گزرد بیش و کم | آب نباشد مگرش تا شکم
بگزرد از آب و سوارش بخواب | غرق نگردد چو سوارانِ آب
باسبکی بار تواند کشید | از سبکاں بار کشیدن کہ دید؟

صفتِ اسپاں

تیز تگانے ہمہ تازی نژاد | چوں دمۂ[۱] آتش و انبانِ[۲] باد
تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید | بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟
از ہنر آراستہ پا تا بفرق | گاہِ روش ابر جہنتن چو برق
کوہ گراں لیک گراں سنگ نے | یک تکِ شاں جز بدو فرسنگ نے
از تکِ شاں کاں رہِ صرصر زدہ | باد بدیوار بسے سر زدہ
آب رواں از پئے صحرا بگشت | باد صبا از پئے گلگشتِ دشت
پیکر آں راہ نوردانِ پاک | بادِ مجسم شدہ بر روے خاک
تیزیِ خنگانِ[۳] محیط آزموں | آب بر[۴] از فلکِ نیل گوں

---

۱ لوہاروں کی تانبے کی دھونکنی ۱۲ ۲ لوہاروں کی چمڑے کی دھونکنی ۱۲ ۳ سپید گھوڑا ۱۲
۴ کادہ لگانے والا ۱۲

صفتِ موسمِ گرما

ہر دم صبح کہ دماد م گرفت ۔۔۔ آتشِ خورشید بعالم گرفت
شب شدہ چوں روز دے اندر گداز ۔۔۔ روز چو شبہائے زمستاں دراز
خلق کشاں در پئے سایہ رخت ۔۔۔ سایہ گریزاں بہ پناہِ درخت
جانبِ سایہ شدہ مردم دواں ۔۔۔ سایہ بدنبالۂ مردم رواں
خوں برگِ مرد زبوں آمدہ ۔۔۔ خوے شدہ از پوست بروں آمدہ
پاے مسافر برہِ گرم و دور ۔۔۔ زآبلہ بر قبہ چو نانِ تنور
زآتشِ گرما کہ شد از سر جواں ۔۔۔ آہوے صحرا شدہ آہوے خواں
باد زنہ باد بدستِ ہمہ ۔۔۔ وز دمِ او باد بدستِ ہمہ
بر سرِ ہر میوہ ز تابِ تموز[1] ۔۔۔ مرغ شدہ پختہ خورد خام سوز

صفتِ خربزہ

خربزہ گوئی کہ بصحرا ئو کشت ۔۔۔ گوے ربود از ثمراتِ بہشت
از مزہ گرد آمدہ در وے نبات ۔۔۔ خام خضر، پختہ چو آبِ حیات

صفتِ کشتی

ساختۂ از حکمتِ کار آگہاں ۔۔۔ خانہ گردندہ بگردِ جہاں
نادرۂ حکمِ خداے حکیم ۔۔۔ خانہ رواں خانگیانش مقیم

---

[1] وہ موسم جس میں آفتاب بہت تیز ہوتا ہی ۱۲

رخے چو در حملہ ہند گاہِ کیں | زاد میاں حاملہ گرد د زمیں
چوں جرس در روش آواز داد | گنبدِ گردندہ صدا باز داد
بانگِ بلندش زدہ بارعد کوس | ابرِ بلندش بقدم داد بوس

ق

ہست سہ چیز آنکہ چو آرند پیش | بیش کشد دل چو ببیند بیش
بوزنہ و طفلِ سخنگوے و پیل | دیدہ ام ایں را بتجارب دلیل

(یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو جتنا زیادہ دیکھو اتنی ہی دلچسپی زیادہ ہوتی ہے۔ بندر، باتیں کرتا ہوا بچہ اور ہاتھی۔ مجکو یہ بات تجربہ سے ٹھیک ثابت ہوئی ہے)

مقاماتِ مثنوی شعرا کا دستور ہے کہ مثنوی کے بعض مقامات پر زورِ طبع صرف کرتے اور اپنے فن کا کمال دکھاتے ہیں مثلاً حمد، نعت، معراج، مناجات، ثناے ممدوح، رزم، بزم، سراپا، وصال، فراق، چنانچہ خود مصنف نے بعض مقامات کی نسبت فخریہ کہا ہے۔

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر | از خوے پیشانی و خونِ جگر
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز | ہمچو بلالے ست ببانگِ نماز
ہر رقمِ نعت رموزش عجیب | چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب
ہر غزلے دستۂ عشاق کش | بیش کہ بکشد ز دروں پردہ پیش
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع | بلکہ گزشتہ ز سماواتِ سبع

[illegible]

صفت بیرۂ تنبول

نادرہ برگے چو گلِ بوستاں — خوب ترین نعمتِ ہندوستاں
طرفہ نباتے کہ چو شد در دہن — خونش چو حیواں بدر آید ز تن
خوردنِ آں بوئے دہن کم کند — سستی دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد - گرسنہ در دم شود — گرسنہ را گرسنگی کم شود

(شکم سیر شخص پان کھاے تو بھوک لگاتا ہی اور بھوکا کھاے تو بھوک کو کم کرتا ہی)

سرخیِ رویش ز سہ خدمت گرش — چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش — کہنہ شود بیش کند آبِ خویش

(اگرچہ نئے پان کی آبداری زیادہ ہوتی ہی مگر پرانے کی آب اور بھی زیادہ ہوتی ہی)

برگ کہ باشد بدرختاں فراخ — زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگِ عجب بیں کہ گسستہ ز بر — از پسِ شش ماہ بود تازہ تر

صفت پیل

پیل چو کوہے کہ بود بے ستون — چار ستون - زیرِ کہِ بے ستون
پیچشِ خرطوم بسانِ کمند — اژدرے افتادہ ز کوہِ بلند
در زمیں آنجا کہ سرا فراختہ — مار ز سر - غار ز پا ساختہ
کشتی عاج ست تو گوئی رواں — گشتہ دو گوشش ز دو سو بادباں

ل نام ہی ایک خاص پہاڑ کا ۱۲

ہستی ما نزدِ خرد اندکے ست   واں ہمہ با نیستی ما یکے ست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہو اور وہ بھی ہماری نیستی کے برابر ہو)

یعنی ہماری ہستی عارضی ہو حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے نیستی کی برابر ہو۔

من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست   ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست؟

(میری ہستی سراسر نیستی ہو۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہو؟)

یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہو، جو صفات و اسماے الٰہیہ کا مظہر ہو۔ اس لئے بظاہر موجود نظر آتا ہو۔ لیکن وجود حقیقی جو لوثِ عدم سے منزہ ہو وہ ایک عارضی موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نیست شناسندۂ ہستی مگر   آنکہ در نیست ز ہستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہو تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی و حقیقی ہو)

مطلب یہ ہو کہ حق تعالےٰ اپنا شناسا آپ ہو۔

ثابتِ مطلق بصفاتِ احد   زندۂ باقی بہ بقاے ابد

(ذاتِ خدا ثابت ہو بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت یگانہ ہو اس کی حیات و بقا ابدی ہو)

بود در اوّل کس از و پیش نے   ماند در آخر کس از و بیش نے

(وہی اوّل تھا۔ اُس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں)

اس مثنوی میں حمد، نعت، معراج کے مضامین نہ محض شاعرانہ بلکہ عارفانہ و محققانہ ہیں جس کی توقع ایسے ہی شاعر سے ہو سکتی ہے جو اصحاب حقیقت و ارباب معرفت سے ہو۔

اب ہم بعض مقامات کے اشعار جستہ جستہ پیش کرتے ہیں۔

حمد

واجبِ اوّل بوجودِ قدم ۔۔۔ نے بوجودیکہ بود از عدم

(خدائے تعالیٰ کی ذات واجب اوّل ہے جس کی ہستی قدیمی ہے نہ ایسی ہستی کہ عدم کے بعد پیدا ہوئی ہو جیسی مخلوقات کی)

نور فزائے بصرِ دوربیں ۔۔۔ دیدہ کشائے دلِ عبرت گزیں

(جو نگاہ دوربین ہے اس کو خدا نے ہی روشنی دی ہے اور جو دل کہ آثارِ قدرت کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے اس کی آنکھ خدا نے ہی کھول دی ہے)

رخشِ علل در رہش افگندہ سم ۔۔۔ علت و معلول درو ہر دو گم

(معرفت الٰہی کی راہ میں علتوں کا گھوڑا لنگڑا ہے کیونکہ اس راہ میں علت و معلول دونوں گم ہیں یعنی حکما جو علت و معلول کے طریقہ سے استدلال کرتے اور ذات حق کو علت العلل قرار دیتے ہیں اُن کا یہ طریقۂ عرفان ذات حق کے لئے محض ناکافی اور ہیچ و پوچ ہے)

کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او ۔۔۔ ور بَبرد اِلّا کہ بتوفیقِ او

(حقیقتِ ذاتِ الٰہی کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا اور اگر کوئی پاتا ہے تو محض اُسی کی مدد سے

(وہ آب و خاک کی آلودگی سے پاک ہے یعنی وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ جس طرح کا پاک اُس کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی پاک تر ہے)

دیدنِ او ہست ز مردم دروغ   تا ہم ازو دیدہ نیابد فروغ

(لوگوں کی طرف سے اُس کے دیدار کا دعویٰ جھوٹ ہے جب تک اُسی کی طرف سے آنکھ کو روشنی نہ حاصل ہو)

یعنی ان آنکھوں سے اُس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ اُسی کے نور سے اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے رَأیتُ رَبّی بِرَبّی۔

دورِ زمیں را بزماں بازبست   دام و دد از وے بامان باز رست

(گردش زمین کو زمانہ سے وابستہ کر دیا ہے یعنی کبھی دن ہے کبھی رات کبھی فصل بہار ہے کبھی موسم خزاں اور ان تغیرات کی وجہ سے جملہ حیوانات کو امن و آسایش حاصل ہے)

اس شعر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خسرو کے حکمائے معاصر اور ان سے بھی متقدم حکما گردش زمین کے مسئلہ سے واقف تھے گو یہ مسئلہ عام طور پر مسلم نہ تھا۔

ملا نور الحق ابن شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

"بعضے حکما گویند حرکت یومیہ از حرکت زمین ست یعنی فلک و کواکب بر جائے خود ایستادہ اند و زمین حرکت دوریہ از مغرب بمشرق می کند و آنچہ بر دست آنرا بخود ہمراہ میگرداند و از وے کواکب گاہ غارب و گاہ طالع نمایند۔ آں چناں کہ سوار کشتی را کہ

کرد خرد وحدتِ اورا سجود ثانی او ممتنع اندر وجود

(عقل نے اس کی یگانگی کو سجدے کئے۔ کیونکہ اُس جیسے دوسرے کی ہستی ناممکن ہے)

حکماے صوفیہ نے حضرات وجود تین قرار دیے ہیں :-

(۱) واجب الوجود

(۲) ممکن الوجود

(۳) ممتنع الوجود

(۱) واجب الوجود جس کی ہستی ضروری ہے۔ وہ وجود حق ہے۔

(۲) ممکن الوجود جس کی نہ تو ہستی ضروری ہے نہ نیستی۔ یعنی ہونا نہونا یکساں ہے اور وہ مخلوقات ہے۔

(۳) ممتنع الوجود جس کی ہستی محال ہے یعنی جس کا نہونا ضروری ہے۔ وہ ثانی ذات حق ہے۔

شرک نہ در مملکتش دست سای خود نتواں بود بشرکت خدای

(اُس کی حکومت میں شریک نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرکت کے ساتھ خدا تو ہو ہی نہیں سکتا)

آنکہ نہ گنجد بہ خیال و صور چون؟ و چرا؟ کے کند آنجا گذر؟

[جو خیال و تصور ہی میں نہ سما سکے وہاں چون و چرا کا گزر ہی نہیں۔ یعنی اُس کی نسبت یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ کیوں ہے؟ کیسا ہے؟ کس لئے ہے؟

پاک ز آلودگیِ آب و خاک پاک تر از ہر چہ بگویند پاک

نورِ نخستش چو علم برکشید　　شامِ عدم را سحر آمد پدید

(یعنی سب سے اوّل نورِ محمدی ظاہر ہوا اور اُس نور سے معدومات پر فیضانِ وجود ہوا)

ہستی او تا بعدم خانہ بود　　نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

از کرمش غرقۂ آبِ فنا　　یافتہ در بحرِ بقا آشنا

بے خط و قرطاس ز علمِ ازل　　مشکلِ لوح و قلمش گشتہ حل

(یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حروف و کاغذ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ازلی تھا۔ اسی سبب سے آپ کو لوح و قلم کی مشکلات سب حل ہوگئیں)

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت　　علم بدل کرد و قلم را گزاشت

نعت کے ضمن میں قرآن مبین کے حق ہونے کی ایک مورخانہ دلیل بیان کی ہے کہ رسول کریم صلعم کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک سات صدیاں ہونے آئیں مگر فرمانِ خداوندی ہمارے پاس اُس سے زیادہ تازہ ہے جیسا کہ بوقت نزول تھا۔ اگر یہ دین متین (نعوذ باللہ) لغو ہوتا تو جیسے رسول اکرم صلعم اس جہان سے رحلت فرما گئے ایسے ہی کلام مجید کی عظمت بھی برقرار نہ رہتی کیونکہ جو آیات الٰہی نہیں ہوتیں اُن کا رواج ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

مدتِ ہفصد شد از و تا بما　　تازہ ترست ایں خطِ والا بما

گر نہ گذا فے بُدے ایں رہ بپائے　　او شد و ایں نیز نماندے بجائے

صلعم ۱۲

کہ چوں کشتی حرکت کند چناں در متخیلہ اش درآید کہ ساحل متحرک ست و در نفس الامر حرکت از کشتی ست - بریں مذہب زماں وابستہ بدور زمیں شد۔"

مناجات یہ مضمون بھی پر اثر اور عارفانہ ہے:-

سوے خودم کش کہ الٰہی شوم | خازنِ گنجینۂ شاہی شوم
آں عمل آور ز من اندر وجود | کاں بتو ام راہ تواند نمود
آنچہ دلم را ز تو دوری دہ است | دور ترک دار کہ دوری بہ است
بر منِ رسوا شدہ عیب کوش | عیبِ تو پوشی کہ توئی عیب پوش
من کہ بحکم تو دریں کارگاہ | از عدم ایں سو زدہ ام بارگاہ
جز تو شناسندۂ ایں راز کیست؟ | کامدن و رفتنِ من بہر چیست؟
بہ کہ چو آوردی و بازم بری | ہم بسوے خویش فرازم بری
سرِ مرا چوں ہمہ دانندۂ | باز رہانم کہ رہانندۂ
گرچہ تنِ من زپے سوز راست | رحمتِ تو از پے ایں روز راست
از عملِ خود چو نشینم خجل | ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل

نعت پیش روِ کوکبۂ انبیا[1] | کوکبش از منزلتِ کبریا
از حدِ ناسوت[2] بروں تاختہ | بر خطِ لاہوت[3] وطن ساختہ

---

[1] انبوہ لشکر ۱۲ [2] عالمِ اجسام - ملکوت، عالم ارواح - جبروت، عالم صفات الٰہیہ ۱۲
[3] مقام ذات ۱۲

منزلتے یافت منازل نورد　　کیف وکم از رہ بروں برد گرد
پردۂ خویشی زمیاں خاستہ　　مرتبۂ بے خودی آراستہ
چوں زمیاں رفتہ حجابِ خیال　　بے حجبش جلوہ نمود آں جمال
جامِ عنایت زصفا نوش کرد　　وز خودی خویش فراموش کرد

مدحت شاہ | اگرچہ ممدوح کا رویہ نامحدوح تھا مگر شاعر کو شیوۂ شاعری کے لحاظ سے یہ رسم بھی ادا کرنی تھی :-

سلکِ سخن را کہ دُرافشاں کنم　　پیش کشِ حضرتِ سلطاں کنم
اے سخن! از رشتہ بروں آر دُر　　وز دُرِ خود کن ہمہ آفاق پُر
زانکہ چو بوسم درِ دولت پناہ　　تحفہ ازیں بہ نبود پیشِ شاہ
شاہ سکندر وش و دارا نشاں　　آئینۂ روے سکندر وشاں

اس مدح میں ایک شعر خسرو کے قلم سے بے لاگ اور مورخانہ نکلا ہی جو کیقباد کی سہ سالہ سلطنت کا خلاصہ ظاہر کرتا ہی :-

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام　　تیغ فرو خفت میانِ نیام

یہ بات بالکل سچ ہی کہ اس کی داد و دہش اور عیش و عیاشی کا شہرہ تو دُور دُور ہوا۔ مگر نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کوئی ملک فتح ہوا۔

بزمِ معزی | سلطان ناصرالدین کی شبینہ ضیافت جس کا ذکر ہم خانگی ملاقاتوں کے تحت میں کر چکے ہیں اور جس کے بیان میں خسروِ شعرا نے ہر ایک ادنے

ہر چہ نہ آثار خدائی دہد — کے ہمہ وقت روائی دہد

نیست شہے کو زجہاں لبت بار — دولت او تا بہ ابد پاے دار

معراج | رفتہ و باز آمدہ دریک زماں — رفتن و باز آمدنش صلعم تواماں

دوسرا مصرعہ پہلے کی تفسیر ہے اور لفظ تواماں اس مصرع کی روح ہے جو سامع کے دماغ میں مضمون کا پورا پورا نقش بٹھاتا ہے۔

معراج سے مراجعت کا مضمون خواجہ نظامی نے بھی مثنوی مخزن الاسرار میں بیان کیا ہے:-

"واں سفر عشق بنا زآمدہ — در نفسے رفتہ و باز آمدہ"

مگر خسرو کے شعر میں لفظ تواماں نے بیحد لطافت پیدا کردی ہے۔

چشم یقینش چو برحمت فتاد — امت بیچارہ زرفتش زیاد

آب کہ خود خورد ازاں زمزمہ — قطرہ چکانید بکام ہمہ

قطرۂ او چشمۂ والا شدہ — چشمہ چہ گویند کہ دریا شدہ

نیم شب آں پیک الٰہی ز دور — آمد و آورد براقے ز نور

داد نویدش کہ ازیں قعر چاہ — خیز و بدریاے ابد جوے راہ

برق صفت جست بہ پشت براق — کردہ بمیثاق شتاب از وثاق

جست بروں جوہرش از کن فکاں — یافت مکانے بحد لامکاں

از زبر و زیر بروں بر ذات — زیر و زبر ہیچ نماند از جہات

پیش روِ راہ زنورِ بصر   گم شدہ را در دلِ شب راہبر

صفت بادہ

خوئے کہ عرق از تنِ مرداں کشید   گوہرِ ہر مرد ازو شد پدید
پیشِ چناں گوہرِ یاقوت رنگ   گوہ زدہ بر سرِ یاقوت سنگ
نامِ حرام ارچہ برو شد وبال   ہرچہ نمک خورد مداں جز حلال
خانۂ حرامے کہ بہر دست گاہ   حقِ نمک دار و ازیں سال نگاہ
لاجرم او داشت نمک را عزیز   حرمتِ او داشت ہمہ خلق نیز

صفتِ قرابہ

سینۂ قرابہ برآوردہ شور   وز خسِ خود چشمِ بداں کردہ کور
خونِ دلش گرچہ لبا غر خوری   ہم نہ کشد سر ز تواضع گری

صفتِ پیالہ

گشت لبالب زمے جاں سرشت   کردہ حدیث از لبِ جوئے بہشت
بادہ تو گوئی کہ درو از صفا   ہست معلق بمیانِ ہوا

صفت ساقی

ساقیِ صوفی کش و مردم فریب   بردہ بیک غمزہ ز عالم شکیب
نرگسِ نازندۂ او نیم باز   نیمے از و خواب و دگر نیمہ باز
از کفِ او دود دمادم خوش ست   ور ہمہ جور بود ہم خوش ست

اعلیٰ شے کی صفت نگاری کی ہے، اُس میں سے کچھ اشعار ضیافتِ طبعِ ناظرین کے لئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

صفتِ شب

شب چو بیاراست سرِیرِ سپہر — گشت مکلّل تتقِ ماہ و مہر
یافت فلک پردۂ گوہر نگار — رشتۂ شب از پئے آں پود و تار
طاقِ سما کرد چراغ آشکار — طاق یکے بود و چراغش ہزار
جوہریِ شام بسود اگری — کردہ گہر پیشکشِ مشتری
چرخ یکے حلقۂ انگشترین — بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگین
خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز — بہرِ خروسانِ سحر دانہ ریز
کرمکِ شب تاب ز بہرِ جہاں — ہمچو شرار از سرِ آتش جہاں

صفت شمع

شمع بہر بزمگہے سر فراز — خاصہ بہ بزمِ شہ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعہ پیوندِ روز
ساختہ از دود مدادے ز سر — دادہ بپروانہ سوادے ز سر

صفت چراغ

گشت رواں خانہ بخانہ چراغ — آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
پنبہ دہانے بزبانے دراز — باہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز

نانِ تنوری زطرب قبہ بست   زاں کہ بخوانِ شہِ عالم نشست

صفتِ زنانِ مطربہ

شد زنِ مطرب بنوا پروری   انجمنے پُر زمہ و مشتری
پردہ بر انداختہ از آفتاب   کردہ بیک غمزہ جہانے خراب
روے چو خورشید بر افروختہ   جانِ کساں زآتشِ خود سوختہ
یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش   صوتِ خراشیدہ شاں جاں خراش
زابروے خم پشت کماں ساختہ   تیرِ مژہ نیم کش انداختہ

زنانِ مطربہ کی ابرو مثل کمان تھی اور مژہ مثل تیر۔ یہ تشبیہات متبذل ہیں مگر تیرِ مژہ کا جو وصف بیان کیا ہے کہ "نیم کش انداختہ" اس میں ایک ادائے خاص کی تصویر کشی کی ہے جس سے مضمون شعر نہایت بلند ہوگیا۔

جشن نوروز معزی دلّی میں کیقباد نے جشن نوروزی کیا ہے۔ خسرو نے اُس کا تمام سامان اس بیان میں سجایا ہے۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کی قطاریں ساز و یراق سے آراستہ کھڑی ہیں۔ دربار کی آرائش تین قسم کے گل و بوٹوں سے کی گئی ہے:-

(۱) زرّیں   (۲) مومیں   (۳) اصلی یعنی گلدستوں کا

دیواریں اطلس سے سجائی گئی ہیں۔ زربفت کا فرش ہے۔ بادشاہ تخت پر جلوہ نما ہے۔ فوجی سردار صف بہ صف حاضر ہیں۔ نذریں پیش ہو رہی ہیں۔ محافِ نسب

چوں بدہد بادۂ گوید کہ "نوش" — مست بروز دگر آید بہوش

صفتِ چنگ

چنگِ سر افگندہ سرا فراختہ — موے بمویش زہنر ساختہ

صفت رباب

کاسِ رباب از شغبِ دلنواز — بردہ دلِ مردم و جاں دادہ باز

صفت نے

نائے دہاں بستہ و بسیار گوے — نائے مگوکش بفسوں مار گوے

باز کند لب چو زباں آورے — لیک زبانش بلبِ دیگرے

صفتِ دف

زہرہ زدورش بسرود آمدہ — چنبرش از چرخ فرود آمدہ

بستہ جلاجل بکمر جا بجاے — چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے

ہر سخنِ نغز کہ با دوست کرد — آں ہمہ در پردہ و در پوست کرد

صفتِ مائدۂ خاص

گرم تریں کارگزارانِ خواں — مائدہ کردند زمطبخ رواں

خوانچۂ آراستہ بیشِ ہزار — ہر ہمہ الوانِ نعم کردہ بار

صد قدح از شیرۂ آبِ نبات — در مزہ ہمشیرۂ آبِ حیات

نانِ تُنک صاف بداں گو نہ بود — کز تنکی رو بدگر سو نمود

از دُر و یاقوت درختاں فراخ | مرغ ز زر ساختہ بالائے شاخ
شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید | مرغ تو گوئی کہ بخواہد پرید

(یعنی وہ مصنوعی شاخ ایسی بنائی گئی تھی کہ گویا اُس میں سے پھل ابھی ٹپک پڑے گا اور چڑیا ایسی ہے کہ گویا اُڑا چاہتی ہے)

ساختہ از موم بسے نخلِ چست | کاں بجز از موم نیاید درست
باغِ سوم چوں گزری زیں دو باغ | یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ
بستہ بسے دستۂ گل دلفریب | کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب

(بہتیرے دل فریب گلدستے تیار کئے تھے جن کی زیبائش میں سو ہاتھوں کی کوشش صرف ہوئی تھی)

یافتہ سبزہ زچمن ہا درود[1] | بہرِ درود[2] آمدہ آں جا فرود
قصرِ ہمایوں ززمیں تا سماک[3] | زیورِ زربستہ چو فردوسِ پاک
اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ | دادہ بہر سنگ زیاقوت رنگ
کردہ مسلسل زگہر بوریا | کانِ زرش خواندہ فلک بے ریا[4]
خاک ازاں مفرشِ[5] زربافتہ | خلعتِ نوروز زشہ یافتہ
جشن چو آراستہ شد یک سرہ | از طرفِ میمنہ و میسرہ

---

[1] کاٹنا گھاس وغیرہ کا۔ دوسرے مصرعے میں بمعنی دعا۔ آفریں۔ تحسین ۱۲ [3] نام ہے ایک ستارہ کا ۱۲ [4] بے شک و شبہ ۱۲ [5] فرش ۱۲

اُن کا حساب لکھ رہا ہے۔ حاجب پُکار پُکار کر تفصیل بیان کرتا ہے۔ رات کو بزمِ مے نوشی کی دھوم دھام ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے خلعت و انعام۔

از دو طرف رایتِ لعل و سیاہ — سایہ رسانید زماہی بہ ماہ

یک دو ہزار اسپِ مُرصّع ستام[1] — از دُمِ خود بستہ صبا را مدام

(ایک دو ہزار گھوڑے جن کا زیور جڑاؤ تھا۔ ایسے تیز کہ بادِ صبا کو اپنی دم سے باندھ رکھا تھا)

میمنہ[2] جلہا سیہ انداختہ — آتشے از دودِ سلب[3] ساختہ

(داہنی طرف گھوڑوں پر سیاہ جھولیں پڑی ہیں۔ گویا گھوڑے آگ ہیں اور اُن کا سیاہ لباس دھوئیں کا)

میسرہ[4] از پوششِ جلہائے لعل — جلوہ کناں بادِ زگل ہائے لعل

(بائیں طرف کے گھوڑوں کی جھولیں سُرخ تھیں گویا گھوڑے ہوا تھے اور جھولیں لال لال پھول)

وز پسِ اسپان صفِ پیلانِ مست — ابر و ہوا گردہ بصحرا نشست

قلعۂ آہن تۂ بر گستواں — قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں

(ہاتھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے قلعے پر پاکھر پڑی ہے۔ قلعہ قائم ہے اور ستون یعنی ہاتھی کے پاؤں چلتے ہیں)

باغِ زر آراستہ شد جائے بار[5] — گردہ بر و ابر جواہر نثار

---

[1] ستام۔ گھوڑے کا زیور ۱۲ [2] میمنہ۔ داہنی طرف ۱۲ [3] سلب۔ لباس ۱۲

[4] میسرہ۔ بائیں طرف ۱۲ [5] مراد گھوڑوں سے ۱۲

(اس سرے سے اُس سرے تک جملہ ملازمان شاہی نے نذریں پیش کیں)

گشت پُر از نافہ چینی زمیں | باد شد از نافِ زمیں نافہ چیں
ہر دو صف از صف شکناں گشت راست | تیغ وراں دست چپ و دست راست

حاجبِ فصّالؔ چو قمری و سار | نغز نوا گشتہ بفصلِ بہار
شب چو برآئینِ بہاراں زمیں | گرد ہوا پُر زگل و یاسمیں
شاہ بخلوتگہِ دولت شتافت | خلوت از و دولتِ جاوید یافت
گرد رواں برکفِ چوں لالہ زار | بادۂ گل رنگ ببوئے بہار
شاہ بہر جرعہ کہ برخاک ریخت | در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

متفرق مقامات

اب ہم چند مختلف مقامات کے اشعار بھی (جن میں خاص خاص خوبیاں پائی جاتی ہیں) پیش کرتے ہیں۔

جوش و اثر

مناجات میں فرماتے ہیں ؎

اے گنہ آمرز و شفاعت پذیر | پُرگنہاں را بکرم دستگیر!
گرچہ تنِ من زپئے سوز راست | رحمتِ تو از پے ایں روز راست
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام | نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام

ؔ تفصیل بیان کرنے والا چوبدار ۱۲ ؔ مینا ۱۲ ؔ "پے" کے بعد "را" بمعنی برائے زائد اور یہ متقدمین کا محاورہ ہے ۱۲

شاہِ جہاں نشست بزریں سریر — چشمِ جہاں دوختہ از قد چو تیر
آبِ دُر از تاج و قبا و کمر — تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر

چونکہ بادشاہ کے تاج، قبا اور ٹپکے میں موتی ٹکے ہوئے تھے تو ٹپکے کی چمک کمر تک اور قبا کی گلے تک اور تاج کی سر تک تھی - اس شعر میں ایک تو لف ونشر ہی بترتیب معکوس اور دوسرے ایہام کیا ہی لفظ آب کے حقیقی معنی سے۔ اگرچہ اس شعر کی بنیاد ایہام پر ہی مگر بندش الفاظ اور حسن معنی کے لحاظ سے پُرلطف شعر ہی۔

تن چو دراں خلعتِ وشن گہر نہفت — خونِ یواقیت بگردن گرفت

(بادشاہ نے جب یہ خلعت زیب تن کیا تو یاقوتوں کا خون اُس کی گردن پر تھا یعنی یاقوت اس رشک سے خون ہوگئے کہ خلعتِ شاہی میں ہم کو جگہ نہ ملی یا یہ کہ یاقوت جو گریبان میں ٹکے ہوئے تھے وہ بادشاہ کی گردن کی سُرخی دیکھکر شرمندہ ہوگئے)

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں — سہم زناں بر حشمِ اختراں

(فوجی سردار جو اِدھر اُدھر چل پھر رہے تھے ایسے چست وچالاک تھے کہ گویا ستاروں کی فوج پر بھی تیر مارتے تھے)

شحنہ[1] بار آمد وصف راست کرد — ترکِ فلک ہیبت از و خواست کرد
پیش کشیدند گراں تا گراں — خدمتیِ[2] ہر ہمہ خدمت گراں

---

[1] منتظم دربار ۱۲ — [2] نذر ۱۲

تاجکِ[1] گردن کش و لشکر شکن — بیشترے نیزہ ور و تیغ زن
راوتِ[2] تُرو[3] پیں[4] زنِ خارا شگاف — پشت بہ پشت از پئے روئے مصاف
خشت زنانے کہ گہِ آزموں — خشت نشانند بہ سنگ اندروں
پایک بازی گرِ موزوں خرام — دادہ ببازی سرِ خود بہرِ نام
پیکِ گراں سنگ سبک ایستاد — تند چو ابرے کہ رود روزِ باد
بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد — موج زناں آب زمردانِ مرد

کیقباد کے لشکر کا بیان ہے جو دلّی سے روانہ ہوتا ہے

نورِ علمہا کہ بہ کیواں گرفت — آتشِ گوئی بہ نیستاں گرفت
پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید — در رُخِ مہ گرد محاسن پدید
دمدمۂ[5] کاسہ باوازِ خوش — کوس زدہ با فلکِ کاسہ وش
نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ — پیرِ فلک خانہ زِ نے ساختہ
ہیکلِ پیلاں بزمیں خم فگند — زلزلہ در عرصۂ عالم فگند
زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود — روئے زمیں عرصۂ شطرنج بود
جنبشِ اسپ[6] از سُمِ خارا شگاف — لرزہ در افگند زمیں را بناف
ہر یک از اں کوہ تنانِ چو پیل — رقص ہمی کرد ببانگِ صہیل[7]

---

[1] اولادِ عرب جو عجم میں پیدا ہوئی ۱۲ [2] سردار۔ راجپوت ۱۲ [3] نیزہ کوچک ۱۲ [4] ہندوستان کی ایک قوم ۱۲ [5] آوازِ نقارہ ۱۲ [6] مراد از اسپاں ۱۲ [7] بالفتح آوازِ اسپ ۱۲

عذر زعاصی بود اندر گناہ　　طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

نعت میں فرماتے ہیں ؎

تا بسریرِ عرب آں جم نشست　　رعبِ عرب در ہمہ عالم نشست

خطبۂ لولاک بپرداختہ　　منبرِ نہ پایہ ازاں ساختہ

ہستیِ او تا بہ عدم خانہ جود　　نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

چوں ز وجودش عدم آوارہ یافت　　تختۂ ہستی رقمِ تازہ یافت

بیانِ معراج میں فرماتے ہیں ؎

جامِ عنایت بصفا نوش کرد　　وز خودیِ خویش فراموش کرد

بسکہ بروں برد وصالش ز پوست　　فرق ندانست ز خود تا بدوست

راہ کہ پر گم شد ازاں جبرئیل　　وہمِ ملائک نشد آنجا دلیل

عزم ازاں قبلہ گہِ دل کشید　　بیشتر از خویش بمنزل کشید

رفتہ و باز آمدہ در یک زماں　　رفتن و باز آمدنش تواماں

یہ اُس لشکر کا بیان ہی جو سلطان ناصرالدین کے ساتھ بنگالے سی آیا تھا ؎

لشکرِ مشرق ز اودہ تا بہ بنگ　　چیرہ دل و خیرہ کُش و تیز جنگ

ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزار[1]　　ہر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار

---

[1] جو شخص اپنا تیر سنداں سے پار کر دے۔ سنداں لوہاروں کا وہ اوزار جس پر لوہا کوٹتے ہیں ۱۲

(فیض حالی)

عبرہ ازاں معبرِ دریا تو جوے　　من دہم از تیغ بہ بحریں شوے

از تو ز ہند وستدن پیل و مال　　وز قبلِ من مغل قیل و قال

تاج زمن۔ سر ز تو افراختن　　عاج ز تو۔ تخت زمن ساختن

تا تو بمشرق بوی و من بغرب　　حربہ خورد ہر کہ در آید بہ حرب

سلطان ناصرالدین کشتی میں سوار ہو کر دریاے سرجو کے پار اُترتا ہے

آب شد از بحر رواں تختہ پوش　　کردہ ز ہر تختہ معلّم خروش

(یعنی کشتیوں کی کثرت سے دریا ڈھک گیا اور ہر تختہ یعنی کشتی پر ایک معلم یعنی کپتان ملاحوں کو چلّا چلّا کر کشتی رانی کا حکم دینے لگا)

نعرۂ ملاح کہ می شد باوج　　بر تنِ خود لرزہ ہمی کرد موج

آب ازاں غلغلہ زاندازہ بیش　　گرد نمی گشت بگردابِ خویش

جس وقت کشتی منجدھار سے گزرتی ہے تو ملاح سب مل کر یکبارگی زور لگاتے اور نعرے مارتے ہیں اُس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ۔

"ملاحوں کے شور و غل کو سن کر موج بھی کانپ رہی تھی اور دریا بھنور کے گرد گھومنے سے رُک گیا تھا"

کشتیِ پوئندہ کہ چوں تیر بود　　بود بجائے کہ زمیں گیر بود

(تیز رو کشتی تیر کی طرح چلی اور فوراً کنارے پر جا لگی)

گردِ سواراں کہ بخورشید جست | قطرۂ برچشمۂ خورشید بست
بلکہ ازاں گرد سرافراختہ | چشمۂ خورشید شد انباشتہ
موے تنگاخاں بکماں بستہ زہ | زہ زدہ ابروے کماں را گرہ
تیغ برہنہ کہ بپوشید دشت | برہنہ را بیں کہ چہ پوشیدہ گشت
تیغ نہ پل[۱] کاتشِ فولاد خیز | بردلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز

کیقباد کا لشکر کوچ کرتا ہے

صبح چو برزد علمِ آفتاب | لشکرِ سیارہ فروشد بآب
کوسِ عزیمت زدِ شہریار | لرزہ درآورد بروئیں حصار
دمدمہ را کرد دمامہ[۲] بلند | دم بدم ناے دمادم فگند

کیقباد کی زبان سے فخریہ پیام ناصر الدین کے نام

من کہ زدروازۂ اقلیم ہند | لشکرے آراستہ ام تا بہ سند
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ | فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
رو تو چو خورشید ز مشرق برآے | من بہم اسکندرِ مغرب کشاے
شو تو سوے کامرو (خطۂ در بنگالہ ۱۲) انگبر زخش | من کنم اقصاے عراقین بخش
خیز تو از قلعۂ چیں جوے گنج | من زدرِ روم شوم سیم سنج

---

[۱] بالفتح پل ۱۲ [۲] نقارہ ۱۲

فتنہ و فساد کو دور کردیا)

خنجر کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دینا ایک معمولی تشبیہ ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو صفت قطرہ کی اضافہ کی ہے اُس نے اس تشبیہ میں ایک نازک لطف پیدا کر دیا ہے۔

بود بیک جاے صفِ تیغ و تیر   ہمچو نیستاں بلبِ آب گیر

(تلواروں اور تیروں کی صف پاس پاس تھی۔ گویا تالاب کے کنارے نیستاں کھڑا تھا)

یہاں صفِ تیغ کو آبگیر سے تشبیہ ہے بوجہ آب و تاب کے اور صفِ تیر کو نیستاں سے۔

شد زمیں از نعل منقش و نگار   چوں شکمِ ماہی و اندامِ مار

(گھوڑوں کے نعل سے زمین پر ایسے نقش و نگار ہو گئے تھے کہ وہ شکم ماہی اور اندام مار کی مانند معلوم ہوتی تھی یعنی زمین پر نعلوں کے نشان کثرت سے تھے۔ جیسے کہ شکم ماہی اور اندام مار پر ہوتے ہیں)

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید   بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟

(گھوڑا تیز دوڑنے والا ہے اور اُس کی کنوتیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا ایک تیر کے سرے پر دو پیکان ہیں)

یہاں گھوڑے کو تیر سے اور اس کے کانوں کو پیکان سے تشبیہ دی ہے۔ اور دوسرے مصرع میں تعجب مفید مدح ہے۔

دائرہ خیمہ بسبزی قطار   ابر فرود آمدہ در مرغزار

(ہر بادل میں خیموں کا کیمپ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سبزہ زار میں بادل اُتر پڑے ہیں)

یہاں خیموں کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے

سوز و گداز

زسرِ کرشمہ یکرہ گذرے بسوے من کن | بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن
منم و دلے و دردے زغمت چو ناتوانان | بزکوٰۃِ تندرستی گذرے بسوے من کن

ایجاز

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید | شست و فرود آمد و پیشش دوید

سلطان ناصرالدین نے زبردستی پکڑ کر کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ دوسرے مصرعہ میں کس اختصار کے ساتھ تمام کیفیت کی تصویر کھینچ دی ہے کہ

کیقباد بتعمیل حکم تخت پر جا بیٹھا۔ مگر فوراً اُترا اور دوڑ کر باپ کے پاس چلا آیا۔

تشبیہ و تمثیل اس مثنوی کے اشعار میں تشبیہ و تمثیل اکثر نادر و غیر مکرر ہے اور بعض جگہ معمولی تشبیہ کو کسی نکتہ کے اضافہ سے لطیف و دل پسند بنا دیا ہے۔ لہذا چند اشعار متضمن تشبیہ و تمثیل نذر ناظرین کئے جاتے ہیں۔

لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید | بود زمیں تشنہ کہ دریا رسید

(اسلام کا لشکر وہاں پہنچا گویا پیاسی زمین کے پاس دریا پہنچا۔ یعنی وہاں امن و خوشحالی پیدا ہو گئی)

اس شعر میں لشکر اسلام کے پہنچنے کو ایسے دریا سے تمثیل دی ہے کہ پیاسی زمین پر جا پہنچے۔ اور اس کو سیراب و شاداب کر دے۔

خنجرِ شہ قطرۂ آبے شمار | قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار

(بادشاہ کے خنجر کو قطرۂ آب سمجھو۔ مگر ایسا قطرہ جس نے روے زمین سے گرد و غبار کو دبا دیا یعنی

کو لاٹھی سے اور بادِ خزاں کو آندھی کی رہ نما سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ ہر ایک کی ظاہر ہے۔

نم بکفِ دستِ چنار از روش　　　زیبقِ لرزاں بکفِ مرتعش

(چنار کے پتوں پر تری اس طرح حرکت کرتی ہے جیسے رعشہ والے کی ہتیلی پر پارہ کانپتا ہے)

یہاں چنار کے پتوں پر نمی کے ہلنے کو ایسے زیبق سے تشبیہ دی ہے جو کفِ مرتعش پر لرزاں ہو۔

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش　　　غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش

(پھول چونکہ کھل چکا ہے تو اُس کے تن پر جو کپڑا تھا پھٹ گیا۔ مگر کلی ایسی معلوم ہوتی ہے گویا پھول کے پھٹے دامن میں گرہ لگی ہوئی ہے) یہاں پھول کی پتیوں کو جامۂ پارہ شدہ سے تشبیہ دی ہے اور غنچے کو ایسی گرہ سے جو پھٹے ہوئے دامن پر لگی ہوئی ہے۔ پہلی تشبیہ تو مبتذل ہے مگر دوسری میں تازگی و ندرت ہے۔

قطرہ کہ شد زابرِ چکاں بر ہوا　　　مہرۂ بلور شدہ در ہوا

(شدتِ سرما کا بیان ہے کہ جو قطرہ بادل سے ٹپکتا ہے وہ سردی سے جم کر مہرۂ بلور بن جاتا ہے)

یہاں قطرۂ آب کو بلوری مہرہ سے تشبیہ دی ہے۔

بادہ چو خورشید پگہ تا بہ شام　　　کردہ طلوع و غروبے بجام

(شراب صبح سے شام تک پیالے میں آفتاب کی طرح طلوع و غروب کرتی ہے۔ یہاں شراب کو آفتاب سے اور شراب کے پیالے میں بھر جانے اور نکالے جانے کو طلوع و غروب سے تشبیہ دی ہے)

پیلِ گراں سنگ سبک التیاؔ ع   تند چو ابرے کہ رود روزِ باد

(ہاتھی ہے تو بڑا وزنی مگر جھٹ پٹ کھڑا ہو جاتا ہے۔ تیز رو ایسا جیسے آندھی کے دن ابر)

یہاں ہاتھی کو ایسے بادل سے تشبیہ دی ہے جو آندھی کے دن ہوا پر دوڑتا ہے۔ وجہ شبہ تیز روی ہے۔

طرفہ عروسی شدہ آراستہ   آئینہ از آبِ رواں خواستہ

قصر کیلوکھڑی کی صفت میں بیان کرتے ہیں کہ:۔ (یہ قصر حسن و زیبایش میں ایک عروس ہے جس نے جمنا کے آب رواں کو اپنا آئینہ بنایا ہے تاکہ اُس میں اپنا جمال دیکھے)

اس شعر میں قصر کو عروس سے اور آبِ رواں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔

ہمچو دو آئینہ مقابل ز تاب   آب دراں عکس نما۔ رو در آب

(یہ قصر اور آب جمن دو مصفا آئینے ہیں ایک دوسرے کے مقابل۔ پانی کا عکس تو قصر کی دیواروں میں نظر آتا ہے اور قصر پانی کے اندر) اس شعر میں قصر اور آب جمن دونوں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے مگر ایسے آئینہ سے کہ ایک کا عکس دوسرے کے اندر نمودار ہے۔

نرگس بے دیدہ رواں کو روش   خار عصا۔ بادِ خزاں کورکش

(یہ موسم خزاں کا بیان ہے کہ نرگس کے دیدے پٹ ہوگئے۔ اندھوں کی طرح چلتی ہے۔ کانٹا اس اندھی کی لاٹھی ہے اور باد خزاں اسکو کھینچکر لئے جارہی ہے) اس شعر میں نرگس کو آندھی سے کانٹے

ع استاد ذوق نے ایک قصیدے میں یہی تمثیل کو الٹ دیا ہے ؎

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ   کہ جیسے جائے کوئی پیل مست بے زنجیر

تو دۂ لعلے کہ بہر گوشہ بود　　روئے زمیں پُر ز جگر گوشہ بود

(لعل جو نثار کیے گئے تھے ہر طرف پڑے تھے گویا سطح زمین رنگا رنگ لعلوں سے پُر تھی یا وہ لعل زمین کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ کیونکہ لعل زمین کے اندر سے نکلتا ہے)

آمد آں سادہ زنخ بر منِ بیہوش زد آب　　بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

یہاں زنخ کو چاہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت مبتذل تشبیہ ہے مگر دوسرے مصرعہ کے مضمون نے کہ "چاہ بر سرِ تشنہ رسید" اس تشبیہ میں ایک دلآویزی پیدا کر دی ہے۔

موے میاں در کمرِ زر شدہ　　رشتہ بیاقوت و گہر در شدہ

بسایہ بودم خفتہ کہ یار آمد و گفت　　چہ خفتۂ؟ کہ رسید آفتاب در سایہ

پنجہ کشادہ گُل لعل از پلہ[1]　　غرق بخوں ناخنِ سیر پلہ[2]

زابروے خم پشت کماں ساختہ　　تیرِ مژہ نیم کش انداختہ

اودھ میں ایک شب سلطان ناصر الدین کیقباد کی خیمہ گاہ میں آیا ہے۔ اور دونوں بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ اس موقع کے بیان میں

---

[1] پلہ یا پلاس۔ درخت ڈھاک ۱۲　[2] بزم معزی کے آخر میں اس شعر پر نوٹ دیا گیا ہے ۱۲

شہ بتہ چترِ سیہ می چمید　　اوّلِ شب صبحِ دوم می دمید

(بادشاہ چتر کے سایہ میں خراماں چلتا تھا۔ گویا رات کے شروع ہوتے ہی صبح صادق نمودار ہوگئی تھی)

اس شعر میں چترِ سیاہ کو اوّلِ شب اور بادشاہ کو صبح صادق سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ تشبیہ اوّل تاریکی اور دوم میں نور ہے۔

دکدکِ[1] دندانِ برہنہ تناں　　چوں شغبِ چوبکِ[2] زناں

(جو لوگ برہنہ تن تھے جاڑے کے مارے اُن کے دانت بج رہے تھے۔ دانتوں کے بجنے کی آواز ایسی تھی گویا چوکیدار چوبک بجا رہے ہیں)

سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر　　بچۂ طوطی ست کہ شد سبز بر

(سبزہ جو تازہ اُگا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوطے کے بچے نے ابھی کلیاں نکالی ہیں)

رودزن[3] از سینہ بروں بردہ صبر　　آب چکاں[4] دست چو باراں ز ابر

(مطرب نے ایسا بجایا کہ لوگوں کے دل بیقرار کر دیئے۔ اُس کا ہاتھ نہایت لطیف ہے گویا بادل سے مینھ برس رہا ہے)

ور کماں دست بردچوں ہنر بر　　قوسِ قزح داں کہ برآمد ز ابر

کمان کو قوس قزح سے تشبیہ دی ہے۔

پشتِ نے از بار گہر خم زدہ　　چوں بسحر گلشنِ شبنم زدہ

(بادشاہ کے چتر کی صفت نے ا موتیوں کے بوجھ سے ایسا جھک گیا تھا جیسے صبح کے وقت گلشن شبنم کے بوجھ سے)

---

[1] شدت سرما سے دانتوں کے بجنے کی آواز ۱۲ [2] چوبک۔ ڈنڈا۔ زمانہ قدیم میں افسر چوکیداران ایک ڈنڈا اور ایک تختہ رکھتا تھا۔ ڈنڈے سے اس تختے کو بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار اپنے اپنے کام پر ہوشیار رہیں ۱۲ [3] رودزن۔ مطرب ۱۲ [4] آب چکاں۔ نہایت ہلکا اور لطیف ۱۲

کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید　　مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہِ تمام　　بزم یکے شد بہ دو دَورِ مُدام

صوفیانہ خیالات صفتِ ساقی کے عنوان میں امیر صاحب نے ظاہرا بزمِ شاہی کے ساقی کی صفت نگاری کی ہے۔ مگر موقع ایسا دلچسپ تھا کہ یہاں مجاز کے پردے میں حقیقت کی جھلک دکھائی ہے اور بعض اشعار ایسے پرلطف ہیں کہ ادنےٰ تامل سے اصلی ساقی (مرشد) کی یاد دلاتے ہیں۔

ساقی صوفی کُش و مردم فریب　　بُرد بیک غمزہ ز عالم شکیب

ساقی یعنی مرشد کامل صوفی کا قاتل ہے عوام الناس کو دہوکے میں ڈال رکھا ہے کہ اُس کے کمال سے ناواقف ہیں اُس کی ایک ادا نے ایک عالم کے دلوں کو بے صبر و بیتاب کر رکھا ہے

گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت　　لیک گہے فتنۂ چشمش نہ خفت

بظاہر اُس کی آنکھہ سوتی معلوم ہوتی ہے مگر اُس کی نگاہ باطن کی تاثیر کبھی معطل نہیں ہوتی ہمیشہ طالبان حق کے دلوں کا شکار کرتی رہتی ہے

عکسِ حناش نرگس مست و خراب　　ہر ہمہ را سُرمہ دہد در سراب

اُسکی بیخودانہ نظر کی تاثیر جذبۂ محبت کو اور بھی تیز کردیتی ہے (یا اہل محبت کو خاموش بنادیتی ہی)

ہر کہ بیک جرعۂ او سر نہد　　بے ہشیش بیند و بر تر دہد

جو شخص ادنیٰ فیضان مرشد کو تسلیم و رضا سے قبول کرتا ہے تو مرشد اُس کی بیخودی کا اندازہ کرکے اُس کے حال پر اور زیادہ توجہ کرتا ہے

خسروؔ شعرانے بہت سی تمثیلیں نکالی ہیں جس سے طبیعت کی جولانی اور تخیل کی وسعت ظاہر ہوتی ہے ؎

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند — بر فلکِ تخت چو مہ بر شدند
گشت بہ برجے دو قمر جاے گیر — گشت قرین بد و سلطاں سریر
ملک بہ یک تخت دو دارا نمود — دہر بیک آب دو دریا نمود
روے زمیں فرِّ دو جمشید یافت — چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگیں دست داد — افسرِ کسرے بہ دو فرق اوفتاد
دبدبہ کوسِ دو لشکر زدند — نوبتِ اقبالِ دو سنجر زدند
گلشنِ دولت بدو گل تازہ گشت — صوتِ دو بلبل بیک آوازہ گشت
مصقلۂ چرخ دو خنجر زدود — آئینۂ ملک دو صورت نمود
سایہ یکے کرد دو فرِ ہماے — پایہ یکے ساخت دو لشکر کشاے
شاخ بہم سود دو سرو جواں — موج بہم داد دو آبِ رواں
گشت یکے باغِ دو فارا دو جوے — گشت یکے منبع صفارا دو روے
کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید — مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہ تمام
بزم یکے شد بہ دو دورِ مدام

طاری ہوتی ہے کہ قیامت ہی کے دن ہوش میں آئیگا

حکمت و اخلاق

اشکرہ راگشت بہیں دستگاہ ۔۔۔ از ہنرِ خویش زبردستِ شاہ

شکرہ کو اپنے ہنر کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک بہتر جگہہ ملی

چوں ہنرِ مرغ فراواں شود ۔۔۔ مرغ زبردستِ سلیماں شود

وائے برآں آدمی بے خبر ۔۔۔ کوکم ازاں مرغ بود درہنر

دیگر

گشت چو فاصد بتنِ مرد خوں ۔۔۔ بہ کہ بہ نشتر کند از تن بروں

دیگر

دجلہ چو آمیختہ گردد بہ نیل ۔۔۔ ہست جدا کردنِ آں مستحیل

دیگر

تا بچمن سرو بود سایہ دار ۔۔۔ کس نخزد زیرِ گیا سایہ دار

دیگر

چشمۂ چاہ ارچہ کہ بالا شود ۔۔۔ چشمہ محال ست کہ دریا شود

دیگر

ملک بمیراث نیابد کسے ۔۔۔ تا نزند تیغِ دو دستی بسے

دیگر

مے دہد و خوں خورد از دل تمام　　　جرعۂ باقی نگذارد بجام

مرشد فیضان پہونچاتا اور مرید کے دل کو خواہشوں کے لوث سے پاک و صاف کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا فیضان پورا کردیتا ہے

ور نہ شود مست حریف از شراب　　　رو بنماید کہ بفیتد خراب

اگر طالب پر فیضان مرشد سے بیخودی طاری نہوئی تو مرشد اس کو اپنے انوار کا مشاہدہ کراتا ہے اس مشاہدے سے وہ بیخود ہوجاتا ہے

مست در و بیند و او سوے می　　　او شدہ مست از می و مستاں زوی

پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ طالبِ بیخود جو کچھ دیکھتا ہے مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور مرشد فیضان غیب کا منتظر رہتا ہے غرض مرشد فیضان غیب سے مست و بیخود رہتا ہی اور طالب انوارِ مرشد کے مشاہدہ سے۔

بسکہ ہمہ جَور بود دَورِ او　　　ہر کہ بود خون خورد از جَورِ او

ایسے مرشد کا دَور سراسر جَور ہے یعنی کثرت فیضان۔لیکن ایسے فیضان کا تحمل کس سے ہوسکتا ہے ناچار طالب بظاہر خراب حال ہوجاتا ہے

از کف او دَور دما دم خوش ست　　　ور بمثل جَور[۱] بود ہم خوش ست

ایسے مرشد کا فیضان بتدریج ہو تو زہے نصیب اور اگر یکایک ہو تو بھی اچھا

چوں بدہد بادہ نگوید کہ نوش　　　مست بروز دگر آید بہوش

جب مرشد کامل فیضان پہونچاتا اور طالب کو نوید عطا سناتا ہے تو طالب پر ایسی بیخودی

[۱] جور=ستم۔جام لبالب پلاکر پینے والے کو لٹادینا یعنی مست و بیخود کردینا۔

گرسنہ زانی کہ دریں تنگنا ے — ناں زملک می طلبی زخدا ے

عزہ بہ نزدیکی سلطاں مشو — بلبلِ باغی۔ مگس خوان مشو

ہست شہے از خرمنِ ہستی خسے — تاتو چہ باشی کہ کمی زوبسے

بادشاہ عالم موجودات میں ایسا ہے جیسے خرمن میں ایک تنکا۔ پھر تو جو اس سے بھی

کم تر ہے کیا چیز ہے !!!

چند کشی پیش ملک دست بیش — تات زکوتے دہد از ملک خویش

تشنہ بمیر آب ز دوناں مخواہ — خوں خورو از خوانچہ شاں ناں مخواہ

چوں ببریدی طمع از ناکساں — صرف مکن گوہرِ خود باخساں

گل بچراگاہِ ستوراں مبر — آئینہ در مجلس کوراں مبر

تخیّل تخیل شاعری کی روح ہے اس مثنوی میں جا بجا ایسے موقع پائے جاتے ہیں جہاں حضرت خسرو نے تخیّل کا طلسم باندھا ہے۔ مثلاً

جوہری شام بسوداگری — کردہ گہر پیش کشِ مشتری

شاعر کا خیال ہے کہ وقت شام ایک جوہری ہے جس نے سوداگری کی غرض سے خریدار کے سامنے جواہرات پیش کئے ہیں یعنی شام کو ستارے نکلے ہیں۔

چرخ یکے حلقۂ انگشتریں — بر سرِ یک حلقہ ھزاراں نگیں

دیگر

بسکہ صراحی جلی گشتہ صاف — بادہ درو دیدہ شد اندر طواف

تیغ کہ سہراب بر رستم کشید
ہیچ شنیدی کہ زگیتی چہ دید!

دیگر

خواست یکی خواستہ لیکن نیافت
آنکہ نمی خواست بر خود شتافت

رفت یکی در طلب لعل سنگ
ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ

واں دگرے راکہ غم آں نبود
لعل جہاں یافت کہ در کاں نبود

کوششِ بیہودہ زغایت بروں
کوبشِ آب ست بہ ہاون دروں

دیگر

ایں ہمہ بیداری ماخفتن ست
کآمدنِ ما۔ زپئے رفتن ست

گر بودت خوش خور و بدخو مباش
ور نبود رنجہ مشو گو مباش

تنگ مباش از پئے عیشِ فراخ
کاں بری از باغ کہ خیزد زشاخ

ہرچہ رسد بیش خورد کم مخور
ور نرسد۔ ہم برسد۔ غم مخور

ہرچہ بجوئی و نیابی۔ مرنج
زانکہ نخواہش نتواں یافت گنج

دیگر

آنکہ شکیبش بقناعت درست
قرصِ خور از قرصِ زرش بہترست

کاں بغذا لذّتِ کامش دہد
ویں بطمع خسّتِ نامش دہد

خطاب بہ نفس

ترک طمع گیر۔ زخود شرم دار
تا نشوی چوں خجلاں شرمسار

دیگر

آہوے پوینده ببالا و زیر ۔ خانۂ خود ساختہ درکامِ شیر

آفتاب ۱۲ ؎ ۱۲ ماہ

دیگر

گرم شود برہمہ بے ہیچ کیں ۔ پس زحیا در رود اندر زمیں

آفتاب ۱۲

دیگر

کشتئ عاج ست تو گوئی رواں ۔ گشتہ دو گوششں بدو سو بادباں

گوش کہ با چشم ہمی کرد لاغ ۔ مردحۂ بود بہ پیشش چراغ

طرفہ کہ آں مردحہ زآسیبِ باد ۔ ہیچ گزندے بچراغش نداد

دیگر

خاک یکے بیضۂ طوطی شمار ۔ بیضہ یکے بچۂ او صد ہزار

یعنی کرہ زمین طوطی کا انڈا ہے اس ایک انڈے سے لاکھوں بچے نکلے۔

سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر ۔ بچۂ طوطی ست کہ شد سبز بر

نیا اُگا ہوا سبزہ گویا اُس طوطی کا بچہ ہے جس نے نئی کلیاں نکالی ہیں۔

اسالیب بیان کی تازگی — فصلوں اور موسموں کا تغیر صبح و شام اور رات دن کا ہونا ہر جگہ ایک نئے پیرائے میں بیان کیا ہے۔

آفتاب قوس میں

بیان کرنا یہ ہے کہ آفتاب برج قوس میں آگیا برسات ہو چکی سردی

گوئی کز او صافِ صفاش از بروں   بادہ بروں ست و صراحی دروں

جلبی صراحی ایسی صاف ہی کہ اُس میں شراب گردش کرتی نظر آتی ہے اُس کی شفافی
سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب باہر ہے اور صراحی اُس کے اندر

دیگر

در شکمِ او کفِ صافی گہر   از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر

صراحی کے پیٹ میں پاک و صاف جھاگ اُٹھتے ہیں تو اُن جھاگوں کو شراب کی ایسی
ہوس ہے کہ وہ شراب بھرنے کے لئے اور نئے نئے شیشے بنا رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ :-
صراحی میں شراب ہے۔ شراب میں جھاگ ہیں۔ اور جھاگوں پر بلبلے اُٹھ رہے ہیں۔

دیگر

عکسِ رسن ہا کہ فرو شد بآب   بستہ بہ پہلوے نہنگاں طناب

جب کشتی کی رسیوں کا سایہ پانی میں پہونچا تو اُس سایہ نے ناکوں کو طناب میں
جکڑ لیا تاکہ ہل نہ سکیں۔

طفلِ کہن سال و لعابش رواں   دایۂ او چرخ و لے مہرباں

آفتاب ایک کہن بچہ ہے جس کے منہ سے رال ٹپک رہی ہے جو اپنی دایہ یعنی آسمان
کی گود میں ہے گو آسمان گو ستمگار ہے لیکن اس بچہ کے لئے دایۂ مہربان ہے۔

دیگر

باہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست   یک تن و ہر جا کہ بجوئیش ہست
آفتاب ہا ہا

گلِ ریحاں جو پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے اُس کو نکال دیا۔ اب چمن کے اندر اُس کی حکومت باقی نہیں رہی۔

فصلِ خزاں چون بچمن خانہ ساخت　　بادِ وِراں کردہ بگلزار تاخت

شاہِ سپرغم[گلِ ریحاں ۱۲] زد لایت براند　　کش بچمن ہیچ ولایت[حکومت ۱۲] نماند

فصلِ بہار

مقصود یہ ہے کہ موسم برسات آپہونچا اور ابر نمودار ہونے لگا پھول کھلنے لگے۔ اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ

جب بہار کا جھنڈا بلند ہوا تو ابر نے اپنا خیمہ ستاروں پر جا لگایا پھولوں کا سکّہ تیار ہونے لگا جیسے ہمارے بادشاہ کے دام بنتے ہیں اور اس سکّہ کی تیاری معقول طور سے کی گئی۔

فصلِ بہاراں چو علم در کشید　　ابر سراپردہ بر اختر کشید

سکۂ گل چوں درمِ شہ زدند　　سکّہ بصد وجہ موجہ زدند

آفتاب برج ثور میں

مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب برجِ ثور میں آیا تو کھیتوں میں غلّہ پک گیا اِس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

کا موسم ہے اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے۔

آسمان کے بادشاہ نے جس وقت کمان ہاتھ میں لی تو ماہ تیر نے دوڑ کر ملک کی حکومت موسم سرما کے سپرد کر دی۔

شاہِ فلک چوں بکمان دست برد تیر مہ اقلیم بسرما سپرد

شاہ فلک = کنایہ ہے آفتاب سے ۔ تیر = برسات کے ایک مہینے کا نام ہے۔ کمان = برج قوس۔ لفظ تیر کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔

یہ مضمون کہ اس موسم میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہونے لگی یوں ادا کیا ہے کہ

جہان ایک بڑھیا ہے جس نے چرخہ کاتنا شروع کیا ہے اور رات کو نہایت لمبا دھاگا کات کر دیا ہے۔

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز داد بشب رشتہ بغایت دراز

زال جہاں = کنایہ ہے دنیا جہان سے جسے بڑھیا مانا ہے۔

چرخ زدن = چرخہ کاتنا ۔ رشتہ = ڈورا ، دھاگا۔

فصل خزاں

مطلب یہ ہے کہ خزاں کا موسم آگیا۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ پھولوں کی بہار ختم ہو گئی۔ اس مطلب کو اس طرح ادا کیا ہے ۔

جب فصل خزاں نے چمن میں گھر بنا لیا تو بادِ رواں گلزار میں اپنا گھوڑا کدانے لگی

صبح

رات کو سورج چھپ تو گیا تھا مگر پورا چاند تھا صبح ہوئی تو سورج نکلا
یہ مضمون اس طرح سے باندھا ہے کہ

چوں دل شب حاملۂ مہر گشت | بر شبِ حامل مہِ کامل گذشت
حاملِ یکماہہ نہ بل یکشبہ | تا چو رسے زاد دراں کوکبہ
آفتاب ۱۲

دیگر

صبح ہوئی اور تارے چھپ گئے۔ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

صبح چو برزد علمِ آفتاب | لشکرِ سیّارہ فروشد بآب

دیگر

رات گذری صبح ہونے آئی

کرد چو شب نوبتِ خود را تمام | صبح دُہل برد ببالائے بام
آفتاب ۱۲

دیگر

صبح برآوردہ چو چترِ سپید | بست سیاہی بہ سپیدی امید

دیگر

کوسِ سحرگہ فلک آوازہ گشت | دبدبۂ روز ز سر تازہ گشت
بلند آوازہ ۱۲

دیگر

چون زحمل رفت بہ تورِ آفتاب پخت ہمہ دانۂ پرویں[1] ز تاب

آفتاب برج جوزا میں

جب آفتاب برج جوزا میں آیا تو لو چلنے لگی اور گرمی کی شدت ہوگئی۔

اس مضمون کو اِس طرح بیان کرتے ہیں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت رفت در آں خانہ درون جا گرفت

باد ز جوزا[2] شد و آتش ز مہر سوخت جہانے ز زمین تا سپہر

آفتاب برج سرطاں میں

جب آفتاب برج سرطاں میں آیا تو برسات شروع ہوگئی۔ اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید

بیان کرنا یہ ہے کہ جنگل میں نیا سبزہ اُگا ہے جا بجا پانی بھرا ہوا ہے اس مضمون کو اِس طرح ادا کیا ہے کہ

سبزہ بصحرا شدہ چوں نوخطاں ملکِ جہاں گشتہ بکامِ بطاں

---

[1] پرویں ایک خوشہ ہے ستاروں کا بُرج ثور میں جس کو ثریا بھی کہتے ہیں ۱۲

[2] جوزا برجِ بادی ہے ۱۲

صنایع بدایع صنایع بدایع عروسِ کلام کا زیور ہیں۔ اس مثنوی کے اکثر اشعار اس زیور سے آراستہ نظر آتے ہیں۔

چند اشعار متضمن صنایع یہاں نقل کیے جاتے ہیں:۔

صنعت طباق یا تضاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایسے دو لفظ یک جا ذکر کریں جن کے معانی فی الجملہ ایک دوسرے سے مخالف یا ضد ہوں:۔

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند   صبر ہر چند کہ بود اندک بسیار برفت

اندک و بسیار متضاد ہیں۔

دیگر

پایک بازندہ برون از قیاس   پُر دل و خالی دلِ شان از ہراس

دیگر

مستیِ او مایۂ ہشیاریش   خفتہ ہمہ خلق ز بیداریش

دیگر

کرد بزرگی بحقِ کہتران   داد سبک جامہ بقیمت گران

دیگر

این ہمہ بیداریِ ما خفتن است   آمدنِ ما زپے رفتن است

بیداری و خفتن میں اور آمدن و رفتن میں تضاد ہے۔

تیغ کشید اخترِ عالم فروز　　لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز

دیگر

زنگیِ شب کرد سپیدہ بروے　　خندہ زناں شد فلک از چار سوے

دیگر

مشعلۂ صبح کہ شد نور دار　　ساخت یکے شعلہ ز چندیں شرار
ستارے ۱۲

دیگر

از تفِ آں شعلہ کہ در تاب شد　　سیمِ کواکب ہمہ سیماب شد

آفتاب کی روشنی و گرمی کے اثر سے تارے سیماب بن کر اُڑ گئے یعنی چھپ گئے۔

دیگر

صبح ز بس دم کہ دما دم گرفت　　آتشِ خورشید بعالم گرفت

دیگر

روزِ دگر کرد چو نافِ جہاں　　مشکِ شب از آہوی مشرق نہاں

دیگر

گشت چو دریاے سپہر آبگوں　　داد رواں چشمۂ خور را بروں

دیگر

شد کرۂ چرخ چو گنبد نماے　　نعل مہ افگند بہ گنبد ز پاے

دیگر

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد　　مارِ سیہ در شکم خاک شد
خندہ زن ۱۲

ارصاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ شعر میں ایسا لفظ لائیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مصرعہ ثانی کے آخر میں فلاں لفظ ہوگا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہی کہ شعر کے قافیہ کا حرفِ رویؔ[1] معلوم ہو:-

شقۂ دیبا بر زیبا شدہ — سیمبراں صورتِ دیبا شدہ

پہلے مصرعہ میں لفظ "دیبا" اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ یہی لفظ ہوگا۔ کیونکہ پہلا قافیہ "زیبا" معلوم ہی۔

سرو پیادہ۔ خوش بود اندر چمن ولیک — آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

اس غزل کے قافیے ہم کو معلوم ہیں کہ "زار" "بہار" وغیرہ ہیں پس لفظ "پیادہ" اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اس شعر کا قافیہ "سوار" ہوگا۔

موے بموگیسوے او مشکِ خشک — فرق نہ بون سرِ موئے زمشک

دیگر

آئینۂ صورتش از سینہ رفت — صورتِ او راک ز آئینہ رفت

دیگر

باغ خراب از قدمِ بومِ شوم — جُغدِ قدم شوم شدہ بارِ بوم

---

[1] حرف ردی وہ ہی جس پر قافیہ کی بنیاد ہوتی ہی ۱۲

از پئے نامے کہ مباد شن اُمید! نامہ سیہ کردی و دیدہ سپید

دیدہ سپید کردن سے مُراد یہاں نابینائی ہے۔ مگر حقیقی معنے کے لحاظ سے سیاہ وسپید میں تضاد ہے۔

دیگر

گرمی دل نیست چو حاصل مرا سرد شد از آبِ سخن دل مرا

نو کنم اندازۂ رسمِ کہن پس روی پیش روانِ سخن

نو۔ کہن۔ پس رو۔ پیش رو۔ میں تضاد ہے۔

ملکِ جہاں پختہ بمن شد تمام کے دہم از دست بسودای خام؟

پختہ ضد خام۔

دیگر

بستۂ تست این دلم باد گرانش بہ بند کاش! کہ با دیگراں دل بکشاید مرا

یہاں بست و کشا دمیں تضاد ہے۔

دیگر

تیز چو شد خنجرِ آں گرم خو پشت نہ دیدہ کس از ہیچ رو

یہاں رو کے معنے وجہ و طور کے ہیں۔ مگر اصلی معنے کے لحاظ سے پشت و رو میں تضاد ہے۔

دیگر

نشستہ سبزہ زیں سو در چپِ گل ستادہ سروزاں سو جانبِ راست

دیگر

گرم شدہ از مددِ جامہ مرد مردمِ بے جامہ بجاں گشتہ سرد

دیگر

گوش کن ایں گفت و مکن گفتِ کس بشنو و مشنو سخن این ست و بس

آب فرو ماند چو کوہ از شہاب　　کوہ در آمد بتزلزل چو آب

دیگر

چشم پدر بہرِ جگر گوشہ تر　　گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر

حُسنِ تعلیل

اِس صنعت کا طریق یہ ہے کہ کسی وصف کے لیے کسی شے کو علت قرار دیں مگر وہ شے حقیقت میں اُس وصف کی علت نہو۔ گویا یہ صنعت ایک تخیل ہے جس سے طبیعت محظوظ ہوتی ہے۔

چنانچہ گھوڑوں کی تیز روی کی صفت کرتے ہیں:۔

از تگِ شاں کاں رہِ صرصر زدہ　　باد بدیوار ہمے سر زدہ

گھوڑوں کی دوڑ سے جس نے آندھی کو بھی مات کر دیا ہے ہوا نے اکثر دیوار سے سر پٹکا ہے۔ یہ امر تو ثابت ہے کہ ہوا دیوار سے ٹکراتی ہے مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ ہوا کا دیوار سے سر پھوڑنا اس رشک و حسد سے ہے کہ وہ ان گھوڑوں کی تیز روی کا مقابلہ کرسکی

شدتِ سرما اور آتش کی صفت میں فرماتے ہیں۔

آتش ازانجا کہ بدل جائے کرد　　دُود بر آمد زنفس ہائے سرد

یہ بات تو ظاہر ہے کہ موسمِ سرما میں سانس کے ساتھ بھاپ نکلتی ہے جو دھوئیں سے مشابہ ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ دھواں اس سبب سے نکلتا ہے کہ آج کل دلوں میں آگ نے جگہ کر لی ہے۔

عکس و تبدیل

اُسے کہتے ہیں کہ کلام میں کسی چیز کو دوسری پر مقدّم کریں۔ پھر مُقدّم کو مُوخر بنائیں اور مُوخّر کو مقدم۔

خوابِ من از دیدۂ من آب برد آبِ من این دیدۂ بی خواب بُرد

مصرعۂ اولیٰ میں خواب مقدم ہے آب پر۔ مصرعۂ ثانی میں اُس کا عکس ہے۔

چرخ نداند در و دیوار کس تکیہ بدیوار و درش کردہ بس

دیگر

مردُمِ یک خانہ و صد خُرّمی خانۂ یک مردُم و صد مردمی

دیگر

چترِ شہ آن ست کہ شد چرخِ ماہ چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ

چترشاہ اور چرخ ماہ کی ترتیب دوسرے مصرعہ میں بدل دی ہے۔ علاوہ اس کے یہاں صنعت مَردُّ العجز علی الصّدر بھی ہے یعنی جو لفظ مصرعہ اوّل کے شروع میں تھا وہی مصرعۂ ثانی کے آخر میں آیا ہے۔

ورقلم از سحر زباں برکشم سحر زباں را القلم درکشم

دیگر

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش وقتے ست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش

دیگر

لہذا اُس کو ایسا استغنا حاصل ہو گیا ہی کہ آسمانوں کی طرف پشت کر رکھی ہی۔

یہ امر ثابت ہی کہ چتر کی پشت آسمان کی طرف ہوتی ہی اور پشت کسی کی طرف ہونا بے پروائی کی علامت ہی۔ مگر شاعر خیال کرتا ہی کہ یہ بے پروائی اس وجہ سے ہی کہ اُس نے بادشاہ سے فیض حاصل کر لیا ہی۔

پیشِ دراز شرم سپہرِ کبود نیمۂ کامل بزمیں شد فرود

دیگر

پشتِ بنفشہ بہ سمن زارہا کوز شد از چیدنِ دینارہا

ادماج

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوتے ہوں اور دوسرے کی کچھ تصریح نہ کی ہو۔

لالہ چو از کوہ برفت آں شکوہ کبک بُبرّید دل از تیغِ کوہ

موسمِ خزاں میں لالہ کی بہار پہاڑ پر ختم ہو چکی ہی اس لیے کبک نے بھی پہاڑ کی چوٹی سے دل اُچاٹ کر لیا ہی۔

دوسرے مصرعہ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہی کہ لالہ کے فراق میں کبک نے تیغ کوہ سے خود کشی کر لی ہی۔

شستنِ او با ہمہ دانندگاں رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

دوات کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ داناؤں کے پاس بیٹھتی ہی اور لکھے پڑھے لوگوں

گرمی کی شدّت کے بیان میں کہتے ہیں کہ:-

جانبِ سایہ شدہ مردم رواں　　　سایہ بدنبالۂ مردم دواں

آدمی سایہ کی طرف کو جاتے ہیں اور سایہ آدمیوں کے پیچھے دوڑتا ہے۔

یہ تو ثابت ہے کہ آدمی کا سایہ اُس کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتا ہے مگر شاعر کا خیال ہے کہ سایہ کا دوڑنا اِس وجہ سے ہے کہ وہ بھی آدمیوں کی طرح دھوپ سے بچنا چاہتا ہے۔

ابر و باراں کے بیان میں فرماتے ہیں:-

پردہ نشیں گشت فلک سو بسوے　　　با ہمہ زالی شد پوشیدہ روے

یہ امر ثابت ہے کہ ابر میں آسمان چھپ جاتا ہے۔ مگر شاعر کا خیال ہے کہ آسمان نے شرم کے سبب سے مُنھ چھپا لیا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود پیر زال ہونے کے اتنا پردہ کرتا ہے۔

گُل ز کرم زر دہد آں کہ جُست　　　وز پئے خود جامہ نسازد درست

گُل کے زیرہ کو زرِ گُل کہتے ہیں۔ شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ زر بخشی گل کی طرف سے ازراہِ کرم ہے۔ مگر خود پھٹے کپڑے پہنتا ہے۔ اور پھٹے کپڑے پہننا کنایہ ہے اُس کے کھلنے سے۔

از رُخِ شہ رنگ چو دریوزہ کرد　　　پشت بہ پشت فیروزہ کرد

مدحِ چترِ شاہ میں کہتے ہیں کہ اُس نے رنگ بادشاہ کے رُخ سے بھیک مانگ کر لیا ہے

اس موقع پر تامّل سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس لیے یہ معنی بعید ہیں۔ مگر مرادِ قائل یہی معنی بعید ہیں۔ تو اس کو ایہام کہینگے۔ ایہام کے معنے ہیں " وہم میں ڈالنا"

ایہام کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہی کہ "کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنے ہوں اور اُس محل پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہو"

یہ دوسری صورت ایہام کی پہلی صورت سے زیادہ پُر لطف اور پسندیدہ ہی

اب ہم اس مثنوی کے چند اشعار متضمّن ایہام یہاں نقل کرتے ہیں:-

روم بگیرد بگہہِ کارزار   تیغِ وے۔ از زنگ نگیرد ز عار

لفظ زنگ کے دو معنے ہیں۔ نامِ ملک اور لوہے کا میل۔ اِس موقع پر دونوں معنے دُرست ہیں یعنی ممدوح کی تلوار جنگ کے وقت ملکِ رُوم کو تو فتح کرتی ہی اور عار کے سبب سے ملکِ زنگ کو کہ ایک حقیر ملک ہی نہیں لیتی۔

دوسرے معنے بھی صحیح ہیں یعنی عار کے سبب سے وہ تلوار زنگ کو قبول نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ صاف شفاف رہتی ہی۔

در کششِ تیر چو شد سخت کوش   زہ۔ ز کمانِ خودش آید بگوش

لفظ زہ کے دو معنے ہیں (۱) چلّہٴ کمان (۲) کلمہٴ تحسین و آفریں یہاں دونوں معنے درست ہیں۔ یعنی

(۱) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو کمان کی زہ کان کے پاس آگئی۔

کے پاس جاتی ہی۔ یا یہ کہ جو اُس کو جانتے ہیں اُن کے پاس بیٹھتی ہی اور جو بُلاتی ہیں اُن کی طرف چلی جاتی ہی۔ علیٰ ہذا

شاخ بہر بار گہے گرد راہ　　　جائے گہہ بار شدہ بارگاہ

رُجوع

صنعتِ رجوع یہ ہی کہ کلام اوّل کو باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف کسی فائدہ کی غرض سے مصروف ہوں۔

سلطان کیقباد کی مدح میں فرماتے ہیں۔

افسرِ خورشید بشاہی توئی　　　نے غلطم ظلِ الٰہی توئی

یہاں رجوع کا مقصد مدح میں ترقی ہی۔

ایہام

صنعت ایہام کا طریق یہ ہی کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کریں جس کے دو معنے ہوں ایک قریب اور ایک بعید۔

معنی قریب وہ ہی جو اُس مقام کے مناسب ہو اور معنی بعید وہ ہی جو اُس مقام سے مناسبت نہ رکھتا ہو مگر کہنے والے کا مقصود معنی بعید ہو۔ مثلاً

ع۔ آئینہ و شانہ برابر شدہ

یہاں لفظ شانہ کے معنی ہیں (۱) کنگھا اور یہی معنی قریب ہیں اور آئینہ کی مناسبت سے اوّل اِسی معنی کا وہم ہوتا ہی (۲) دوسرے معنی استخوانِ بازو ہیں جو

یہ دوسرا ایہام ہے:-

پیل طلب کرد شہ پیل زور کآورد آں بے نمکاں را بہ شور

لفظ شور کے معنے ہیں (۱) کھاری جو نمک سے مناسبت رکھتا ہے (۲) غل

یہاں دوسرے معنے مراد ہیں۔ بے نمکاں بدصورت آدمی۔

مطلب یہ ہے کہ بادشاہ نے ہاتھی منگایا تاکہ اُن بدصورت لوگوں پر حملہ آور

ہو اور وہ ڈر کر شور و غل مچائیں۔

ہمچو کماں پر خم و تیر از میاں تیر ستادہ ست و کمانش رواں

یہاں تیر کے معنے ہیں کشتی کا مستول۔ اور تیر آلہ معروف بھی ہے جو کمان

سے مناسبت رکھتا ہے۔ یعنی کشتی مثل کمان تھی۔ اور مستول بیچ میں گویا تیر کھڑا تھا

اور کمان چل رہی تھی۔

مسلمانان نگہدارید بیچارہ دلِ خود را کہ تیرانداز من مست ست و کیش کافری دارد

لفظ کیش کے دو معنے ہیں (۱) تیردان۔ ترکش (۲) مذہب۔ یہاں معنے

دوم مراد ہیں جو بعید ہیں۔

طفل شگوفہ برہ افتاد و مُرد شاخ بدید و بعنادل سپرد

لفظ عنادل کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو جمع عندلیب دوم عنا

بمعنے رنج اور دل بمعنے معروف۔ اور یہاں دونوں معنے صحیح ہیں۔ یعنی شاخ

نے جب شگوفہ کو مُردہ دیکھا تو عندلیبوں کے سپرد کر دیا۔

دوسرے یہ کہ :-

(۲) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو اُس کو اپنی کمان سے واہ! واہ! کی آواز سنائی دی۔

ناوک و پیکانش بیغمائے جنگ   ایں زخطا دور شد وآں ز زنگ

یغما ایک شہر ہی ترکستان میں۔ اور خطا و زنگ مُلک ہیں۔ یہ معنے قریب ہیں۔ مگر مراد قائل دوسرے معنے ہیں۔ یعنی

یغما لوٹ۔ خطا۔ قصور۔ زنگ۔ لوہے کا میل۔

ایہام کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ لف ونشر بھی ہی۔ یعنی ناوک بیخطا ہی اور پیکان بے زنگ۔

گرد رہش کان بہ بصر شد دلیل   سُرمۂ ہر چشم شدہ چند میل

مصرعۂ دوم میں سُرمہ اور چشم کی مناسبت سے لفظ میل کے معنے قریب (سلائی) ہیں۔ مگر یہاں مراد دوسرے معنے ہیں یعنی مقدار مسافت)

صورتِ آں تخت گہہِ بے بہا   عین چو ابرو شدہ برچشمہا

لفظ عین کے کئی معنے ہیں (۱) آنکھ (جو ابرو کے مناسب ہی) (۲) اصل وذات (۳) چشمہ۔ یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔

بادشاہ کی کشتی جو تخت گاہِ بے بہا تھی بعینہٖ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آنکھوں پر ابرو۔ یا چشمہا جمع چشمہ۔ یعنی کشتی چشموں کے اوپر مثل ابرو معلوم ہوتی تھی۔

لفّ و نشر

وہ صنعت ہی کہ اوّل چند چیزوں کو مفصلاً یا مجملاً ذکر کریں۔ پھر اُس کے منسوبات یا متعلقات کو بلا تعیین بیان کریں اس اعتماد پر کہ سامع ہر منسوب کا تعلق منسوب الیہ کے ساتھ سمجھتا ہی۔

حصّہ اوّل کو لف اور دوم کو نشر کہتے ہیں:

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر　　تا بکمر۔ تا بہ گلو۔ تا بسر

اس شعر میں نشر کی ترتیب لف کی ترتیب سے معکوس ہی۔ یعنی آبِ دُر پٹکہ کی وجہ سے کمر تک اور قبا کی وجہ سے گلے تک اور تاج کی وجہ سے سر تک تھا۔

جمع، تفریق، تقسیم

چند چیزوں کو ایک حکم میں شامل کرنا صنعت جمع کہلاتا ہی۔

دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ اس کا نام تفریق ہی۔

جب چند چیزیں یا ایک ہی چیز جس کے چند اجزا ہوں ذکر کریں۔ پھر ہر ایک چیز کی طرف کوئی بات منسوب کریں بطور تعیین تو اس صنعت کو تقسیم کہتے ہیں۔

تیغ خوش و تیغِ زبان ناخوش ست　　تیغ چو آب ست و زباں آتش ست

اوّل تیغ ہونے میں تیغ اور زبان دونوں کو جمع کیا ہی پھر دونوں کا فرق ظاہر کیا ہی کہ ایک اچھّی ہی اور ایک بُری۔ بعد ازاں ہر ایک کی طرف ایک وصف منسوب کیا ہی بطور تعیین۔ یعنی تیغ مثلِ آب ہی اور زبان مثلِ آتش۔

دوسرے معنی یہ کہ شاخ کا دل مبتلائے رنج وعنا ہو گیا۔ اس شعر میں تصنع اور تکلّف ظاہر ہے۔

از رُخِ خود پیشِ تو خاقانِ چین   صورتِ چیں کردہ بروے زمیں

دیگر

سایۂ او بر سر ہند اوفتاد   ہند شد از روے ہمہ اعظم سواد

اِس میں شک نہیں کہ اس صنعت کا التزام مذاقِ سلیم کو ناگوار ہوتا ہے حضرت خسروؒ کو جو اس صنعت کی طرف زیادہ میلان ہے شاید اس کا سبب ہندی شاعری کی تقلید ہو۔

استخدام

یہ صنعت اس طور پر ہے کہ ایک لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد ہوں اور ضمیر لاکر جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو دوسرے معنی کا ارادہ کریں۔

سوئے سوادِ اَوَدھ آمد چو باد   کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

لفظ سواد کے دو معنے ہیں گرد و نواحِ شہر اور سیاہی و تحریر۔

پہلے مصرعہ میں پہلے معنی مُراد ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں اُسی لفظ سواد کی طرف اشارہ کرکے سیاہی کے معنے لیے ہیں۔ اور اس پر لفظ حک دلالت کرتا ہے۔

۲- اغراق یعنی باعتبار عقل ممکن ہو اور باعتبار عادت محال ہو۔

۳- غُلوّ یعنی باعتبار عقل و عادت محال ہو۔

از سُمِ اسپش کہ زمیں کردچاک　　　خاک پُرازمہ شدومہ پُرزخاک

یعنی خاک پُرازماہ ہوگئی بسبب نقش نعل کے اور ماہ پُرازخاک ہوگیا کثرتِ گرد و غبار سے۔

دیدنِ اورا کلہ افگند ماہ　　　بلکہ فتادش گہہ دیدن کلاہ

منارہ کی بلندی میں مبالغہ کیا ہی کہ اُس کے دیکھنے کے لیئے چاند نے اپنی ٹوپی اُتارلی۔ پھر کہتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہی بلکہ دیکھتے وقت خود اس کی ٹوپی گر پڑی

خواست کہ پیشش زسپہرِ بریں　　　ماہ فرود آید و بوسد زمیں

دیگر

سوئے فلک رفت زمیدانش گرد　　　ہم بفلک ماہ زمیں بوس کرد

دیگر

اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع　　　بلکہ گزشتہ زسمٰواتِ سبع

دیگر

عُمق دروکار بجائے کشید　　　کز تہِ او گشت زمیں ناپدید

دیگر

رفت زمیں را چو حجاب از میاں　　　گشت پدید از تہِ آب آسماں

نافہ و خلقت کہ زد از مشک دم | ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم
لیک جز این فرق نہ باید گزید | کز طرف مشک شد آہو پدید

یہاں نافہ اور خلقِ ممدوح کو مثالِ مشک ہونے میں جمع کیا ہی۔ پھر دونوں میں فرق بیان کیا ہی کہ نافے کے مشک کو آہو سے نسبت ہی اور آہو معنی عیب ہی۔

بگفت خسرو بکشائے زلف تا شنید | حریف و مطرب و چنگ و رباب در ستہ

یہاں حریف و مطرب و چنگ و رباب کو ایک حکم میں جمع کر دیا ہی۔

تجرید

کسی ذی صفت چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرنا۔ یا اپنے آپ کو شخصِ غیر سمجھکر باتیں کرنا۔

خسروِ من! بگذر از ین گفتگوے | نیکی خویش و بد مردم مگوے
چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست | از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست؟
چشم بخود باز مکن چوں خساں | بیں سوئے خود لیک بچشمِ کساں

مُبالغہ

مُبالغہ یہ ہی کہ کسی وصف کو اُس حد تک پہنچا دیں کہ اُس حد تک اُس کا پہنچنا بعید ہو یا محال۔

اُس کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ تبلیغ یعنی وہ بات جو عقل و عادت کے موافق ممکن ہو۔

پس خدا وہ ہی جس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔

تجنیس

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ الفاظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں متغائر

باش بکامم کہ بکامِ توام　　　زندہ بُو ناز زندہ بنامِ توام

دیگر

گُل کہ سپر باشش فراہم شدہ　　　پیشِ سپرِ غم سپرِ غم شدہ

دیگر

فُلکِ فلک مرتبہ خویش جُست　　　رجعتِ خود کرد بمنزل درست

دیگر

حکمت و حکمش کہ ندارد زوال　　　ہم زخلل خالی و ہم از خیال

پہلے مصرعہ میں تجنیس ہی اور دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں شبہِ اشتقاق۔

بردرِ تو آمدہ ام شرمسار　　　از شرِمن درگُزر و درگذار

دیگر

این خطِ پُر زمہر دلبر کہ می دہد؟　　　دین در دسر مہر بدنہاں کہ می برد؟

دیگر

اُشترِ پوئیندہ پولاد پائے　　　کوہ نما از تنِ کوہاں نمائے

دیگر

دیگر

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں　　　چوں تہش نیست زمیں آں ببیں

دیگر

بس کہ زمیں رفت زہم راہش　　　گاوِ زمیں شد خورشِ ماہش

اِن اشعار میں حوض کی گہرائی کی نسبت مبالغہ کیا ہی۔

بر درِ تو ہر کہ نہ بندد کمر　　　غرق شود تا کمر اندر گہر

دیگر

نیزہ ورانے بسنان و مصاف　　　در شبِ تار از سرِ کیں موشگاف

دیگر

آئینہ گشتہ زِ گچ صاف خشت　　　دیدہ در و صورتِ خود در بہشت

مذہب الکلامی

وہ صنعت ہی کہ کلام دلیل و بُرہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل نتیجۂ مطلوبہ حاصل ہو جائے۔

شرک نہ در مملکتش دست سائے　　　خود نتواں بود بشرکت خدائے

اس شعر میں صورت دلیل یہ ہی:-

جس کی سلطنت میں کوئی ساجھی شریک ہو تو وہ ناقص ہی اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا۔

دیدہ کہ نادیدہ دیدارِ تست　　　دیدہ ؤ نادیدہ گرفتارِ تست

دیدہ . نادیدہ . دیدار یہ الفاظ ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں۔

دیگر

کن مکن اوراست زتوناکہن　　　انچہ کند کیست کہ گوید مکن ؟

کن ، مکن ، کند مشتقات ہیں "کردن" سے۔

دیگر

نامۂ گل را بہ نما خامہ کرد　　　نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد

لفظ نامہ کو نما اور نامیہ سے اشتقاق میں کچھ تعلق نہیں مگر مادہ کے لحاظ سے
یہ الفاظ ملتے جلتے ہیں۔ اِس لیے ایسی صورت کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیگر

کون و مکاں درخطِ امکانِ اُو　　　کائن و من کاں۔ گہرِ کانِ او

اِس شعر میں پانچ لفظ ایک مادہ سے ہیں۔ اور لفظ کان کہ فارسی ہے ان سے
ملتا جلتا ہے۔ یہ شبہ اشتقاق ہے۔

دیگر

سکۂ خود زیں فنِ اندیشہ زدے　　　تا نہ نشانم۔ نہ نشینم زپاے

دیگر

حاجبِ فصل آمد و تفصیل داد　　　کرد مفصل ہمہ در فصل یاد

حضرتِ دہلی کنفِ عدل و داد　　　جنّتِ عدن ست کہ آباد باد

دیگر

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ　　　برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود　　　آتشِ طبعم بقلم داد دود

قلب

تجنیس ہی کی قسم میں قلب داخل ہے جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کلمہ کے حروف بترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں۔ یہ قلبِ کل کہلاتا ہے (۲) اگر حروف بے ترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں تو یہ قلب بعض کہلاتا ہے:۔

تا بسریرِ عرب آں جم نشست　　　رُعبِ عرب بر ہمہ عالم نشست

دیگر

فتنۂ چشم آمدہ زاں سو مدام　　　تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام

اِن اشعار میں کلمات رُعب، عرب، میان، نیام میں قلبِ بعض ہے۔

اشتقاق و شبہِ اشتقاق

یہ صنعت بھی ایک طرح کی تجنیس ہے۔ دو لفظ ایک مادّہ سے مشتق ہوں تو اُس کا نام اشتقاق ہے۔ یا دو لفظ مشابہ ہوں اور مادّہ دونوں کا جُدا ہو تو اُس کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

صنعتِ تجنیس بھی ہے۔

صفتِ قلم میں بیان فرماتے ہیں :-

آہوئے مشکین و سرش با دو شاخ　　　　وز دُم او دشتِ مشک بصحرا فراخ

یہاں بطورِ استعارہ قلم کو آہو کہا ہے۔ اور آہو کی مناسبت سے سر، شاخ، مشک صحرا کا ذکر کیا ہے۔

یہ بھی صفتِ قلم ہے :-

در طلبِ صوف تراشیدہ سر　　　　گرچہ ہمہ جعد کنندش زبر

اس شعر میں صوف، تراشیدہ سر، جعد الفاظ متناسب ہیں۔

راکع و ساجد شدہ در ہر مقام　　　　در دلِ شب کردہ بیکجا قیام

ہیچ نبودہ بقیامش قعود　　　　طرفہ کہ در عینِ قیامش سجود

راکع، ساجد، قیام، سجود الفاظ متناسب ہیں جو فقہ کی اصطلاحات ہیں۔

حاجبی از موج بر آبِ دگر　　　　بر تنِ دریا صفتانش گزر

حاجبی ایک قسم کا مہین کپڑا ہوتا ہے۔ اُس کی صفت بیان کرتے ہیں کہ لہروں سے اُس کپڑے میں بڑی رونق ہے۔ اور دریا صفت یعنی اربابِ کرم اُس کو پہنتے ہیں۔ پس :-

موج، دریا، آب الفاظِ متناسب ہیں۔

چشم چو بر گلشنِ بختش فتاد　　　　گشت پیادہ چو گُل از پشتِ باد

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شود		وز دو شرف بخت مشرف شود

یہاں علاوہ اشتقاق کے صنعت ترصیع بھی ہے:-

چوں اثر شوق زغایت گزشت		کفۂ دانش زکفایت گزشت

سیاق الاعداد

یہ ہے کہ اعداد کو بترتیب یا بلا ترتیب کلام میں ذکر کریں:-

پنج طرف چتر چو مہر سپہر		شش جہت آراستہ از پنج مہر

دیگر

چار گہر کرد جہاں را پدید		در گرہ شش جہت اندر کشید

دیگر

ساختہ نہ حجرہ بہ از ہشت باغ		ہشت بہشت از نہ او با فراغ

مراعات النظیر

اس صنعت کا انداز یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزیں جمع کریں جو باہم نسبت رکھتی ہوں (سوائے نسبت تقابل و تضاد کے)

وقت چنیں میوہ پزد گرم تاب		وز مدد ابر جہاں غرق آب
ابر دُر افشاں پئے دریا نوال		ابر شش خود راند بدار الجلال

ان اشعار میں ابر، آب، دُر، دریا الفاظ متناسب ہیں۔ اور ابر و ابر شش میں

خرّم و خنداں چو گل از بارگاہ   سوے گلستانِ دگر جست راہ

خرم، خنداں، گل، گلستاں الفاظ متناسب ہیں۔

رَدُّ العجز علی الصَّدر

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ آیا ہو دوسرے مصرعہ میں اسی کو لوٹاتے ہیں۔

عودِ قماری کہ ہمی داد دُود   غالیہ می ساخت گل از دُودِ عود

اس شعر میں لفظ عود اور دود کو مصرعہ ثانی میں لوٹایا ہے۔

تا کہ بعزلت نہ نشانند خیز   پیشتر از مرگ بعزلت گریز

دیگر

باد کہ اندر سرِ ہُدہُد فتاد   تاجِ سلیمانؑ ز سرش بُرد باد

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند   چترِ تو از ماہ بیک سر بلند

گرچہ نبُد برگ و نوائے بشاخ   برگ و نوا بود بمجلس فراخ

می کنم از تیغِ خود آن دم دریغ   چوں کنم از خونِ خود آلودہ تیغ

ترصیع

وہ صنعت ہے کہ دونوں مصرعوں کے الفاظ وزن اور قافیہ میں متحد ہوں اور وزن میں موافق ہوں۔ ہم قافیہ نہوں تو اُس کو مماثلہ کہتے ہیں۔

بادۂ نوشیں بصفا خواست کرد   وعدۂ دوشیں بوفا راست کرد

روے چو گُل بود بہ پشتِ زمیں گشت زمیں پر سمن و یاسمیں

گلشنِ بخت سے مراد کیقباد۔ مطلب یہ ہے کہ کیکاؤس نے جب کیقباد کو دیکھا تو گھوڑے سے اُتر پڑا اور پیادہ پا ہو گیا۔ اس کا پھول سا مُنھ پشتِ زمین پر جا رہا (از راہ تعظیم) گویا زمین سمن و یاسمین سے پُر ہو گئی۔ روے و پشت میں تضاد ہے۔

ساقیِ خورشید وشِ ماہ چہر دَور ہمی کرد چو مہر بر سپہر

اِس شعر میں خورشید، ماہ، سپہر، دَور الفاظ متناسب ہیں۔

سینۂ خسرو زتست آئینۂ زنگ خورد مصقلۂ وصل کو؟ تا بزداید مرا

آئینۂ، زنگ، مصقلہ الفاظِ متناسب ہیں۔

حوض کہ دَورش ز تسلسل نشست دَورِ دے از دَورِ تسلسل بجست

فصلِ دے اور شدتِ سرما کے بیان میں کہتے ہیں کہ:۔

اس قدر پالا جم گیا تھا کہ حوض کے دَور کا تسلسل ختم ہو گیا۔ لیکن ماہِ دے کے دَور کا تسلسل قایم رہا۔

دَور و تسلسل اصطلاحِ حکمت اور الفاظ متناسب ہیں۔

دور کے معنے یہ ہیں کہ ایک شے موقوف ہو دوسری پر اور دوسری موقوف ہو اُسی پہلی پر جیسے مرغی کا وُجود انڈے پر انڈے کا وجود مرغی پر موقوف ہے۔ تسلسل سے یہ مُراد ہے کہ غیر متناہی اشیا کا وجود ایک ہی وقت میں ایک دوسرے پر موقوف ہو۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے۔ ختم نہ ہوتا ہو۔

گم شدہ ام۔ راہ نمایم تو باش — بے بصرم۔ نور فزایم تو باش

دیگر

بے کرمے نام فروشی کنند — بے گہرے مرتبہ کوشی کنند

دیگر

برق بہر سوے بتابے دگر — دشت زہر جوے بآبے دگر

دیگر

تیغ برگیر تا ز سر بر ہم — تیر بکشاے کز نظر بر ہم

دیگر

مہر چہ جوئی ز وفاے کہ نیست — روے چہ بینی بصفاے کہ نیست

دیگر

منزلِ سعدین شود بُرجِ تخت — مجمعِ بحرین شود روے بخت

دیگر

ہر طرفش رہ بتابے دگر — ہر قدمش سیر بر آبے دگر

ذو قافیتین

اُس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیے ہوں یہ بھی ایک صنعت ہے

تن زغنیمت بہزیمت سپرد — بُردنِ جاں را بہ غنیمت شمرد

دیگر

دیگر

نورِ ہدایت بچراغم رساں　　بوئے عنایت بدماغم رساں

دیگر

از حدِ ناسوت بروں تاختہ　　برخطِ لاہوت وطن ساختہ

دیگر

ہر دہنے یک گل و صد آبجوے　　ہر چمنے صد گل و صد آبروے

دیگر

بر فلکش سایہ طرف بر طرف　　تا فلکش پایہ شرف بر شرف

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شود　　وز دو شرف بخت مشرف شود

دیگر

غمزدگاں را بطرب دلکشاے　　گمشدگاں را بکرم رہنماے

دیگر

حقۂ تن را بفنا درکشاے　　جوہرِ جاں را بہ بقا رہنماے

دیگر

طفلِ گیا را زہوا رحیت شیر　　مغزِ جہاں را زصبا ز دعبیر

دیگر

اشارہ ہی۔

رفت وبرا ورنگِ سکندر نشست — ورصفِ پیلاں سدِ یاجوج بست

یہاں اشارہ ہی اُس واقعہ کی طرف کہ سکندر نے قوم یاجوج و ماجوج کا حملہ روکنے کو سدِ روئیں بنائی تھی۔

تنسیق الصّفات

یہ ہی کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف پے درپے ذکر کریں۔

بادا ہمہ وقت شادی وناز — بادہ کش وخصم کش وبزم ساز

لشکر مشرق زا و دھابہ بنگ — چیرہ دل وخیرہ کش وتیز چنگ

خیرہ، چیرہ میں تجنیس خطی بھی ہی۔

چند ہزارش ز سوارانِ کار — تیغ زن وکینہ کش و نامدار

نظمِ مسجّع

وہ ہی کہ قصیدہ یا غزل کی ہر بیت میں سوائے مطلع کے تین تین قافیے ہوں اور چوتھا قافیہ قصیدہ یا غزل کی زمین کا ہو۔

چنانچہ اس مثنوی میں ایک مسجّع غزل موجود ہی۔

اے زندگانی بخشِ من! لعلِ شکر گفتارِ تو — در آرزوئے مردنم از حسرتِ دیدارِ تو

گر شہد باشد بر زباں۔ یا آبِ حیواں در دہاں — گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو

زیں پس بخوباں ننگرم۔ در کوی ایشاں نگذرم — گر ہیچ یکرہ جاں برم! از غمزۂ خونخوارِ تو

چرخ زبیدا دغاں تافتہ   مملکت از ظلم اماں یافتہ

دیگر

چنگِ نوازں بہوا سر کشید   چنگ نواز ندہ نوا بر کشید

ہوا، نوا، سر، بر ہر مصرعہ میں دو دو قافیے ہیں۔

دیگر

خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز   بہر عروسانِ سحر دانہ ریز

دیگر

جملۂ عالم بوفا جوئیش   خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

دیگر

آتش ازاں جا کہ بدل جای کرد   دود برآمد نفس ہای سرد

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود   ز آتشِ طبعم بقلم داد دود

تلمیح

یہ ہی کہ کلام میں کسی قصہ یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہو یا کتابوں میں مذکور ہو۔

شرطِ کرم ہیں کہ بہنگامِ جنگ   گوہر خود ریخت بیادانِ سنگ

اس شعر میں جنابِ رسالت مآب صلعم کے دندانِ مبارک کے شہید ہونے کی طرف

اس مثنوی کے یہ دونوں شعر بھی اسی طرح کے ہیں۔

ہست زیکسو بتو میراثِ شاہ   من زِ سہ شاہم تو میراث خواہ

مصرعہ ثانی میں ز۔س۔ش کے اجتماع سے کسی قدر ثقالت پیدا ہو گئی ہے:-

زشت تراز زنگ شدہ بوئے شاں   پست تراز پشت شدہ روئے شاں

دوسرا مصرعہ زبان پر آسانی سے جاری نہیں ہوتا۔

پائے ستوراں بزمیں در شدہ   گاوِ زمیں را سُمِ شاں سرشدہ

دوسرے مصرعہ میں ایک گونہ ثقالت پیدا ہو گئی ہے (س۔ش کے اجتماع سے)

ضلع جگت کا اعتراض

مولانا شبلی مرحوم نے شعر العجم میں حضرت خسرو کی لفظی رعایتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ "کہیں کہیں وہ ضلع جگت کی حد کو پہنچ گئی ہیں"۔ لیکن اس مثنوی میں تو صرف ایک شعر ہے جس کو ضلع جگت کہہ سکتے ہیں:-

طفلِ شگوفہ برہ اُفتادومُرد   شاخ بدید و بعنا دل سپرد

قبولِ عام

جس طرح خواجہ نظامیؒ کی مثنویات خمسہ میں سے سکندر نامہ کو زیادہ شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی اسی طرح خسرو کی تمام مثنویات میں قران السعدین کو قبول عام کا فخر حاصل ہوا۔

در کوئے تو بر ہر درے۔ افتادہ می بینم سرے — این نیست کارِ دیگرے جز کارِ دستِ کارِ تو

خواہی نمک زن ریش را۔ خواہی بکش درویش را — ہر چونکہ خواہی خویش را۔ بر بستہ ام دربارِ تو

چون غم بگفتار آورم۔ یا گریہ در کار آورم — یا رُو بدیوار آورم۔ بارے ہمان دیوارِ تو

خواہی کہ بر ہر خندۂ۔ پیش افگنی افگندۂ

اینک چو خسرو بندۂ۔ نو بردۂ بازارِ تو

قافیہ معیوب دو ایک جگہ اس مثنوی میں شائگاں قافیے بھی آگئے ہیں اگرچہ اس قسم کے قافیے کو اہلِ سخن نے جائز رکھا ہی مگر اس کو معیوب سمجھا ہی۔

بادِ زنہ دست بدستِ ہمہ — وز دمِ او باد بدستِ ہمہ

ایک اور شعر میں ایسے قافیے ہیں جن کو شائگاں بھی نہیں کہہ سکتے۔

بادِ خزاں آمد ازاں جا کہ بود — خشک شدہ شاخ ہم آں جا کہ بود

ممکن ہی کہ اس شعر کی کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔

تنافُر دو ایک اشعار میں تنافر بھی پایا جاتا ہی۔ تنافر اُسے کہتے ہیں کہ ہر ایک لفظ بجائے خود تو فصیح ہو مگر اُن کے اجتماع سے تلفّظ میں گرانی پیدا ہو جائے اور وہ زبان پر آسانی سے رواں نہ ہو سکیں جیسا کہ حضرتِ نظامیؒ کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور ہی:-

زسمِ ستوران دراں پہن دشت — زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

خاتمہ

(از خاکسار مقدمہ نگار)

مثنویِ چند جز این مثنوی | ہست نگارِ قلمِ خسروی

خرّم و خنداں چو گلِ بوستاں | تحفۂ نغز ست پئے دوستاں

ہاں مگر این نامہ کہ دانش نام | یافت ازاں جملہ فراتر مقام

چشمِ ہنر بیں شدہ حیرانِ او | ریختہ نیرنگ ز الوانِ او

دیدۂ بینندہ گہر دیدنش | سیر نگر دیدہ ز گل چیدنش

ہر چہ فزوں دید، فزوں شد ہوس | گرد ثنا ہا خردِ نکتہ رس

بیتِ قصیدہ چو مغے در کنشت | ہر غزلے ہمچو غزالِ بہشت

موج زناں نظم چو آب رواں | از نفسِ طوطیِ عذب البیاں

دادِ نوا سنجیِ آں نغزگو | تا بدہد بلبلِ شیراز کو؟

طوطیِ ہند ار بنوا آمدے | بلبل از ایراں بہ ثنا آمدے

من کہ ندانم روشِ پارسی | بے خبرِ ہندیم ار وارسی

من ز کجا نقدِ سخن از کجا؟ | کاسۂ تہی دستِ عمل از کیمیا!

گر زنجی سازِ خطا می زنم | بانگِ کرم زن کہ کجا می زنم

ور قلم افتادہ دریں باب راست | راستیش حضرتِ نوابؔ راست

خانِ فضائل حشم اسحٰق خاںؔ | آئینہ حسرتیؔ نکتہ داں

پر خذرم از سرِ سودا او سود | دامِ دلم خاطرِ دلاش بود

۱؎ نواب محمد اسحٰق خاں ... [illegible] ... ۱۳۰۵ھ

۲؎ ... مصطفیٰ خاں ... متخلص بہ حسرت ... [illegible] ... ۱۳۳۲ھ

اب سے نصف صدی پہلے تک جب کہ فارسی زبان کی درس و تدریس کا عام رواج تھا سکندر نامہ اور قران السعدین یہ دونوں مثنویاں ہمارے مکاتب میں داخلِ درس تھیں۔ اسی لیے بڑے بڑے قابل لوگوں نے ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شرحیں مرتب کیں۔ رفتہ رفتہ وہ رواج کساد سے تبدیل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے والے نادراتِ روزگار میں شمار ہونے لگے۔

قران السعدین کے اسباب قبولیت سے اوّل وہ چند خصائص ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان خصائص نے اس مثنوی کو محض مثنوی نہیں رکھا بلکہ نظم کے اصنافِ ثلثہ کا ایک بامزہ مرکب بنا دیا ہے جس میں ہر مذاق کا سامانِ ضیافت موجود ہے۔ قصیدہ کی جگہ قصیدہ غزل کی جگہ غزل اور مثنوی کی جگہ مثنوی۔ پھر مثنوی میں محض قصہ گوئی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر موسم اور اُس کے لوازم کی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے پھولوں اور پھلوں کا ذکر ہے دلی اور اُس کی عمارتوں کا بیان ہے۔ یہ مضامین اہل ہند کے لیے قدرتاً موجب انبساطِ خاطر ہیں۔

اصل قصہ بھی ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت خسروؒ نے اکثر چشم دید حالات کو نہایت وضاحت سے نظم کیا ہے۔ اس لیے تاریخی حیثیت سے بھی وہ حالات قدر و وقعت کے قابل ہیں چنانچہ بعد کے مورخین نے کیقباد کی سلطنت کے ذکر میں اس مثنوی کے اشعار سے اکثر واقعات کا استناد کیا ہے۔

اِن تمام خوبیوں کے علاوہ تشبیہ و تمثیل کی ندرت، اسالیب بیان کی تازگی، نئے نئے الفاظ کی کثرت اور سب سے بالاتر خسروؒ کا حسنِ بیان ہے جس نے اس مثنوی کو قبولِ عام کا خلعت پہنایا تھا۔

مثنوی

قِران السّعدین

خسروؒ

ساختہ گشت از روشِ خامۂ
از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ
در رمضاں شد بسعادت تمام
یافت قراں نامۂ سعدین نام
آں چہ بتاریخ ز ہجرت گذشت
بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت
(از مثنوی قران السّعدین)

تاختہ ام ہرزہ براہِ دراز | بر اثرِ حکم۔ نہ از روئے آز
نوبتِ پیری و منم طفلِ راہ | عاجزم و عاجزیم عذر خواہ
خوش مثلے گفتہ و در سفتہ اند | "پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند"
نیز سپاسے بجنابِ بشیر[1] | خُلق وے آمیختہ شکر بہ شیر
یاوری او کہ بسے کار کرد | از کتب خواستہ انبار کرد
خامہ زنِ من کہ حسن چشتی[2] ست | رہروِ آیم و خطش کشتی ست
ہر ورقے نقشِ نو انگیختن | لعل و دُر از نوکِ قلم ریختن
کز لکِ او بر رخِ کاغذ رواں | لیک نہ بینی ز ستردن نشاں
عارضِ کاغذ کہ سمن زار بود | گشتہ کنوں سُرخ و سیاہ و کبود
لاجرم آں کاغذِ زار و حزیں | شد ہمہ تن پیرہنِ کاغذیں
از خمِ شاں خامہ کہ دُرد ی کش ست | یادِ بزرگاں بہ دروئے خوش ست
شعرِ تو اے خسروِ شیریں بیاں | زندۂ جاوید۔ تو ہم زندہ ماں
خضرِ تو ئی و سخن آبِ حیات | نوشِ تو باد اسخن از عینِ ذات
شعرِ تو پروردۂ درد ست و سوز | شعلۂ او سرد نگشتہ ہنوز
گرچہ گزشتہ است ازش صد قرں | لیک نہ کم شد تفِ سوزِ دروں
تا دمِ گرمِ تو فغاں برکشید | آتشِ سوزندہ زباں در کشید

شاد بماں خسروِ جنت نشیں
باد بجانِ تو ز حق آفریں

تمّت

[1] شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لال کرتی و آنریری مجسٹریٹ میرٹھ ۱۲ [2] ایس ایم حسن چشتی اندر کوٹ شیخاں میرٹھ ۱۲

امیرؒ نے مثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ بتائی ہے ؎

در ز جمل بازکشائی شمار

نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار (صفحہ ۲۳، متن و ۵۹ مقدمہ)

مگر موجودہ نسخہ میں یہ تعداد صرف ۳۶۹۰ ہے، یعنی ۲۵۴ ابیات کم ہیں۔ ۷۷ عنوانات کے ۷۵، اور ۲۱ غزلوں کے ۱۹۰ اشعار (اصل ۳۹۴۴ یا موجودہ ۳۶۹۰ کے علاوہ) ہیں

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

فہرست مضامین

متن

قران السعدین

مثنوی ہذا کے عنوانوں کی دو قابل لحاظ خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بھی منظوم ہیں دوسرے یہ کہ اوّل سے آخر تک اِس طرح مرتب و مسلسل ہیں کہ ان کو بہ یک نظر پڑھنے سے کتاب کے مضامین کا ماقل و دل خلاصہ عمدہ طور پر مفہوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اس کی جانب کنایہ فرمایا ہے ؎

طرزِ سخن را روشِ نو دہم — سکّۂ ایں ملک بخسرو دہم
نو کنم اندازۂ رسمِ کہن — پس روی پیش روانِ سخن
در نگرم تا چہ دُر افشاندہ ام — تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام
کام ازیں نامۂ عنواں کشاے — نامِ بلندست کہ ماند بجاے (صفحہ ۲۲۸-۲۲۹)

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فہرست مضامین میں ان عنوانوں کو یک جا کر دیا جاسے اور غزلیں جو متن کے اندر بیچ بیچ میں آتی جاتی ہیں اُن کا سلسلہ جدا قایم کر دیا گیا ہے اور بطور حوالہ کے صرف مطلع کا پہلا مصرعہ درج کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں چند الفاظ مثنوی کے اشعار کی تعداد کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم (غالباً مقدمہ کے ختم کرتے ہی انتقال فرما جانے کی وجہ سے) متن کی جانب توجہ نہ فرما سکے تھے اور مقدمہ کے اندر اُنہوں نے صرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

غزلیات

بسم الله الرحمن الرحیم

شکر گویم که بتوفیق خداوند جهاں — بر سر نامه ز توحید نوشتم عنواں

نام ایں نامهٔ والاست قِران السعدین — کز بلندیش بسعدین سپهرست قِراں

حمد خداوند سرایم نخست — تا شود ایں نامه بنامش درست

واجب[1] اوّل بوجود قدم — نے بوجودے که بود از عدم

بیشتر از وهم خرد پروراں — بیشتر از فهم فراست گراں

نور فزائے بصر[2] دور بیں — دیده کشائے دل عبرت گزیں

فکرت صاحب خرداں خاک او — معترف عجز در ادراک او

دل متحیر که چه داند ورا — روح دریں گم که چه خواند ورا

زهره ندارد خرد سُست[3] خیز — تا کند اندیشه دریں راه تیز

---

[1] یعنی خداوند تعالیٰ واجب الوجود ست ای ذات وے مقتضی وجود اوست و اول ست ای وجود وے بیش از همه چیزست پس واجب و اول صفت بعد صفت ست مر خداوند را و اول را صفت واجب گفتن از برائے احتراز ممکنے که واجب بالغیر ست ۱۲ [2] یعنی بصری که نظر بر عواقب امور و غوامض حکم و مصالح ایزدی می اندازد نور العین و شناسائی او را می افزاید ۱۲ [3] از آں رو سُست خیز گفته که جولان وے اوّل در ماترست و بدریافت آثار درمانده ۱۲



نوٹ - مندرجہ بالا طریق پر مضامینِ متن کی فہرست مرتب ہو چکنے کے بعد حضرت امیرؒ کے دیوان بقیۂ نقیہ کے ایک نہایت قدیم نسخہ کا حال معلوم ہوا جس کے مضامین کی فہرست بھی منظوم عنوانوں کے یک جا جمع کر دینے کے ذریعہ سے مرتب کی گئی ہے اور اغلب ہے کہ یہ ترتیب خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہوئی ہے۔ علاوہ بریں اس مثنوی کے اندر حسنِ اتفاق سے ایسی قابلانہ اور پر از معلومات تمہید و تنقید کا جمع ہو جانا بھی ایک نہایت عجیب اور نادر قران السعدین ہے۔ ایک سے زیادہ امور میں یہ توارد درحقیقت ایک ایسا لطیفہ ہے جس کی توجیہ صرف خسروؒ کے روحانی فیض کے حوالہ سے ہو سکتی ہے۔ برد اللہ مضجعہ۔

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

غیرت[1] غیر از قدرش دور سیر — پاک ز امکانِ تغیّر چو غیر

شرک نه بر مملکتش دست سائے — خود نتوان بود بشرکت خدائے

فطرتِ ہستی نہ باسباب ساخت — بے سبب غیر علم بر فراخت

نقشِ صور کرد۔ بآلت نہ کرد — بر فلک و طبع حوالت نکرد

چون و چرا نقشِ طرازِ تن ست — آئینۂ صورت از و روشن ست

آن کہ نگنجد بخیال و صور — چون و چرا کے کند آن جا گذر

پاک ز آلودگیِ آب و خاک — پاک ترا ز ہر چہ بگویند پاک

نے کس از و زادہ نہ نے او ز کس — زادن و نا زادنِ ما زوست بس

دیدنِ خود گفت بما در نہفت[2] — شاد ہماں کس کہ بدید و نگفت

دیدنِ او ہست ز مردم دروغ — تاہم از و دیدہ بیابد فروغ

چشمِ جہت بینش[3] چہ بیند بنور — تا نکند خود جہت از دیدہ دور

بستہ مکان را بجہات و صفات — ہم ز مکان فارغ و ہم از جہات

بے ہمہ جا و ہمہ جا در وں — در ہمہ جا و ز ہمہ جا بروں

راستیِ او بدرستی کہ خواست — راست درست آنچہ کند جملہ راست

---

[1] یعنی مرتبہ حق جل شانہ عالی ترست از انکہ غیر او بر وے غیرت برد و دعوی مساوات او کند چہ غیرت در اقران و در صفتہ ممکن الحصول باشد منزہ است از امکان تغیر ۱۲ [2] این بیت ترجمہ آیۂ لاتدرکہ الابصار و ہو یدرک الابصار ست یعنی بینائی ہا او را نمے یابند و او بینائی ہا را مے یابد یعنی ما را حکم داد کہ من بر ملا بنظر نخواہم آمد بل پوشیدہ از چشم ظاہر ۱۲ [3] ضمیر شین راجع بمردم ست و درین مصراع تلمیح ست بحدیث کہ چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از معراج باز آمد صحابہ پرسیدند کہ یا رسول اللہ تو خدا را دیدی بجواب گفت خدائے تعالیٰ نور ست چہ طور [illegible] ۱۲

آدمی ایں جا بسخن راہ جوست | لیک سخن کے رسد آنجا کہ اوست
ہر کس ازو آمدہ در گفت و گوے | معرفتش از ہمہ پوشیدہ روے
رخشِ علل در رہِ بشِ افگندہ سم[۱] | علت و معلول در و ہر دو گم
کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او | در برد الّا کہ بتوفیقِ او
من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست | ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست
ہستیِ ما نزدِ خرد اندکے ست | واں ہمہ با نیستیِ ما یکے ست
نیست شناسندۂ ہستی مگر | آنکہ ورا نیست ز ہستی گذر
نیستی از ہستیِ او شست دست | ہست و بود نیست شود ہر چہ ہست
(موجود ۱۲ / آیندہ)
ثابتِ[۲] مطلق بصفاتِ احد | زندۂ باقی ببقائے ابد
بود در اول کس ازو پیش نہ | ماند در آخر کس ازو بیش نہ
حادثہ را با ازلش کار نے | نقشِ فنا با ابدش یار نے
حکمت و حکمش کہ ندارد زوال | ہم ز خلل خالی و ہم از خیال
کرد خرد وحدتِ او را سجود | ثانیِ او ممتنع اندر وجود

---

[۱] سم افگندن کنایت از عجز و در ماندن ست حاصل معنی ایں کہ چوں دلیل در راہ معرفت حق بجائے نہ رسیدے مدلولے کہ بوے ثابت شود و معلولے کہ ازوے حاصل آید نیز گم و لاشے خواہد بود پس ہم علت گم ہست و ہم معلول ۱۲ [۲] ثابت اے موجود دایم مطلق اے منزّہ از جمیع قیود۔ مراد باحدیت صفات آنکہ ہر یک از صفات حق فی نفسہا واحد ست تکثر و تعدد بکثرۃ متعلقات ہست مثلاً علم یکے ست و کثرت او باعتبار کثرت معلومات ست و قدرۃ یکے تعدد او باعتبار تعدد مقدور ست ایں چنیں سایر صفات ۱۲

حقّهٔ تن را بفنا در کشاے — جوهرِ جاں را ببقا رهنماے

زآبِ عنایت[1] گہر انگیختہ — در صدفِ کن فیکوں ریختہ

قطرهٔ احسانش بفیضِ عمیم — حملِ صدف بستہ ز دُرِّ یتیم

حجلہ کشِ جلوهٔ بکرانِ باغ — خاص کنِ عطر بہ قصرِ دماغ

نقش طرازے کہ بصنعِ بدیع — راند قلم بر صفحاتِ ربیع

نامهٔ[2] گل را بہ نما خامہ کرد — نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد

سنبلِ تر بر رُخِ گلشن کشید — سنبلہ را دانہ بخرمن کشید

طفلِ گیا را زہوا ریخت شیر — مغزِ جہاں را ز صبا زد عبیر

نافِ[3] شگوفہ ز بخورِ نسیم — کرد بعنبر نفسی مستقیم

جلدِ سمن را کہ ورق کرد باز — مہرِ خودش داد بعنوانِ راز

چشمِ سحاب از نمِ دریا کشاد — چشمهٔ آب از دلِ خارا کشاد

چار گہر کرد جہاں را پدید — در کرهٔ شش جہت اندر کشید

دورِ زمیں را بزماں باز بست — دام و دد از وے بامان باز رست

---

[1] تواند کہ از گہر جوهرِ اوّل کہ روحِ محمّدی ست مراد باشد و ریختن در صدفِ کن فیکوں عبارت از ایجاد اوست و تواند کہ از گوہر انسان مراد باشد و از صدفِ کن فیکوں فلک یا عالم ۱۲ [2] اضافت نامهٔ گل بیانیہ ست نما و نمو یکے ست بمعنی بالیدگی نامیہ قوتے کہ صفتِ نمو دارد تقریر معنی آنکہ اللہ تعالیٰ از برائے نوشتن نامهٔ گل یعنی بجہت آفریدن گل نما را بجائے قلم و نامیہ را بمنزلہ کاتبِ نامهٔ گل ساخت ۱۲ [3] بخور خوشبوئے معنبر نسبے مرکبت با نفسے محتمل کہ فارسی باشد بمعنی نکرہ یعنی یک عنبر آلود نفس مستقیم ای درست و دیرپا و محتمل کہ یائے عربی بمعنی مصدر باشد اے عنبر آلود نفس بودن فاعل او اللہ تعالی ست و مفعول او ناف شگوفہ یعنی ناف شگوفہ معنبر نفس ساخت یا آنکہ معنبر نفسے بودن بوجہ استقامت داد و در بعض نسخہ بعنبر نفسے ست اے ناف شگوفہ بعنبر نفسے اے عنبر نفس بودن ثابت نکرد ۱۲

راست روی بردہ ز بے حاصلاں — دادہ درستی بشکستہ دلاں
غمزدگاں را بطرب دل کشائے — گمشدگاں را بکرم رہنمائے
مونس ہر دل کہ فراغیش نیست — محرم ہر شب کہ چراغیش نیست
ہر چہ نہ او در خطِ امکانِ[1] اوست — ہر چہ جز او بندۂ فرمانِ اوست
روزیِ ہر کس برساند بسے — منتِ روزی نہ نہد بر کسے
داد بلب[2] روزیِ تن را کلید — جستہ و نا جستہ بخواہد رسید
کن مکن او راست ز نو تا کہن — ہر چہ کند کیست کہ گوید مکن
عالمِ بر حق نہ بہ تعلیمِ کس — ہر ہمہ زو یافتہ تعلیم و بس
ہر چہ کند در کل و در جز اثر — کلی و جزئیش بود زاں خبر
مور بجائے کہ نہد پائے راست — او بشبِ تار بداند کجاست
انچہ بہ ہستی رقمش حرف جوست — خامہ گزارِ قلمِ صنعِ اوست
صانعِ بے عیب ز علت بری — نور فزائے قمر و مشتری
غالیہ سائے شبِ مشکیں پرند — پردہ بر انداز سپہرِ بلند
نور دہِ انجمِ خورشید تاب — سبز کنِ خاک بتاثیرِ آب

---

[1] ماسوائے حق داخل امکان اوست لے از جملہ ممکنات مخلوق اوست یا آنکہ از قدرت اوست یعنی ایجاد و عدم آں نزد اوبرابرست امکان بمعنی قدرت بسیار آمدہ ۱۲
[2] یعنی لب را کلید تن گردانید کہ از وے در روزی او کشادہ شود بدانکہ روزی کہ مفہوم رزق ست مخصوص بخوردن و آشامیدن نیست بلکہ ہر چہ شخص کہ در معیشت و تمدن محتاج آنست روزی اوست ومیتواں از کلید سخن مراد داشت زیرا کہ سخن سبب تحصیل اسباب معاش ست ۱۲

گرچه نیاید زمنِ خاکسار — زانچه شوم بر درِ تو رستگار

هم بتوام هست امیدِ تمام — کز درِ تو رد نشوم والسّلام

در تضرّع به درِ حق که گنهگاران را

داد بارانِ گنه شوئے زعینِ غفراں

اے بجلالت قدم آراسته — شُبهه[1] شبهت زمیاں خاسته

ذاتِ تو پیداست ولے نے چو من — من ز تو پیدا و تو از خویشتن

نیست ثنا سائے کمالِ تو کس — هستیِ خود هم تو شناسی و بس

دانشِ هر کس که بسویت گزشت — یک دو قدم رفت و عناں تاب گشت

فکر دریں پرده به راز ایستاد — بانگ زدش حیرت باز ایستاد

عقل دریں خطّه امانے نیافت — خطِّ اماں جست و نشانے نیافت

دل بتو داده است نشانی مرا — در تو رسم گر برسانی مرا

سوئے خودم کش که الٰهی شوم — خازنِ گنجینهٔ شاهی شوم

آں عمل آور ز من اندر وجود — کاں بتوام راه تواند نمود

وانچه دلم را ز تو دوری ده است — دور ترک دار که دوری به است

نورِ بصر ده بشناسائیم — تا نبود جز بتو بینائیم

---

[1] شبهٔ اوّل بمعنی شک و شبه بالکسر بمعنی نظیر یعنی ایں شبه از میاں برخاست که کسے نظیر تو باشد بشرح آیهٔ لیس کمثله شیئ ۱۲

سلسلۂ آب زنہ بر زرہ | طوقِ زمیں کرد گرہ بر گرہ
باد محیطِ کرۂ آب ساخت | نار بہ پیرامنِ آن بر فراخت
کُحلِ شب از دیدۂ انجم نمود | نورِ دل از سینۂ مردم نمود
طالعِ مردم ز شمارِ نخست | کرد بتقویمِ عنایت درست
زآب چناں کرد مصوّر خیال | کاں بتصور ننماید جمال
نقش چناں بست بہر تن کہ ہست | کش بدلِ خود نتواں نقش بست
قصرِ جسد را بہ ہمیں داوری | زآب و گلے کرد عمارت گری
دفترِ دل را خطِ شاہی نوشت | جائزۂ سرِّ الٰہی نوشت
جاں کہ بہر جسم روائیش داد | پرتوے از نورِ خدائیش داد
گوش بآوازِ سخن تازہ کرد | وز سخن آفاق پُر آوازہ کرد
ما کہ نبودیم۔ بوجود آمدیم | از عدم از روئے بوجود آمدیم
کیں در اگر او نکشادے بما | دولتِ ایں خانہ کہ دادے بما
نورِ بصر داد کہ بینا شدیم | چشم کشا شد کہ شناسا شدیم
معرفتش گر نشدے رہنمائے | نے ز خود آگہ بُدے نے از خدائے
گر ہمہ زاندیشہ جگر خوں کنم | شکرِ چنیں مرحمتے چوں کنم
طاعتِ ما نے کرمش بے قیاس | وائے بر آں کس کہ نگوید سپاس
اے صفتت بندہ نوازندگی | از تو خدائی و ز ما بندگی

جز تو شناسندۂ ایں راز کیست ‏ کامدن و رفتنِ ما بہر چیست
بہ کہ چو آوردی و بازم بری ‏ ہم بسوئے خویش فرازم بری
جز بہ رہِ خویش مدارم مدار ‏ ور بتو امید ندارم مدار
پردہ بر انداز کہ چوں لاشوم ‏ پردہ کشائے درِ الّا شوم
گم شدہ ام راہ نمایم تو باش ‏ بے بصرم نور فزایم تو باش
دامنِ تر آب ندارم بجوئے ‏ دامنم از عینِ عنایت بشوئے
ساختۂ سوختنم چوں خساں ‏ آب ز سر چشمۂ غنیم رساں
گرچہ تنِ من ز پئے سوز راست ‏ رحمتِ تو از پئے ایں روز راست
اے گنہ آمرزِ شفاعت پذیر ‏ پر گنہاں را بکرم دستگیر
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام ‏ نیک و بد خود بتو آوردہ ام
نیک بدم نیک نشد ہیچ بد ‏ از منِ بد ساز مکش نیکِ خود
در بد و نیکم بتو امید وار ‏ نیکی بپذیر و بدی در گذار
خود منم از فعلِ بد و کردِ زشت ‏ کندۂ دوزخ نہ نہالِ بہشت
کُندہ چو در سوختن آرد وبال ‏ پیشتر از سوختنش کن نہال
ہست چو انعامِ تو اے کارساز ‏ ق از من و از طاعتِ من بے نیاز
مرحمتے کن کہ گنہ کردہ ام ‏ نامۂ اعمال سیہ کردہ ام
عدلِ تو گر حکم بطاعت کند ‏ ہیچو منے را کہ شفاعت کند

قوتِ دل بخش ز دینِ خودم — سینه قوی کن بیقینِ خودم
تا چو زعونِ تو قوی دل شوم — بو که توانم که بمنزل شوم
درد ندارد دلِ بے حاصلم — چاشنیِ درد بنه اندر دلم
حسنِ عمل نیست که پیش آورم — عذر برسوائیِ خویش آورم
بر منِ رسوا شدهٔ عیب کوش — عیب تو پوشی که توئی عیب پوش
گر همه نیک ست عمل یا بدم — دیده برافروز بعیبِ خودم
چوں کژیِ دل کندم خود پرست — آئینهٔ راستیم ده بدست
ور بسوئے راستی آید سرم — راست چناں دار کزاں نگذرم
هر رهِ خیرے که بگیرم بپیش — راهبرم بخش بتوفیقِ خویش
وانچه بد ره برد انجامِ کار — از من و از خاطرِ من دور دار
معرفتم ده که شناسا شوم — بخردیم بخش که دانا شوم
نورِ هدایت بچراغم رساں — بوئے عنایت بدماغم رساں
اے ز کرم بر دلِ ما در کشاے — گم شدگاں را سوئے خود رهنماے
بر درِ تو بسته ام امیدِ بار — بار کشا بر منِ امیدوار
باز کن از روضهٔ رحمت درے — بو که بیابم ز سعادت برے
از درِ خویشم بدرِ کس مراں — خود چه کشاید ز درِ دیگراں
من که بحکمِ تو دریں کارگاه — از عدم ایں سو زده ام بارگاه

اے کرمت غسل گنہ را سحاب ق مرحمتے کن کہ بیوم الحساب
گر بمثل نیک و اگر بد شوم در کنفِ ظلِ محمد شوم

نعتِ سلطانِ رُسل آنکہ مسیحا بدرش

پردہ دارے ست نشستہ زپسِ شادرواں

پیشرو کوکبۂ انبیا کوکبش از منزلتِ کبریا
کون و مکاں در خطِ امکانِ او کاین و من کاں گہرِ کانِ او
کرد لوا نصب در ایوانِ ہو تختِ لوا آدم و من دونہ
از حدِ ناسوت برون تاختہ برخطِ لاہوت وطن ساختہ
لعلِ وے از خاتمت آگہ شدہ خاتمِ انگشتِ ید اللہ شدہ
خاتمش از ہفت فلک حلقہ ساز یافتہ از مہرِ نبوت طراز
گرچہ سلیماں شود انگشتریں خنصرِ او راز سد در نگیں
گردشدہ حلقۂ پیغمبراں خاتمتش مہر نہادہ براں
ختمِ نبوت شدہ برہانِ او مصحفِ ختم آمدہ در شانِ او
سکہ چو از مہرِ نبوت کشاد محمدتش نام محمد نہاد
طرفہ کہ ہر حرف کزاں کم کنند فائدۂ خاص فراہم کنند
گر دہنِ میم شود زو نہاں حمدِ خدا وند کند بے دہاں

تا نشود عونِ تو ام دستیار   کے شوم از طاعتِ خود رستگار

خاصه که چون بنگرم احوالِ خویش   عذر نه و جرم ز اندازه بیش

اے بعنایت علم افراخته   کارِ دو عالم کرمت ساخته

در تتقِ سرِّ تو ام راه نیست   جز تو کس از سرِّ تو آگاه نیست

سرِّ مرا چون همه دانندهٔ   باز رهانم که رهانندهٔ

گر ز تو بر خلد براتِ من ست   نامهٔ من خطِّ نجاتِ من ست

ور تو کنی سوئے جهنم رهم   در که پناهم که ز تو وارهم

عذر ندارم چه کنم بر گناه   عفوِ تو کو تا شوم عذر خواه

بر درِ تو آمده ام شرمسار   از شرِ من در گزر و در گزار

روے سیاهم بتو دارد امید   هم تو کنی روئے سیاهم سپید

کار بدستم چو ندادی نخست   کارِ من آخر همه بر دستِ تست

دستِ من آن دم که بماند ز کار   دست ز کارِ منِ مسکین مدار

از عملِ خود چو نشینم خجل   ذیلِ کرم پوش برین تنگدل

در شبِ تاریک چو بینی رهم   مشعلهٔ ده ز انار اللهم

اے ز نورِ خود مرا ۱۲

چون شبِ من تیره شود روز بخش   شامِ مرا شمعِ شب افروز بخش

صبحِ قیامت که بود گرم تاب   ظلِّ خودم بخش در آن آفتاب

پیشِ تو آرم چو حسابِ جفا   حسبِ کفم بخش ز حسبی کفا

در تتق بارگهش گاهِ بار — مایده کش عیسی و خضر آبدار
پیشِ چنان چشمهٔ دریا قیاس — نوح زِ بے آبی خود در هراس
موسی اگر در رهِ او نیست پیک — کی اَرِنی گوید و اُنظر الیک
زان رُخِ گلگون که گل افشان شده — نارِ براهیم گلستان شده
خوے خوشش چون خوے گل گشت پاک — از خوے او گُل بدمیده ز خاک
گل که لباسِ خوشیش در بر ست — از خوے دیباچهٔ پیغمبر ست
ساخته نه حجره به از هشت باغ — هشت بهشت از تهٔ او با فراغ
حجره نه و خلد نه از هشت بیش — یعنی ازان هشت بیک حجره پیش
تا بسریرِ عرب آن جم نشست — رعبِ عرب در همه عالم نشست
خطبهٔ لولاک بپرداخته — منبرِ نُه پایه ازان ساخته
هستیِ او تا بعدم خانه بود — نقشِ وجود از همه بیگانه بود
چون ز وجودش عدم آوازه یافت — تختهٔ هستی رقمِ تازه یافت
سایهٔ رحمش که ز گردون گذشت — رزق رسان بر همه آفاق گشت
سایه ز بس نور نه بد پیش و پس — سایهٔ خورشید ندیده است کس
سایه نه و ظلِ سلامت ازو — سایهٔ خورشیدِ قیامت ازو
از پئے خورشیدِ قیامت جهان — ساخته از گیسوے او سایبان
موئے بموئے گیسوے او مشکِ خشک — فرق نبوده سرِ موئے ز مشک

ور ز میاں حلقۂ حا گشت دور　　مدِّ ظلالی دہد آں شاخِ نور
ور کمرِ میم دگر بر کشاد　　دال برحمت شد و آں در کشاد
نادرہ نامے کہ بہر حرفِ خویش　　نادرہ ہا بخشد از اندازہ بیش
نامِ محمدؐ بدو تد ویرِ میم　　در حدِ خود یافت دو چشمِ سلیم
یعنی اگر کس ز محمدؐ پرد　　چشمِ وے آں بہ کہ ز حد نگذرد
بلکہ محمدؐ بدو میمِ درست　　یافت دو حلقہ بحدِ خویش چست
حلقۂ او سلسلۂ تافتہ　　ہر دو جہاں بستۂ آں یافتہ
در شبِ تاریکِ عدم رہ نبود　　ور چہ کہ رہ بود کس آگہ نبود
نورِ نخستش چو علم بر کشید　　شامِ عدم را سحر آمد پدید
ہستی ازاں نور چراغے بدست　　راہ نما گشت بہر کس کہ ہست
یافت نخست آدم ازاں نور تاب　　عطسہ زد از دیدنِ آں آفتاب
چشمش ازاں نور چو بینا شدہ　　عطسۂ او نورِ مسیحا شدہ
با دمِ مسیحاش چو دمساز شد　　مریم از و حاملۂ راز شد
مُردہ مسیحش بدمِ بندگی　　دم نزدہ پیشِ وے از زندگی
سینۂ آدم دم ازو یافتہ　　زخمِ عصا مرہم ازو یافتہ
بلکہ خود آدم برہش خاک بود　　خاکِ ورا کردہ ملایک سجود
آتشِ بدخواہ چو شد تابناک　　دولتِ او گشت بیک مشتِ خاک

من که بدل راستیم نیست کار | رسته نگردم بجز آں رستگار
نے بهوا گفت اگر راز گفت | کانچه بگفتند بدو باز گفت
ماه ز سیرش اثرے یافته | تاب نیاورده و بشگافته
گرچه شبِ چاردهم راست مه | چارده مه خوانش نه بل چارده
ابرو و مژگاں قلم و نون هم | صورتِ او سورهٔ نون والقلم
اُمّیِ دانا که بعلم فزوں | رانده قلم بر ورقِ کاف و نوں
بے خط و قرطاس ز علمِ ازل | مشکلِ لوح و قلمش کرد حل
چوں قلم اندازهٔ علمش نداشت | علم بدل کرد و قلم را گذاشت
اَعلمِ حاذق بوجود و عدم | اَفصحِ صادق ز عرب تا عجم
آنکه دریں پرده مخالف نواست | گو بحجاز آے که حجت بجاست
اے که[1] نبی گفتهٔ او گفته | مُرده تواں گفت اگر خفته
هست[2] نبی گر سخن (قرآن ۱۲) آں بشر | تو بشری نیز بگوئی دگر
آنچه دل از یک نقطش گم بود | کے بحدِ فکرتِ مردم بود
دور شو از حجت غیبت بدور | کیں همه گفت آنکه بُد اندر حضور
سخت تریں کفر که اعراب راست | غیرِ براهیں نشد ستند راست

---

[1] دریں شعر تعقید ست یعنی اے که میگوئی قرآں گفته (کلام) نبی ست کلام خدا نیست اگر تو ازیں رمز غافلی ترا مرده تواں گفت ۱۲ [2] دریں بیت هم تعقید ست یعنی اگر قرآن کلام نبی ست که او بشر ست آخر تو هم بشر هستی مثل او بگو۔ شرح آیهٔ اِن کُنتُم فِی شَکٍّ مِمَّا نَزَّلنَا عَلٰی عَبدِنَا فَاتُوا بِسُورَةٍ مِن مِثلِه ۱۲

بے غلط آنجا کہ چنیں مو بود — مشک نگویم کہ ز آہو بود
کعبہ ز مشکش بزمیں داد ناف — خوش دم ازو نافۂ عبد المناف
امت ازاں سلسلۂ مشکسائے — یافتہ منشورِ نجات از خدائے
از کرمش غرقۂ آبِ فنا — یافتہ در بحرِ بقا آشنا
ایمنیِ امت ازاں گونہ جست — کامنِ خود از ایمنۂ خود بشست
عونِ عباد اللہ ازاں ساں نمود — کآفتِ عبد اللہ اش آساں نمود
عذر ز عاصی بود اندر گناہ — طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ
سنگِ وقارش بصفِ اصطفا — مروۂ حلم آمد و کوہِ صفا
تیغ زبانش کہ چناں تیز بود — بد گہرش بیں کہ بسنگ آزمود
سنگ کہ بر گوہرِ تیغش رسید — رخنۂ دندانش ازاں شد پدید
گرچہ کہ دندانہ فتادش بتیغ — ہم سرِ بد خواہ برد بے دریغ
شرطِ کرم بیں کہ بہنگامِ جنگ — گوہرِ خود ریخت بپاداشِ سنگ
دعا حق کفار را
خنجرِ تیزش ہمہ تن شد زباں — تا کند آئینِ شریعت بیاں
ریختہ از لب ہمہ دُرِّ ثمین — رشتۂ آں دُر شدہ حبلِ متین
خصمِ رکیکش بہ عیان و نہفت — شاعرے گفت ارچہ کہ شعرے نگفت
آنکہ بدو وحی پیاپے رسد — شاعرِ کذّاب بدو کے رسد
وانکہ سخن راست کند از دروغ — پیشِ چناں مرد ندارد فروغ

داد نویدش که ازیں قعر چاه / خیز و بپای ابد جوے راه

رو که کشاده در احسان هست / داعیهٔ دعوت یزداں هست

منتظر اند ملایک به پیش / منتظراں را نظرے ده بخویش

باز کشاده در آسماں / پاے بروں نه ز زمین و زماں

خیمه ازیں دایره بیروں فگن / غلغله در عالم بیچوں فگن

در قدم افراز یزک را علم / ساقه سوے عرش فرست از قدم (عقب سپاه ۱۲)

باز کشا صف جناح از ملک / برگذراں جنبش قلب از فلک

قلب رواں کن در سلطاں بزن / تیغ بروں کش سر شیطاں بزن

فرصت آں نیست که شینی بجاے / خیز بدولت برکاب آر پاے

صاحب معراج که ایں مژده یافت / روے ازاں موج دولت بتافت[1]

برق صفت جست به پشت براق / کرد به میثاق شتاب از وثاق (خانه ۱۲)

صف ملایک برکابش دواں / پیشرو کوکبهٔ خسرواں

طرقوا از غیب نداے رهش / مشعله در پیش ز نور اللهش

چار ملک غاشیه بسته بدوش / هفت فلک حلقه فگنده بگوش

بر فلک ماه برآمد نخست / ماه که بشکست[2] از و شد درست

تاخت ازاں جاے بمیدان تیر[3] / تیر[3] دراں کیش شد آرام گیر

---

[1] بتافت یعنی روشن کرد ۱۲ [2] بشکست از معجزهٔ شق القمر ۱۲ [3] تیر اول عطارد و تیر دوم براق ۱۲

مدتِ ہفصد شد از وتابما | تازہ ترست ایں خطِ والا بما
گر بگزافے بُدے ایں رہ بپائے | او شد وایں نیز نماندے بجائے
ہرچہ نہ آثارِ خدائی دہد | کے ہمہ وقت روائی دہد
اینت شہے کو زجہاں بست بار | دولتِ او تا بہ ابد پائدار
یا رخدایا بحقِ آں رسول | کیں سخنِ چند کن از ما قبول

وصفِ معراجِ پیمبر کہ شب روشن شد

بسرّ اسریٰ[1] ش ز زلفِ سیہِ مشک فشاں

چوں شبِ قدرش بفلک نورداد | قدرِ ہزاراں شب ازاں نور زاد
شمعِ نخستینش کہ سر بر فراخت | دودۂ آں راشبِ معراج ساخت
چشمِ ملایک ز سوادے کہ داشت | کردہ بہم گوشۂ آں شب بنگاشت
موئے وے از گیسوے کحلی فشاں | باز سیہ کردہ ہمہ چشم شاں
نیم شباں پیکِ الٰہی ز دور | آمد و آورد براقے ز نور
پائے براقش کہ ز اختر گزشت | چشم کس از پائے وے آگہ نگشت
انجمِ آں شب ہمہ دیدہ سپید | طالبِ آں نور بچشمِ اُمید
دیں نتواں گفت کہ بود او بخواب | خفتہ کہ دیدست مہ و آفتاب

---

[1] اتباعِ رسمِ قرآن کردہ شد ورنہ تلفظ اسریٰ ش باشد ۱۲

آنکہ بانکار دریں دم زند[1] — بر دہنش زن کہ زنخ می زند
اے کہ ترا عقل دریں شبہ دید — این خبر او داد کہ عقل آفرید
باخبرش عقلِ تو گر خویش نیست — عقل تو از دانشِ او بیش نیست
عقل تو تحقیقِ ترا در نیافت — کے بتواند بچناں رہ شتافت
طورِ دگر بیشتر از عقل ہست — واں نبود کے رسد آنجا دست
دستِ ہماں مرد بداں جا رسد — کز حدِ قوسین بہ ادنیٰ رسد
راست بقوسین در آمد چو تیر — چشم ز ما زاغ شدہ گوشہ گیر
آں دو کمانش کہ بیکجا کشید — بانگِ زہ از چرخ بگوشش رسید
ترکِ کماں کرد قدم پیش برد — دست بآ ما جگہِ خویش برد
منزلتے یافت منازل نورد — کیف و کم از راہ بروں بر دگرد
پردۂ خویشی ز میان خاستہ — مرتبۂ بیخودی آراستہ
آئینہ صورتش از سینہ رفت — صورتِ ادراک ز آئینہ رفت
چوں ز میاں رفتہ حجابِ خیال — بے جہتش جلوہ نمود آں جمال
رفت چو حدِّ جہت از پیش و پس — از پس و از پیش خداوند و بس
نقشِ خود از راہِ فنا بر گرفت — نورِ بقا دید و ثنا در گرفت
بانگ بروں زد بادائے سپاس — شکر فزوں کرد ز راہِ قیاس

---

[1] کسانیکہ دریں باب بانکار دم زن ہستند بر دہن آنہا طپانچہ بزن کہ لغو می گویند ۱۲

زهره که دریافت[1] ازاں صبح تاب — گرد جلاجل بدفِ آفتاب
دید چو خورشید بدریائے نور — کرد زنِ چشمهٔ بے آب دور
گشته دراں کوکبهٔ بهرام پست — تیغ بیفگند و بهم دست بست
یافت غبارے زرهش مشتری — قیمتِ آں داد نهٔ انگشتری
پرتو او تافت بروئے زحل — گشت نحوست بسعادت بدل
کرد ازآنجا بثوابت عروج — پُرمه و خورشید شد از وے بروج
پاش چو کرسیِ فلک را گذاشت — عرش رواں کرسیِ خود پیش داشت
پیشتر کزاں چو شدندش دلیل — لرزه در آمد (فی الحال ۱۲) بپرِ جبرئیل
دامن ازاں پایه فروتر کشید — پائے بدامانِ ادب در کشید
طائرِ عرشی بسوئے سدره راند — خطبهٔ طوبیٰ الکش از دور خواند
جست بروں جوهرش از کن فکاں — یافت مکانے بحدِ لامکاں
از زبر و زیر بروں برد ذات — زیر و زبر هیچ نماند از جهات
در محلے کز جهت[2] آمد بری — زاب و گلش کرد عمارت گری
پیشتر از عقلِ کُل از جائے خویش — رفت بکُل با همه اجزائے خویش

---

[1] یعنی چوں زهره ازاں صبح تاب حاصل کرد دفِ آفتاب را حرارت داده سرودن آغاز نهاد زهره را بوقت نواختن از آتش گرم میکنند ۱۲

[2] یعنی در محلیکه از جهات سته بری بود رسول صلعم آنرا از گلِ تعمیر نمود یعنی مع جسم ظاهر تشریف بردند مراد ایں است که معراج مع الجسد بود نه که بمجرد روح ۱۲

قطرهٔ او چشمهٔ والا شده　　چشمه چه گویند که دریا شده
ای شبِ تو روشنیِ روزِ ما　　نورِ رخت شمعِ شب افروزِ ما
تو شده مخصوص بعونِ خدای　　عونِ تو ما را بخدا رهنمای
بنده سه حاجت بتو امید بست　　وان باجابت رسد امید هست
اولش این کین سخنم درپذیر　　ور زللی هست گرفته مگیر
آن دومش گرچه نه اندر خورم　　سوی خودم خوان و مران از درم
سومش آن ست که انجامِ کار　　دست بگیر و بخدایم سپار

مدحتِ شاه که نامش بفلک رفته چنانکه
نقشِ آن داغ شده خنگِ فلک را بر ران

وقت شد اکنون که بجادوگری　　باز کشایم درِ داوری
درقلم از سحر زبان برکشیم　　سحرِ زبان را بقلم درکشیم
بر سمن از غالیه بندیم بند　　پیشِ صفِ مورچه ریزیم قند
سلکِ سخن را که درافشان کنیم　　پیشکشِ حضرتِ سلطان کنیم
ای سخن از رشته برون ریز دُر　　وز دُرِ خود کن همه آفاق پُر
زانکه چو بوسم درِ دولت پناه　　تحفه ازین به نبود پیشِ شاه
شاهِ سکندر روش و دارانشان　　آئینه روی سکندر روشان

دل بتضرع خبر اندوز کرد / لب بتحیت ادب آموز کرد

گاه بخود لا شد و الّاک گفت / گاه بدو نعبد ایاک گفت

رحمت حق نیز بعون تمام / گفت سلامیش علیه السلام

ریخت بدامانش ز هر گفتنی / گوهر ناسفتنی و سفتنی

یافت کرامت بخطابے کہ خواست / گشت مشرف بجوابے کہ خواست

جام عنایت بصفا نوش کرد / از خودے خویش فراموش کرد

بس کہ برون برد وصالش ز پوست / فرق ندانست ز خود تا بدوست

راه کہ پر گم شد ازاں جبرئیل / وہم ملایک نشد آنجا دلیل

عزم ازاں قبلہ گہ دل کشید / پیشتر از خویش بمنزل رسید

بس کہ وے آں راه بسرعت نوشت / پیشتر از رفتن خود بازگشت

رفتہ و باز آمده در یک زماں / رفتن و باز آمدنش توأماں

چشم یقینش چو برحمت فتاد / امت بیچاره ز رفتش زیاد

ہر تحفے کز کرم غیب یافت / دامن پُر جانب امت شتافت

با شرف رحمت و تشریف جود / گوہر اقبال بجیب وجود

آمد ازاں مقصد مقصود باز / زاد ره آورد باہل نیاز

گفتنی آں را کہ سزا دید گفت / داشتنی ہم بدل اندر نهفت

آب کہ خود خورد ازاں زمزمه / قطره چکانید بکام ہمه

تا ز کفش یافت زمین کیمیا　　رست زر از خاک بجائے گیا

گل کہ بروید ز زمین سرخ و زرد　　تنکۂ زرداں کہ کفش تخم کرد

سکۂ زر ریخت بروے زمیں　　گرچہ کہ رو زرد شدہ زر ازیں

در کفش از سکۂ ضربِ کرم　　کوفتگیہاست بروے درم

سکہ چو از مہر درم ساز کرد　　بخششِ او مہرِ درم باز کرد

گر جدِ والاش ز بہرِ کرم　　کرد یکے را دو عیارِ درم

بیں کہ عیارِ درمش تا چہ شد　　کز سہ یکے بود یکے را سہ شد

ہر طرفے کاختر او رو نہاد　　فتح دوید و درِ دولت کشاد

خاکِ درش بر سرِ شاہاں سزاست　　خاک براں سر کہ نہ اینش ہواست

چشم جز ایں سرمہ نیارد از و　　کیست کہ ایں چشم ندارد از و

بس کہ بخاکِ درِ او گاہِ بار　　چشم نہادند سراں صد ہزار

سرمہ کہ ہر چشم براں در فشاند　　خاک ہمہ گم شد و آں سرمہ ماند

ز اہلِ بصر ہر کہ براں در شتافت　　خاک طلب کرد و لے سرمہ یافت

از سمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک　　خاک پر از سرمہ شد و سرمہ پر ز خاک

خواست کہ پیشش ز سپہرِ بریں　　ماہ فرود آید و بوسد زمیں

سوئے فلک رفت زمیدانش گرد　　ہم فلکِ ماہ زمیں بوس کرد

تیغ زناں گرم شود آفتاب　　تا ہمہ آفاق بگیرد ز تاب

برجِ شرف چوں فلک از ہفت پشت | ہفت فلک خنصر او را مشت
با شرفِ ماہ سر افراختہ | جائے شرف بر سرِ مہ ساختہ
پشت بہ پشت از دو طرف شہریار | ہر طرف از ہر دو طرف تاجدار
در گہر از تاجوران سربلند | بر صفتِ تاج بگوہر بلند
میوۂ دلہائے بلند افسراں | شاخ بشاخش نسبِ سروراں
میوہ کہ آمد چو ز بالش ببار | میوہ یکے آمد و بالش چہار
نورِ جد از جبہۂ او تافتہ | فرِّ جد از فرِّ جدِ خود یافتہ
شمسِ جہانگیر جد با فرش | اظہرِ من شمس جدِ دیگرش
ناصرِ حق شاہِ فرشتہ سرشت | خوئے خوشش نسخۂ باغِ بہشت
جدِّ سوم شاہِ غیاثِ امم | حاکمِ فرماں ز عرب تا عجم
ہر سہ جدش کعبۂ ارکانِ جود | کردہ دو عالم سجدش را سجود
پایۂ شاہی کہ ز مہ برترست | کیست کہ ایں پایہ بدو درخورست
شاہِ جواں بخت معزِّ جہاں | تاج دہ و تخت ستانِ شہاں
وارثِ اکلیلِ کیاں کیقباد | کافسرِ جد فرِّ کیانیش داد
یافتہ از خطبۂ نامش اثر | پایۂ منبر بفلک بردہ سر
با ہمہ زاں منبرِ چوں نردباں | خطبۂ او بر شدہ تا آسماں
سکۂ نامش چو درم شد درست | بلکہ بنامش درم از خاک رست

در خطابِ شہِ عالم چو بسلکِ خدمتش
آیم وایں گہر چند فشانم ز زباں

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند — چترِ تو از ماہ بیک سر بلند

سود بہ چترِ سیاہِ تو سر — در مہ ازاں کرد سیاہی اثر

گوہرِ آں چتر کہ بر شد بماہ — قطرۂ بارانست در ابرِ سیاہ

کلّۂ گردوں کہ عماری وش ست — بر درِ قدرِ تو عماری کش ست

رایتِ میموں (خیمہ ۱۲) کہ شدہ چرخ تاب — کوس زدہ با علمِ آفتاب

کوسِ تو کافاق پر از صیتِ اوست — جز سخنِ فتح نگوید بپوست

لشکرِ تو از عددِ ذرّہ بیش — ہر یک ازاں ذرّہ ز خورشید پیش

افسرِ خورشید بشاہی توئی — نے غلطم ظلِّ الٰہی توئی

بارگہت راست بہنگامِ بار — مہر سلاحی و فلک پردہ دار

صفّۂ کسریٰ کہ تواں طاق گفت — بارگہت را نتواں گفت جفت

قصرِ ترا برجِ کمان تیر[1] کش — شمسۂ آں نہ فلکِ شیشہ وش

مہ کہ در انگیزشِ تنگ ست چست — نقش گرِ صورتِ ایوانِ تست

بر درِ تو ہر کہ بہ بندد کمر — غرق شود تا کمر اندر گہر

تیغ بر آور کہ بلند اختری — آئینہ برگیر کہ اسکندری

---

[1] تیر شہتیر ۱۲

نورِ جبینش چو بدید از کمیں | در شده از شرم بزیرِ زمیں

دشمنِ او در راست ز رفعت مکاں | زیرِ زمیں چوں زبرِ آسماں

عزم چو بر کشتنِ دشمن کند | خونِ بد اندیش بگردن کند

گاهِ وغا یک تنه چوں صد سپاه | ملک ستاننده تر از مهر و ماه

بست چو در قلعه کشائی کمر | لعل و گهر ساخت عدو را جگر

سلکِ گهر از دُرِ بحری برش | عبرهٔ بحرین بهائے دُرش

روم بگیرد بگهِ کارزار | تیغِ وے ارزنگ نگیرد زعار

ناوکِ وے پیکانش بیغاے وجنگ | ایں زخطا دور شد او ز زنگ

گر بکمان دست برد چوں هژبر | قوسِ قزح داں که برآمد ز ابر

در کششِ تیر چو شد سخت کوش | زه ز کمانِ خودش آمد بگوش

روے چو خورشیدِ وے اندر کماں | کوتهیِ روزِ بد اندیش داں

آمده تیرش ز خطا چند ره | لیک نرفته بخطا هیچ گه

تیرِ وے از شیر جهد گاهِ کار | شیر ز تیرش نجهد در شکار

گوے زمیں در خمِ چوگانِ اوست | حالگهٔ[۱] بخت بمیدانِ اوست

ایزد دش از فتنه نگهدار باد | بادِ وے و بادولتِ وے یار باد

---

۱ حالگه اے جولانگاه و میدانِ گوے بازی ۱۲

نافۂ خلقت کہ زد از مشک دم | ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم
لیک جز یں فرق نشاید گزید | کز ظرفِ مشک شد آہو پدید
صحن زمیں پیشِ تو با ایں وقار | ماند چو ذرّہ بہوا بیقرار
دَورِ فلک مست ز جامِ تو شد | دَہر بیک جرعہ غلامِ تو شد
زہرہ بخنیاگریت کرد عزم | بوکہ ازیں پردہ در آید بزم
خوں شدہ ز احسانِ تو کانرا دروں | وز دلِ صد پارہ بر انداخت خوں
موجِ کفت رفتہ بدریائے آب | آب گذشت از سرِ دُرِّ خوشاب
لافِ نوالت چو ز دریا شنید | آب ز تیزی لبِ دریا گزید
خود ہمہ دریا ز کفت خاک شد | چوں کفِ خود حاملِ خاشاک شد
باد مدام آں کفِ دریا نشاں | ز ابرِ کرم بر سرِ ما دُر فشاں
گشت گہِ بخششِ دُرِّ ثمیں | ہر غزلم خاصۂ تو خاصہ ایں

غزل

اے زندگانی بخشِ من لعلِ شکر گفتارِ تو | در آرزوئے مردنم از حسرتِ دیدارِ تو
گر شہد باشد بر زباں یا آبِ حیواں در دہاں | گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو
معذوری۔ از زلفِ سیہ پوشی برآں روئے چو مہ | سیری ندارد ہیچگہ چوں دیدہ از دیدارِ تو
گیرم ترا زیں چشمِ تر دشوار می آید نظر | بیروں کنم دیدہ ز سر آساں کنم دشوارِ تو

ل‍ ازیں پردہ یعنی پردۂ فلک ۱۲

پیشِ سریرت که شد از چرخ پیش | خندهٔ ضحّاک برِ اورنگِ خویش
از رخِ خود[له] پیشِ تو خاقانِ چیں | صورتِ چیں کرده بروے زمیں
کیست فریدوں که به بند گمت | می نهد دیده بخاکِ رہت
چشمِ سیه کو که نساید براه | تا نکند خاکِ رہت را سیاه
نامِ تو جم بر سرِ افسر نوشت | نیست مرا ورا به ازیں سرنوشت
تا تو گرفتی همه عالم بنام | تیغ فرو خفت میانِ نیام
جبهتِ تو با رقمِ عدل و داد | لوحِ خدائیست که محفوظ باد
عدل چو موئے تو بهر چار سوے | جمله جہاں بسته بیکتارِ موے
عدلِ تو بربست به نیروئے خویش | گردنِ ده گرگ بیک موئے میش
تا درِ عدلِ تو جہاں برکشاد | بید نلرزید ز طوفانِ باد
عدلِ تو تا ایمنیِ دهر خواست | نرگسِ رعنا ز زمیں خفته خاست
کفر شد از بس که خرابی پذیر | دیو نگردد بجسد دیو گیر
هیبتِ تو تیغِ سیاست بدست | حربه زد اندر دلِ شیرانِ مست
فتنه ز بختِ تو نخسپد بسے | بختِ تو در خواب نه بیند کسے
روشنی از رائے تو گیرد جہاں | چشمهٔ خورشید نماند نہاں
خاتمِ جم با همه نقشِ کمال | از تو شد انگشت نما چوں ہلال

[له] یعنی خاقانِ چین رُخ خود را پیش تو بر زمین سود و بر زمین نقشِ چین (جبین) پیدا شد ۱۲

هر دم ازاں قلعهٔ مینو سرشت　　قلعهٔ فیروزه شده خشت خشت
چوں فلکِ ثابته ثابت صفات　　نے چو فلکهائے دگر بے ثبات
برجِ فلک آمده ثابت سه چار　　برجِ حصارش همه ثابت شمار
برج به برجش درجاتِ سپهر　　گشته بگردِ سرِ او ماه و مهر
کنگرِ او گشته زبانِ جمله تن　　و آمده با ماهِ سما در سخن
چرخ نداند در و دیوارِ کس　　تکیه بدیوار و درش کرده بس
ملک ز دروازهٔ او فتح یاب　　سیزده دروازه و صد فتحِ باب
نامِ بلندش ره بالا گرفت　　تا بختن شد همه یغما[1] گرفت
گر شنود قصهٔ ایں بوستاں　　مکه شود طائفِ[2] هندوستاں
شهرِ نبی را لبِ او قسم　　شهرِ خدا گشته ز صیتش اصم
در حقش از چرخ چو دیدم عطا　　گفتم روم ست نگفتم خطا[3]
قبهٔ اسلام شده در جهاں　　بسته او قبهٔ هفت آسماں
ساکنِ او جمله بزرگانِ ملک　　گوشه بگوشه همه ارکانِ ملک
تختگهِ تاجورانِ بلند　　گشته ز اقبالِ شهاں بهره مند
گوشهٔ هر خانه بهشتے شگرف　　گشته بصنعت زرِ بے صرفه صرف
بر سرِ هر کو ز بزرگان صفے　　در رفِ[4] هر خانه نهاں رفرفے

---

[1] یغما بمعنی ملک و بمعنی غارت ـ هر دو موزوں هستند ۱۲ [2] طائف طواف کننده و نیز شهری ست در عرب ۱۲
[3] خطا بمعنی غلط و نیز نام ملک ... هر دو معنی درست هستند ۱۲ [4] طاق که در پهلوے دروازه سازند ۱۲

زیں پس بخوباں ننگرم در کوئے ایشاں نگذرم
گر ہیچ یک رہ جاں برم از غمزۂ خونخوارِ تو

در کوئے تو بر ہر درے افتادہ مے بینم سرے
ایں نیست کارِ دیگرے ایں کارِ تست ایں کارِ تو

خواہی نمک زن ریش را خواہی بکش درویش را
ہر چونکہ داری خویش را بربستہ ام در تارِ تو

چوں غم بگفتار آورم یا گریہ در کار آورم
یا رو بدیوار آورم با سے ہماں دیوارِ تو

خواہی کہ بہرِ خندۂ پیش افگنی افگندۂ
اینک چو خسرو بندۂ نو بردہ بازارِ تو

صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم
ہست منشورِ وی از حرسہا اللہ نشاں

حضرتِ دہلی کنفِ دین و داد
جنتِ عدن ست کہ آباد باد

ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات
حرسہا اللہ عن الحادثات

دورش از آنگاہ کہ پرکار شد
دائرۂ چرخ ز پرکار شد

تا کہ بنا یافت نگنجید پیش
در ہمہ عالم ز بزرگیِ خویش

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام
و ز دو جہاں یک نفسش دہ سلام

حسنِ برونیش ز عالم بروں
عالمِ بیرونش بحصن اندروں

حسنِ درونیش تو گوئی مگر
چرخ بزیر ست و حصارش زبر

گفت حصارِ نو او را سپہر
کاے[1] فلکِ نو کہن دہر

---

[1] یعنی اے فلک نو من بمقابلہ تو کہن ہستم بر من مہربانی دار ۱۲

سقفِ سما کز کهنی شد نگوں ‏ ‏ در تہِ او داشتہ سنگیں ستوں
تا سرش از اوج بگردوں شتافت ‏ ‏ گنبدِ بے سنگِ فلک سنگ یافت
آنکہ ززر بر سرش افسر شدہ است ‏ ‏ سنگ ز نزدیکیِ خور زر شدہ است
سنگِ وے ازبس کہ بخورشید سود ‏ ‏ زو زرِ خورشید عیاری نمود
سنجرِ سنگیں کہ ستونِ سپہر ‏ ‏ آمدہ از مہر شدہ ہم بمہر
گر نہ خزف شد فلکِ شیشہ ساز ‏ ‏ از چہ براں سنگ بود شیشہ باز
دیدنِ او راکلہ افگندہ ماہ ‏ ‏ بلک فتادش گہِ دیدن کلاہ
ماہ نخسپیدہ ہمہ شب تا سحر ‏ ‏ کز سرِ سنجتش خلہ دارد ببر
زاں خلہ ہر بار کہ در ابر داد ‏ ‏ برق زجا جست و دگر جا فتاد
شد چو بلند از شرفِ نفسِ خویش ‏ ‏ زد ز بلندی بحق چرخ نیش
بر ملکش سایہ طرف بر طرف ‏ ‏ تا فلکش پایہ شرف بر شرف
از پئے بر رفتنِ ہفت آسماں ‏ ‏ کرد زمیں تا بفلک نردباں
گرد سرش کرد موذن چو گشت ‏ ‏ قامتش از مسجدِ عیسی[1] گزشت
مَوذَنش[2] آنجا کہ اقامت کشید ‏ ‏ قامتِ مُوذِن نتواند رسید
مسجدِ جامع زدروں چوں بہشت ‏ ‏ حوض ز بیروں شدہ کوثر سرشت

---

[1] بیت المقدس ۱۲

[2] مُوذَن ظرف از اذان بمعنی مکبّرہ کہ موذن براں ایستادہ اذاں می گوید ۱۲

مردمِ یکجا نہ وُ صد خور می　　خانۂ یک مردم و صد مردمی

صفتِ مسجدِ جامع کہ چنان ست درو

شجرۂ طیبہ ہر سوئے چو طوبی الجناں

مسجدِ او جامعِ فیضِ اِلٰہ　　زمزمۂ خطبۂ او تابماہ

بر سرِ نُہ تخت گرفتہ شہی　　منبرش از خطبۂ بیت اللّٰہی

آمدہ در وے ز سپہرِ کبود　　فیض بیک خواندنِ قرآں فرود

غلغلِ تسبیح بگنبد دروں　　رفتہ ز نہ گنبدِ والا بروں

گنبدِ او سلسلہ پیوندِ راز　　سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز

خواندہ امم کعبۂ دینِ خودش　　پیش نشستہ حجرالاسودش

بندۂ سنگش دُر و لعل و عقیق　　زو ہمہ آزادیِ بیت العتیق

ہر کہ سعادت بودش رہنمائے　　بر درِ او سر بنہد از گاہ پائے

در تہِ سقفش ز سما تا زمیں　　نصب شدہ جملہ ستوں ہائے دیں

قامتِ خود کردہ موذّن دراز　　دادہ اقامت بہ ستونِ نماز

صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعت سنگش

از پئے خنجرِ خورشید شدہ سنگ فشاں

شکلِ منارہ چو ستونے ز سنگ　　از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

مرغ بہر روِ وے اندر سرود — رقص کناں ماہی از آوازِ رود
شیشہ گری[1] کرد بر آبش حباب — شیشۂ خالی و جہاں پُر گلاب
باد کہ بر وے خطِ زیبا نوشت — نسخۂ ماہیتِ دریا نوشت
عمق در وکار بجائے کشید — کز تہ او گشتہ زمیں ناپدید
رفت زمیں را چو حجاب از میاں — گشت پدید از تہِ آب آسماں
نیم فلک ہست بزیرِ زمیں — چوں تہش نیست زمیں آں ہمیں
بسکہ زمیں رفت بہ سر اہیش — گاوِ زمیں شد خورشِ ماہیش
حوض نگویم کہ جہانے ز نور — نور کزو دیدۂ بد باد دور
گردِ وے از اہل تماشا گروہ — دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ
نادرہ شہرے کہ بجدّش دروں — نادرہ زینساں بود از حد بروں
شہر نہ بل بحرِ عجائب نما — بحر دمے گشت بکوہ آشنا
زاں بہ دلِ کوہ گرفتہ قرار — تا کند اقلیم عدو سنگسار
تا بدو فرسنگ بہ پیرامنش — روضۂ باغ و چمنِ گلشنش
تا فلک از جوں بدو داد آب — دجلہ رواں برد بہ بغداد آب
ہر کہ دریں ملک دمی آب خورد — گشت دل از آبِ خراسانش سرد
بسکہ خنک دید خراساں سپہر — گشت ہمہ سال بر و سرد مہر

---

[1] شیشہ گری فریب دہی ۱۲

صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی
ریختہ دستِ فلک زآبِ خضر صورتِ جاں

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ | آب گہر صفوت و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات | در سدِ کوہ آئینہ زآبِ حیات
تا خضر آبِ خوشِ او نوش کرد | آبِ خوشِ چشمہ فراموش کرد
شہر گر از وے نبود آب کش | کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش
آب کہ علت زبرائے تری ست | تریِ آں آب ز علت بری ست
در نخورد آبِ وے اندر زمیں | کے بزمیں[1] در خورد آبے چنیں
در تہِ آبش ز صفا ریگِ خرد[2] | کور تواند بہ دلِ شب شمرد
موجِ بلندش کہ رسد تا بماہ | باز دہد آب بابرِ سیاہ
سیلِ وے آہنگِ بکہسار کرد | کوہ بتر دامنے اقرار کرد
چوں مدوجزرش زنشیب و فراز | زآب زکوہ آمدہ و رفتہ باز
چو ترہ و قصرِ بلندش در آب | گشت ازاں ساغرِ صافی حباب
رود بسے زو شدہ تا آبِ جون[3] | جون زپے آب از و جستہ عون

---

[1] یعنی آب آں حوض در زمیں نمیرود زیرا کہ زمیں لایق ایں آب محترم نیست ۱۲
[2] یعنی ریگِ آب او چناں مصفاست کہ کور ہم درمیانہ شب ذرہائے اورا میتواند شمرد ۱۲
[3] جون دریائے جمن ۱۲

پنج ہزار از ملکِ نامدار — لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار
کوکبہ زینگونہ کواکب عدد — کانجمنِ چرخ بر دزاں مدد
بر سرِ شاں شاہِ جواں بخت زاد — تاجورِ پاک گہر کیقباد
گرد چو در ششصد و ہشتاد و شش — بر سرِ خود تاج جدِ خویش خوش
ضبط چناں کرد جہاں راز داد — کز کے و جمشید نکرد ند یاد
گنج بر انگونہ بصحرا فگند — کز کرم آوازہ بدریا فگند
مرتبۂ عدل چناں بیش گشت — کاتش و خاشاک بہم خویش گشت
بسکہ جہانے بزر اندودہ شد — لشکر و شہری ہمہ آسودہ شد
گرم شد آوازہ بگردِ جہاں — جزیہ بدرگاہ رسید از شہاں
لرزہ در افتاد بر ایانِ ہند — از حدِ لکھنوتی تا آبِ سند
رفت خبر بر شہِ مشرق پناہ — ناصرِ دیں وارثِ ایں تختگاہ
کافسرِ او را پسرانباز گشت — واں شرف از وے بہ پسر باز گشت
گرچہ بخود راہ نداد ایں غبار — عاقبتش بود تغیّر بکار
چتر بسر کرد و علم بر کشید — ساختۂ کیں شد و لشکر کشید
لشکرِ مشرق ز عوض (اودھ ۱۲) تا بہ بنگ (بنگالہ ۱۲) — چیرہ دل و خیرہ کُش و تیز جنگ
ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزا — ہر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار
تاجکِ[۱] گردن کش و لشکر شکن — بیشتری نیزہ ور و تیغ زن

---

۱ تاجک نام قوم غیر عرب کہ بسیار جری مے باشد ۱۲

گرچہ دریں ملک ہوا ہست گرم ‏ ‏ ‏ ازخنکیہائے خراساں چہ شرم
مہرِ فلک گرم شد اندر و فاش ‏ ‏ ‏ گرم ازاں گشت جہان را ہواش
گل ہمہ سالہ بچمن خوش نسیم ‏ ‏ ‏ خاک ز گلہا شدہ پر زر و سیم
ترّی صد گونہ بصد برگِ تر ‏ ‏ ‏ کوزۂ ہر خاک پر آبے دگر
خطّ ترِ سبزہ بصحرا و کشت ‏ ‏ ‏ نسخہ گرفتہ ز سوادِ بہشت
میوہ ز ہند و ز خراساں بسے ‏ ‏ ‏ زانچہ نخوردہ بخراساں کسے
مردمِ او جملہ فرشتہ سرشت ‏ ‏ ‏ خوش دل و خوش خوے چو اہلِ بہشت
ہر ہمہ نزدیکِ دل و گرم خوں ‏ ‏ ‏ رفتہ چو جان در تنِ مردم دروں
ہر سرِ مو بر تنِ ایشاں ہنر ‏ ‏ ‏ و آمدہ در موئے تنگانی بسر
ہرچہ ز صنعت بہمہ عالم ست ‏ ‏ ‏ ہست در ایشاں و زیادت ہم ست
و ز قلمم ہرچہ برآرد علم ‏ ‏ ‏ و آنچہ نگنجد بزبانِ قلم
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند ‏ ‏ ‏ و اہلِ سخن خود کہ شمارد کہ چند
ہر طرفے سحر زبانے نو ست ‏ ‏ ‏ ریزہ چیں کمترشاں خسرو ست
چوں ز سخن بگذری آہنگ و ساز ‏ ‏ ‏ نغمۂ مرغانِ بریشم نواز
زخمہ زنانے کہ بگاہِ سرود ‏ ‏ ‏ از رگِ ناہید بتا بند رود
وز ہنر نیزہ و پیکان و تیر ‏ ‏ ‏ ہر کہ در آید بنظر بے نظیر
لشکرِ ما نی ہمہ لشکر شکن ‏ ‏ ‏ گاہِ وغا غازیِ کافر شکن

خوں خوردنِ شاں باشکارست — گرچہ پنہاں خورند بادہ
فرماں نبرند ازانکہ ہستند — از غایتِ نازِ خود مرادہ[1]
نزدیکِ دل آنچنانکہ جاں را — بردا شتہ گوشۂ نہادہ
جائے کہ برہ کنند گل گشت — در کوچہ دمد گلِ پیادہ
آسیبِ صبا رسید بر دوش — دستارچہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بدنبال — خوناب ز دیدہا کشادہ
ایشاں ہمہ بارِ حسن در سر — وایںہا ہمہ دل بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلماں — زیں ہندوکانِ شوخ و سادہ
کردند مرا خراب و سرمست — ایں مغ بچگاں تاک[2] زادہ
بر لبتہ شاں بوئے مرغول — خسرو چو سگیست در قلادہ

صفتِ فصلِ دے و سردیِ مہرِ شہ شرق و آمدنِ تیغ کشیدہ زپئے ضبطِ جہاں

شاہِ فلک چوں بجہاں دست برد — تیرمہ[3] اقلیم بسرما سپرد
گشت چو یکجا نہ کمانِ سپہر — داد سپہر آتشِ تیزش زمہر
قوس ہمی گشت نمی ایستاد — زاں فلکش آتشِ خورشید داد

---

[1] مرادہ سرکش ۱۲ [2] تاک نے قوم تانک ۱۲ [3] تیرمہ و تیرماہ بلقب پارسیان مدت ماندن آفتاب در برج سرطان و خریف را نیز گویند ۱۲

راوت[1] ژوپین زن و خارا شگاف | پشت بپشت از پئے روئے مصاف
خشت[2] زنانے کہ بہ آزموں | خشت نشانند بسنگ اندروں
پایک بازی گر و موزوں خرام | دادہ ببازی سرِ خود بہرِ نام
پیلِ گراں سنگ سُبک ایستاد | تند چو ابرے کہ رود در رہِ باد
بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد | موج زنان آب زمردانِ مرد
ساختہ جنگ سپاہے چنیں | گشت رواں در پئے شاہے چنیں
تند چو باد آمد ازاں خار خار | از پئے گلگشت ببوئے بہار
راند ازاں جا بعوض بادپائے | باد ہمی ماند ز سیرش بجائے
در عوض آمد کمرِ کینہ چست | خطبہ خود کرد و بد آنجا درست
شہر عوض راہم ازاں دستبرد | غارت ترکانش بیغما سپرد
زیں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ | کز پئے او راند سپہ در سپاہ
نوش ہمی کرد مے از جامِ مہر | بے خبر از گردشِ دورِ سپہر
دورِ خوشی باد مدام از عیش | ساغرِ مقصود پئے اندر پیش
از طرفِ چنگ بہنگامِ نوش | ایں غزلش جائے گرفتہ بگوش

غزل

اے دہلی و اے بتاں سادہ | پگ بستہ و ریختہ کج نہادہ

---

۱ راوت قومے ست در ہند کہ آں را راجپوت گویند۔ ژوپین نیزۂ کوچک ۱۲ ۲ نوعے از شمشیر ۱۲

بستہ ہوا بر دلِ آب از عمل — عقدۂ مشکل کہ نمی گشت حل

سکۂ دے کردہ بضربِ کیاں — نقرہ فزوں در رمِ ماہیاں

باد کہ بر آب ہمی زد قلم — آب چو شد تختہ بماند از رقم

گردشِ دیوانہ جنوں در گرفت — باد ز آب ار چہ رقم برگرفت

دانہ بعہدے کہ نزست از گیا — آب شد از گردشِ دور آسیا

گشتہ غدیر از تہِ بط نقرہ سائے — زو بطِ زر پائے شدہ نقرہ پائے

حوض کہ دورش بہ تسلسل نشست — دورِ وے از نقشِ تسلسل نجست

چونکہ شمر[1] سلسلہ در پا فگند — کرد ہوا سلسلہ را تختہ بند

آب رواں شد گرہِ ناکشاد — روئے زمیں آخورِ سنگیش داد

صفتِ آتش و آں گرم رویہاش بدی
کہ شب و روز بود شمعِ دل و میوۂ جاں

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد — دود[2] بر آمد ز نفسہائے سرد

گرچہ زبر دستِ عناصر نشست — گشت بسرہا ہمہ را زیر دست

بسکہ جہاں سوزی وگرمی نمود — چوبِ چناں خورد کہ برخاست دود

دود کز و سوختہ در لف و تاب — بر شدہ برابر بامّیدِ آب

---

[1] شمر بفتحتیں حوض خورد یعنی از کثرت برف حوض منجمد بود و ہوا سلسلہ موج را تختہ بند کرد بود ۱۲

[2] دود بر آمدن ہلاک شدن ۱۲

بسکه ز خورشید شد آتش نشیں | گشت ہمہ خانۂ قوس آتشیں
زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز | داد بشب رشتہ بغایت دراز
رشتہ ز تطویل ہمہ خورد پیچ | نامہ تقصیر درازیش ہیچ
بندہ بسے دید کہ شب کم نگشت | گرچہ کہ ہر شب مہ کامل گزشت
گم شدہ روز از شبِ بے منتہا | خواند ہمی از پئے خود والضحیٰ
روز چناں تنگ مجال آمدہ | کش بگہ چاشت زوال آمدہ
خنجرِ خور یک نقط از خطِ شب | کرد حک و روز نہادش لقب
بستنِ یخ بود بہر بوستاں | گرچہ نبُد برف بہندوستاں
از عملِ عالمِ پر انقلاب | نقرۂ خالص شدہ سیماب آب
داشت چمن بادِ دیوانہ جنگ | جوئے ہمی داد بدیوانہ سنگ
آب ز آہن شدہ زنجیر تاب | بلک ز آہن شدہ زنجیرِ آب
ہر کہ کہ در سلسلہ کاری نشست | سلسلۂ گم شد و دیوانہ جست
چشمہ ز بے سنگیِ خود می شتافت | گشت گراں سنگ ز سنگی کہ یافت
آب کہ صد شیشہ بموئے زدست | سنگ شد و شیشۂ خود در شکست
بستہ جہاں بندِ مسلسل بر آب | داد کلیدش بکفِ آفتاب
قطرہ کہ از ابر چکاں بر ہوا | مہرۂ بلور شدہ در ہوا

ل بُرج قوس مزاج گرم خشک دارد لے نقطہ آتشین ست ۱۲

شمع اگر کشتہ شد و داد جاں | زندہ نشد تا کہ نداد او زباں
نور چراغے کہ بشب داشت پاس | گشتہ بہر خانہ ازو روشناس
سود کلاہِ سیہش سر بماہ | کو ز دخاں یافت کلاہِ سیاہ
ہر کہ دمے زو شدہ عیسےٰ قدم | زندہ کناں آتشِ مردہ بدم
شعلہ کشاں از سرِ آتش زباں | شُقّہ بہر پشت شدہ پشتباں
خلق زبیش آتش و پنبہ زبس | خود بمیاں ماندہ چنیں دید کس
ہر کہ ز پوشش مددِ پشت یافت | روئے خود از آتشِ خورشید تافت
پوششِ شاہانہ خز و آبِ رز | خاصہ کہ پوششِ ایّامِ خز
سیمبراں بستہ بگاہِ سلب | گردنِ[۱] مہ را بدوالِ قصب
آب تنک شد ز تری بہرماں | تا بگلو یار مراھمر زماں
لرزہ کناں بر تنِ خوباں حریر | چوں گلِ نسریں لبِ آب گیر (حوض ۱۲)
پیرہن از پشت بتانِ چو ماہ | شعرِ سیہ در تہِ جعدِ سیاہ
تار بباریکیِ مو تافتہ | بافتہ و شعر لقب یافتہ
تن ز کتاں درلت و یا لرزہ بار | لت کہ کند بر تنِ خود اختیار
شقّۂ دیبا بر زیبا شدہ | سیم براں صورتِ دیبا شدہ
اطلسِ زنگیں کہ ز خوں آمدہ | آتشے از دود بروں آمدہ

۱؎ یعنی گردن خود را از گلوبند بستہ بودند از مہ مراد چہرہ است ۱۲

در ہمہ تدبیر شدہ پختہ کار — خلق و جہاں گشت ازو پختہ خوار
پختہ بسے گشتہ ازو دیگِ مرد — دیگ بسے پختہ ولے خود نخورد
گاہ بہر خانہ وطن ساختہ — گاہ بسے خانہ بر انداختہ
بسکہ زباں آوری آموختہ — جملہ جہاں را بزبان سوختہ
تیغِ زباں را چو گرفتہ بدست — روئے ازو تافتہ ہر کس کہ ہست
ذرّۂ او سوئے ہوا در شتاب — ذرہ کہ گردد بدمے آفتاب
تیز چو شد خنجرِ آں گرم خوے — پشت ندیدش کس ازو ہیچ روے
گاہ گلِ شمع شدہ در ضیا — گاہ شدہ فاکھۃ[1] فی الشتاء
ہندو ازو سوزشِ تن دید سود — بیشترش گرچہ پرستش نمود
ہر کہ شد از دونِ خدا قبلہ ساز — سوختہ گردد ہم ازاں قبلہ باز
آب کہ زو جوششِ بسیار دید — کشتنِ او مصلحتِ کار دید
کُرّۂ ناری نسب و نامدار — گام نزد تا نشدش باد یار
کُرّہ کہ چوں باد روانہ شدہ — گاہ شدن خانہ بخانہ شدہ
کُرّہ کہ ہر بار طبق پختہ کرد — سوختہ شد دم بدم و چوب خورد
لیک اگر جست بروں ناگہاں — گرم چو خورشید گرفتہ جہاں
بس کہ درو یافت لطافت اثر — نامدہ کیفیتِ او در نظر

---

[1] در حدیث آمدہ است النار فاکھۃ فی الشتاء یعنی آتش میوہ است در سرما ۱۲

هر کہ شب کرد گلیمے فراز — کردہ باندازۂ آں پا دراز
وانکہ زاندازہ بروں بُرد پاے — سردی ایام نمودش سزاے
ایں شدہ پشمیں ز گلیم درشت — شقۂ[1] شدہ او زپےِ پنبہ پشت
گشتہ ہم پنبہ و پشم آشنا — گرچہ بود پشم ز پنبہ جُدا
دکدکِ دندانِ برہنہ تناں — چوں شغبِ چوبکِ چوبک زناں
گرم شدہ از مدِ جامہ مرد — مردمِ بے جامہ بجا گشت سرد[2]
بو کہ ز سرماش رہاند خداے — لرزہ گرفتہ ہمہ را دست و پاے
زانوئے مردم بشکم درشدہ — آئینہ و شانہ برابر شدہ
دست بکش[3] مردمِ مفلس زباد — کش خنکے دست کشیدن ندا د
ہر کہ طلب کرد ز خورشید تاب — گرم روی کرد برو آفتاب
تافت جہاں رشتۂ صبح از سپہر — دوخت بسے جبۂ[4] مسکیں ز مہر
مہر نما چرخ بہ مہر چُنے — ہم زپسِ پشت ہم از پیش روئے
بس کہ شدہ پرتش خورشید گرم — پشت بدو داد ہمہ کس ز شرم
شہ بچنیں وقت بر آہنگ مے — رخش طرب کردہ رواں پے بہ پے
بادہ ہمی خورد نمی خورد غم — عیش ہمی کرد نمی کرد کم

---

[1] از بسیارے پنبہ پشت ایشاں پنبہ شد گویا کہ پشت ایشاں عین پنبہ شدہ بود ۱۲ [2] یعنی ہلاک شد ۱۲
[3] مفلس دستہا در بغل خود کردہ بود زیرا کہ سردی اورا اجازت دست از بغل کشیدن نمیداد ۱۲
[4] قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشمس جبۃ المساکین ۱۲

قُرطه شده برتنِ چون سیمِ ناب / غرقهٔ خون گشته از و آفتاب
در کُلهِ شه شده قُندز مقیم / خاسته مو برتنِ قندز زبیم
قاقمِ انگشت تما پشت دست / بر دهنِ وے زد و برهم شکست
رقّت بقاقم بتِ سنجاب سائے / موئے ز قاقم بخلیدش بپائے
شانه بران مو چو زبان آوران / رفت و بلغزید زبانش دران
شانه زده مویش نا بافته / شانه ز پشتِ ملکان یافته
زانبوهیِ موگرهِ مو نخاست / کز گره موے ز پهلو نخاست
از همه پیوند درونی سمور / از دمِ سنجاب نمی گشت دور
سوزنِ موسینه شده حلّه توز / موئے تنگافی شده موئینه دوز
دست کشیده همه در آستین / کرده مه دے همه را پوستین
موئے بمو مفلس موئینه دوست / گرگ تنگالے شده در زیر پوست
قاقم و سنجاب بمنعم رسان / بُرد گلیمے برِ مفلسان
بُرد خطی و قلمے دم بدم / کرده بهم دعوی خط و قلم
بس که خطے در هنرِ خط فزود / هیچش بسیار بکاغذ نمود
از خطِ او هیچ کژی برنخاست / کش نے چو القلم کرد راست
وان قلمے زان خطِ نو بافته / داغِ خطا بر سرِ خز یافته
زیرِ گلیمے شده هر کس مقیم / آمده مردان همه زیرِ گلیم

چند ہزارش ز سوارانِ کار — تیغ زن و کینہ کش و نامدار
ہر ہمہ یکدل شدہ گز دست برد — جاں بسپارند بگاہِ سپرد
نیزہ ورانے بسناں در مصاف — در شبِ تار از سرِ کیں موشگاف
پایک یازندہ بروں از قیاس — پُردل و خالی دلِ شاں از ہراس
بر سرِ خود تیغ بسازی کشاں — یافتہ بازی اجل از تیغِ شاں
اطلسِ خوں دادہ ز شمشیرِ کیں — جامگیِ زرد قبایانِ چیں
بیلک ترکانِ شکاری شکر[۱] — دم بدم آلایشِ خونِ جگر
کشتن گاؤمیش بدشتِ فراخ — در کفِ شاں داو کمانہائے شاخ
پیش کماں شاں شکمِ گاؤمیش — زخم بسے خوردہ ہم از شاخِ خویش[۲]
بحرِ رواں تیز زغایت بروں — آمد و نامد بنہایت دروں
قصرِ روانے چو سپہرِ ارجمند — از قدمِ شاہ شدہ سربلند
تن ز نہنگیش فزوں آمدہ — وز دہنِ مار بروں آمدہ
لاہرہ زیں بارگہِ سرفراز — چار طرف کردہ درِ خویش باز
بتوہ یکے خانہ عمارت برآب — ناشدہ از آب عمارت خراب
لوریچے ماہیِ دُم در ہوا — ماہی چوبین و بآب آشنا
چند صف آراستہ پیلانِ مست — روئے زمیں در تہِ پا کردہ پست

---

۱ بیلک نوعی از تیر و شکر مخفف شکرہ کہ جانورے ست شکاری ۱۲
۲ شاخِ خویش کماں کہ از شاخِ گاؤمیش ساختہ بودند ۱۲

ریختہ ساقی مے رنگیں بجام　　می زلبِ شاہ رسیدہ بکام
درخز و دیبا ہمہ دیوارِ قصر　　صورتِ دیبا شدہ شاہانِ عصر
تاجوراں غرقۂ دُرتا بسر　　منطقہ بنداں بگہر تاکمر
محرمِ خلوت شدہ خاصانِ شاہ　　خرگہِ خورشید شدہ پُرز ماہ
عیشِ مدام آمدہ فرزانہ را　　دَورِ نشاط آمدہ پیمانہ را
ہر ہمہ را سرخوشی از شراب　　دوست شدہ سرخوش و دشمن خراب
امن پدید آمدہ در چار سوے　　فتنہ ز ہر شہر و دِہے کردہ روے
چرخ ز بیداد عناں تافتہ　　مملکت از ظلم اماں یافتہ
ضبط شدہ روئے زمین زیرِ تیغ　　ہمچو غبارِ زمیں از آبِ تیغ
خنجرِ شہ قطرۂ آبے شمار　　قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار
تا کہ از انجا کہ جفائے جہانست　　قاعدۂ دولتِ شاہنشانست
گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق　　تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق
ناصرِ دنیا شہِ کشور کشاے　　تیغ بر آورد بکیں کرد رائے
راند ز لکھنوتی و دریاے ہند　　تا سپہش گرد بر آرد ز سند
بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود　　کاب فرو میل ببالا نمود
قوت سیلے بنود تا برود　　آب ببالا نرود از فرود
سوئے سوادِ او دہ آمد چو باد　　گرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

کرد اشارت کہ دلیرانِ رزم ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم
گفت بخازن کہ ندارد نگاہ سیم قراری[1] ز قرارات خواہ
خرج و قرارات بہم ضم کنند کارِ حشم زین دو فراہم کنند
خازنِ شہ کرد درِ گنج باز گشت حشم ہم بدرم دل نواز
گشت چو لشکر ز زر آراستہ یافت بسے خواستہ ناخواستہ
بیدرمی شد ز کفِ مرد سلب گشت درم از سر و پا مرد قلب
نامہ فرستاد بہر کشورے خواند ز ہر شہر و ولایت سرے
جمع شد ندا ز امرائے دیار از شہ و خان و ملکِ شہریار
تیغ زنانِ ہمہ اقلیم ہند نیزہ گزارانِ نواحی سند
عرضہ طلب کردِ شہِ سرفراز خامہ سرِ مجبرہ را کردہ باز
در قلم آمد زِیل و پہلوان یک لکہ آراستہ بر گستوان
مردم و یک اسپ بکارے نبود پا یک و افغاں بشمارے نبود
لشکرِ ایں مہرستارہ سوار باد چو ذراتِ ہوا بے شمار
چاکرِ او گشتہ سکندر برزم ساقیِ او خضر بہنگامِ بزم
بندہ زیادش ہمہ حال شاد ویں غزل از حالِ منش داد یاد

غزل

شد ہوا سرد کنوں آتش و خرگاہ کجاست بادۂ روشن و رخسارۂ دلخواہ کجاست

---

[1] سیم قراری مشاہرہ مقررہ و قرارات خواہ سپاہی ۱۲

هر یک ازاں پیل حصاری ز عاج — بسته ز آفاق بدنداں خراج
حمله چو بر کوه برند از ستیز — کوه قیامت کند اندر گریز
خشکی و تری همه لشکر رواں — از شه و خان و ملک و خسرواں
در بر و بحر از سپه خشمناک — غلغله در بحر و تزلزل بخاک
قلعے ازیں گونه برآراسته — تیغ شده خوں زمیانِ خاسته
آمده اقصائے او ده در گرفت — وز همه اقلیم سراسر گرفت
نیست شب و روز جز اینش سخن — کایں منم اسکندرِ دارا شکن
گر پدرم رفت جهانباں منم — وارثِ اکلیل سلیماں منم
تا سرِ من در خورِ افسر بود — سر که نهد تاج کرا سر بود
هر که ز دعویِ من آید بقیل — سر کشمش چوں دبه در پائے پیل
مردمک دیدهٔ من کیقباد — کافسر جد فرِ بزرگیش داد
گوهرش از نسبتِ من روشن ست — کاں گهر از مهرهٔ پشتِ من ست
گرچه جهانگیر شد و تاجدار — نیست جهاندیده تر از من بکار
تختِ پدر گر نه پئے پائے من ست — هر همه دانند که جائے من ست
جائے خود از بخت بود رهنمائے — تا نه ستانم نه نشینم ز پائے
مهر غیاثے که بدیں سکه گشت — از خط نامم نتواند گزشت
حاصلِ ایں حادثه کامد پدر — شاهِ جهاں یافت پیاپے خبر

زاں صفِ انجم کہ مہیّا شدہ　　مہ بشرف گاہِ ثریّا شدہ

نورِ علمہا کہ جہاں گرفت　　آتشے گوئی بہ نیستاں گرفت

(برقِ نیزہ) خواست کہ افتد بزمیں چرخِ پیر　　لیک شدش چوبِ علم دستگیر

پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید　　در رخِ مہ گرد محاسن پدید

از شغبِ کوس دمے کاندروست　　گاؤ زمیں را خلل آورد پوست

دمدمۂ کاسہ بآوازِ خوش　　کوس زدہ با فلک کاسہ وش

نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ　　تیرِ فلک خانہ زنے ساختہ

بسکہ زمیں شد ز علم سایہ دار　　ماند چو (عطارد) سایہ[۱] زدگاں بیقرار

ہیکلِ فیلاں بزمیں خم فگند　　زلزلہ در عرصۂ عالم فگند

زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود　　روئے زمیں رقعۂ شطرنج بود

از حشم و پیل دراں پیل مال　　حشرِ جسدِ ثابت و سیرِ جبال

جنبشِ اسپاں ز سمِ خارا شگاف　　لرزہ در افگند زمیں را بناف

از روشِ اسپ بگامِ فراخ　　گاؤ زمیں را شدہ سر شاخ شاخ

وز اثرِ نعل بصحرا تمام　　خاک پر از نون[۲] شدہ و عین و لام

ہر یک ازاں کوہ تناں چوں پیل　　رقص ہمی کرد بآہنگِ صہیل[۳]

گرد سواراں کہ بخورشید جست　　قطرہ (بل) بر چشمۂ خورشید بست

---

[۱] سایہ جن و پیری وغیرہ ۱۲ [۲] یعنی از نعل اسپاں بر زمیں نشانہائے نون و عین و لام بود صنعت این ست کہ در نعل ہمیں سہ حرف ست ۱۲ [۳] صہیل آواز اسپ ۱۲

روشن اینک دل دمے گریۂ خونیں تنِ من — خرگہِ گرم ولے ماہِ بخرگاہ کجاست
وے ہمی رفت وزبس دیدہ کہ غلطید بخاک — گفت یارب کہ کجا پاے نہم راہ کجاست
ہر شب اے دیدہ کہ بر چرخ ستارہ شمری — جانِ من عزمِ سفر کردہ بگو ماہ کجاست
ماہِ من کور شد ایں دیدہ زبیداری شب — آخر از زلف نپرسی کہ سحرگاہ کجاست
گفتی از طرۂ کوتہ شبِ تو روز کنم — اے بُریدہ سرِ آں طرۂ کوتاہ کجاست
من برانم ززنخدانت کہ در چہ افتم — یکزماں ترک[۱] زنخ گیر دمگو چاہ کجاست
پیش ازیں کردمی از آہ دلِ خود خالی — دل کراماند کنوں طاقتِ آں آہ کجاست
عزمِ حج دارد خسرو زپئے توبہ عشق — توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست

جنبشِ شاہ ز دہلی زپئے کینِ پدر
گشتنِ آغازِ غبار روشدنِ مہرِ نہاں

روز دوشنبہ بگہِ چاشتگاہ — در مہ ذی الحجہ بپایانِ ماہ
رایتِ منصور ببالا کشید — ماہ علم سر بثریا کشید
شاہ شد از خانۂ دولت سوار — خانۂ دولت شد ازو بختیار
کوکبۂ چوں فلک آراستہ — ماہ علم تا بفلک خاستہ
صف شکناں صف زدہ در پیشِ شاہ — انجمنے ساختہ برگردِ ماہ

---

۱ ترک زنخ عبارت از ترک گفت ۱۲

زیر علم آں شہِ خورشید تاب — بود یکے سایۂ وصد آفتاب
لشکرِ انبوہ ہمہ بستہ صف — غرق عرق گشتہ سواراں زتف
کوکبۂ زیں نمط انجم[1] شمار — رفت بروں با علمِ شہریار
نصب شد اعلام مبارک اصول — گرد سراپردہ بشیری[2] نزول
دامنِ دہلیز[3] بریشم طناب — بر شدہ زاں رشتہ ببامِ سحاب
میخ کہ شد دورتر از دامنش — رفت فرودِ زمیں از سرزنش
بارگہِ شاہ درآں بوستاں — روے ظفر داشت بہندوستاں
چار ستوں بود برسمِ شہاں — درخمِ دہلیز جہاں درجہاں
عزِ معزیش بناشش نہاد — خانہ زتربیع بہ تسدیس داد
بارگہی را دو ستوں رسم بود — شاہ یگانہ دو دگر درفزود
چار ستوں بارگہِ عرش ساے — عرشِ دوم گشتہ بداں چارپاے
شیر سیہ شد زسرِ بارگاہ — خانۂ خورشید گزرگاہِ ماہ
از اثرِ ہیبتِ شاہِ دلیر — لرزہ ہمی کرد زِ ہیبت دشیر
کو شنگِ لعل وسیہ شد بلند — ہر یکے ازاں سایہ بگردوں فگند
لعل چو آتش سیہش ہمچو دود — سوختہ زیں ہر دو سپہرِ کبود
ہر دو دو برجِ مہ و خورشید تاب — گرچہ بیک برج بود آفتاب

---

[1] یعنی لشکر کثیر بعددِ ستارگاں بود ۱۲ [2] نام مقامی ۱۲ [3] نوعیست از خیمہ ۱۲

بلک ازاں گرد سر افراشتہ — چشمۂ خورشید شد انباشتہ
نے خود ازاں گرد کہ بر شد بمہر — گشت[1] جزیرہ بمحیطِ سپہر
شاہ براں سوئے چو کشتی براند — کشتیِ ماہ آمدہ بر خشک ماند
شاہ فلک رفعت و خورشید تاب — زیرِ علم چوں بشفق آفتاب
گردِ رہش کاں ببصر شد دلیل — سُرمۂ ہر چشم شدہ چند میل
گردِ وے از خاصگیان و سراں — موج چو دریا زدہ از ہر کراں
موئے شگافاں بکماں بستہ زہ — زہ زدہ ابروئے کماں را گرہ
ترکش پُر تیر کمر بستہ تنگ — شیر نیستاں شدہ از بہرِ جنگ
پیشِ رکاب از روشِ تیغِ تیز — سوے عدم کردہ سلامت گریز
گردنہ از ہیبتِ تیغِ یلاں — نے بزمیں بود و نہ بر آسماں
تیغِ برہنہ کہ بپوشید دشت — برہنہ راہیں کہ چہ پوشندہ گشت
تیغ نہ بلک آتشِ پولاد خیز — بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز
تیز زباں ہندیِ سر درمیاں — طرفہ بود تیزیِ ہندی زباں
گرد بگردِ شہِ والا گہر — حصن پلارک شدہ سرتا بسر
در صفِ تیغ آں تنِ آراستہ — چوں گلے از سوسنِ تر خاستہ
پیشِ سپہ روشنیِ دور باش — داد جگر گاہِ عدو را خراش

---

[1] یعنی گرد دریاے فلک از گرد سم اسپاں جزیرہ (ٹاپو) پیدا شد ۱۲

تختِ شہی کرد سلیماں پدید — خلق چو موراں زدہ و صف کشید

فرق نہادند سراں بر زمیں — خاک شد از فرق سراں ناف چیں

خلق دو صف ادب ساز کرد — بار یک آمد شدن آغاز کرد

یافتہ چوگانِ زر از دستِ شاہ — حالِ کساں گفت دراں حال گاہ

حاجبِ خلقے چو دراں فتحِ باب — گشت مشرف بشکوہِ جواب

رخشِ طلب کرد شہِ تاجور — رفت زیک تخت بہ تختِ دگر

خانہ دریں منزلِ خورشید شد — سرو ہمسایگیِ بید شد

عزم بروں کرد شکار افگناں — بر دلِ خورشید غبار افگناں

روے زمیں گشت پر از یوز و باز — ہر ہمہ آہوکش و نخچیر ساز

اشکرہ را گشت ہمیں دستگاہ — از ہنرِ خویش زبر دست شاہ

چوں ہنر از عیب فرا واں شود — مرغ زبر دستِ سلیماں شود

واے بر آں آدمیِ بے خبر — کو کم ازاں مرغ بود در ہنر

باز ز دستِ ملکاں می پرید — چوں نہ پرد ہر کہ چناں جاے دید

خفت چو خرگوشِ بخوابِ دراز — جست زخواب از خلہ چنگِ باز

سار و کلنگے کہ نوا می گرفت — چرغ خود آں را بہوا می گرفت

مرغِ ہوا جملہ سیہ چشم[۱] برد — صیدِ زمیں پیشِ سیہ گوش مرد

---

۱ سیہ چشم پرندۂ شکاری ست ۱۲

خرگهِ زرّیں که در آمد مهش | چنبر مه شد کمرِ خرگهش
بود چو داخل بزرگی علم | گشته پیاده ز شکوهش حشم
هر که درون زد قدمِ دلدلش | راند به نیزه علمِ داخلش
میمنه بر تلپته زد میسره (نام مقام ۱۲) | بود میان اندپته میسره (نام مقام ۱۲)
پیلِ گراں سنگ بها پور بود | قلب چو دریاش در آمد بجود
پیش بها پور بقدرِ سر میل | سنگِ گراں سرمه شد از پایِ پیل
پایگهِ خاص بسیری رسید | سبزهٔ تر بر سرِ سبزی رسید
خیمه ز هر سوے بیک پاے خاست | چار وتد گشت بیک قطب راست
دائرهٔ خیمه چو پرکار گشت | نقطهٔ خاکی بمیانش نشست
خیمه پر از گل چو گلستاں نمود | وز گلِ او دشت چو بستاں نمود
دائرهٔ خیمه بسیری قطار | ابر فرود آمده در مرغزار
بس که دراں گلشن مینونشاں | شاه شد از ابر کرم دُر فشاں
هر که دریں سبزه نظر در گرفت | قطره طلب کرد و گهر بر گرفت
یک شبے آں جا بخوشی گام راند | خور دمے روشن و گوهر فشاند
روزِ دگر صبح چو ضحاک شد | مارِ سیه در شکمِ خاک شد
داورِ جمشید نسب کیقباد | تاج کیاں بر سرِ والا نهاد
سروِ جوانیش که شد میوه دار | شاخِ کرم گشت و در آمد بهار

بادرِ بارش و جهان پستِ او | قلعهٔ ثُه درشده دربستِ او

از شرفِ پایهٔ او نردبال | پایهٔ سایه شده برآسمان

کالبدِ چرخ بجنبش یکےست | خشتِ زمیں کالبدِ بیش نیست

آئینه گشته زگچ صاف خشت | دیده را وصورتِ خود را ثبت

هرچه که در آئینه بیند جوان | پیر دران خشت به بیند همان

هرچه که نقاشش بیکسو کشید | عکس بدیوارِ دگر شد پدید

نیست درو حاجتِ نقش اوصفا | بس که شد از عکس کسان رونما

نقش بلندش بهوا خامه راند | تختهٔ سقفش بفلک باز خواند

دیدهٔ بد مردم ازان جاے خوش | تیر بسے خورده زهر تیر کش

قطره بران بام نیفتاد تیز | ابرِ گریزنده زباران گریز

شکل ستونش بمقامِ ستاد | قصرارم را شده ذات العماد[چهجه ۱۲]

گشت چو جاروب زخاک روب | گرد زسنجش همه کس سرمه چوب

طرفه عروسی شده آراسته | آئینه از آبِ روان خواسته

چون کز وگشت حبابے عیاں | قصر نمود از تهِ آبِ روان

همچو دو آئینه مقابل زتاب | آب درو عکس نما او در آب

عکسِ ویشِ مثل نیارد دگر | گرچه که سر زیر کند یا زبر

ف سیخ (تیلی) سرمه چوب ے چوب سرمه یعنی سلائی ۱۲

هرچه زبالا فرو رو نمود ملکِ سیه چشم و سیه گوش بود
بود چو خورشید ولایت فروز گشت کنان تا گهِ نیم روز
چشمهٔ خورشید چو شد گرم رو گردِ شهِ نو هوسِ شهرِ نو
رفت بکیلوکهرے دادِ عون از مددِ دست چو دریا بجون
قصر شد از فرِّ شهی ارجمند چون فلک از منزلتِ خور بلند

صفتِ قصرِ نو و شهرِ نو اندر لبِ آب
که بود عرصهٔ رفرف[1] چو رفِ آن ایوان

قصر نگویم که بهشتے فراخ روفته طوبیٰ درِ او را بشاخ
با چمنِ هشت درش در یکے با فلکِ هفت سرش سر یکے
بامِ سفیدش بفلک سود سر گرد بخورشید سفیدے ابر
پایۂ چو مهتاب ببامش نهاد گشت[2] ز دوران به زمین اوفتاد
رفت درونِ درِ او آفتاب وقفِ زمین کرد رخِ چرخ تاب
رفت صبا زانِ در و دیوارِ خس گفت ندانم در و دیوارِ کس
ره بسوے روزنِ او جست باد هیچ ندادا و بسوے خویش راه
بانگ کشاده درِ او دم بدم رفته بدر بند (مقام) و بدر رو (مقام) ا زهم

---

[1] رفرف بالش ها و بساط ہائے گرانمایه و تختے که رسول صلعم را سوے خدائے تعالیٰ در شبِ معراج برد۔ ورق طاق ۱۲ [2] یعنی از دوران سر برگردید و بر زمین وفتاد ۱۲

گشت بدنبالِ حریف از زوال — قامتِ ہر بدرہ کشے چوں ہلال

بس کہ نمے شد کفِ شہ گنج سنج — بیش در آفاق نگنجید گنج

موسمِ دی جملہ بعشرت گذاشت — زآتشِ می مجلسِ خود گرم داشت

باد ہمہ وقت خوش و شاد کام — کس نہ زبر دستِ وی الا کہ جام

مہ بجنبیت کشئی عزمِ او — زہرہ بخنیاگریِ بزمِ او

ہمتِ عالم بوفا جوئیش — خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

ایں غزل از مطربِ موزوں اصول — یافتہ در گوشِ ہمایوں قبول

غزل

سوار چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد — دلِ من پار[۵] بر برد امسال با جاں داوری دارد

من اندر خاکِ میدانش لگد کوبِ بلا گشتم — ہنوز آں شہسوارِ من سرِ جولانگری دارد

ہر اشکلے کہ می آید ز من جاں می برد آرے — دروغ ست آں کہ ایں شیوہ زہر دلبری دارد

مسلماناں نگہ دارید بیچارہ دلِ خود را — کہ تیر انداز من مست ست و کیشِ کافری دارد

ندارم آں چناں بختے کہ خوانند بندۂ خویشم — غلامِ دولتِ اویم کہ با او چاکری دارد

مثل گر یک سخن با من بگوید عاقبت آں را — بیارد بر زبان و سرزنش خود برسری دارد

توئی دیوانہ وش جاناں کہ داری سایۂ گیسو — دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیبِ پری دارد

مرا چوں صیدِ خود کردی شفاعت میکند جانم — نمیگوید بکشتش لیکن سخن در لاغری دارد

---

۵ پار سال ۱۲

طاق بلندش بفلک گشت جفت | حاصلِ او شد فلک اندر نهفت
کنگرِ طاقش بزبانِ دراز | پیشِ فلک گفت سخنهاے راز
سنگِ سفیدش که شده برسپهر | آمده از مهر و شده هم‌مهر
یکطرفش آب و دگر سوے باغ | باغے و آبے زده سویش بلاغ (بازی ۱۲)
آبی ازاں باغ برو ماند زرد | باغے ازاں آب بجا گشت سرد
شاخ بهر بار رگهے کرده راه | جایگهِ بار شده بارگاه
شه چو دراں خلدِ بریں جائے کرد | خرّم و خنداں بطرب راے کرد
باز بےبُرد کفِ زرفشاں | کرد پر از زر کفِ ساغرکشاں
باده کشاں باز کشیدند صف | گشت مئ لعل درافشاں زکف
رود زناں از سینه بروں برد صبر | آبِ چکاں دست چو باراں ز ابر
بس که شد او مست ز آوازِ خویش | ریخته از پرده بروں از خویش
چنگ ز سر گشته تواضع نماے | با دِگر بر سر افگنده ناے
زخمه چو نولِ بط در رود و چنگ | راه چکاوک زده و بانگِ کلنگ
مرغک و صد مرغِ دگر در صفیر | بر همه مرغاں شده کنجشک میر
شاه دراں زمزمهٔ ناے و نوش | بحرِ کفش گشت چو دریا بجوش
دست ندیمے که ورق برگرفت | مهرهٔ کاغذ بگهر در گرفت
بربطِ مطرب که نوا بر کشید | تار بریشم بدُر اندر کشید

جلد سمن را شده شیرازه باز — نامده از باد ورقها فراز

سوسن آزاده در افتادگی — هیچ نه می گفت ز آزادگی

نسترن آویخته بر شاخ بود — هر دو بهم باز گسستند زود

شاخ چو از باد خزان کوز پشت — باد خزان نیز ازو بر شکست

سرو که از سایه نشانی نداد — سایه نشینان همه را داده باد

هر شجر باغ ز سر تا تنه — ماند ز بی برگی خود برهنه

برهنه گشته تنهٔ گل بباغ — باد کنان خس کشی از روی لاغ

دیده چو نرگس به چمن این فساد — گل[۱] شده در دیدهٔ خویش اوفتاد

نرگس بی دیده روان کور وش — خار عصا باد خزان کورکش

ریختنی کرد درختان ز سر — گشته زمین پر ز درمهای زر

پشت بنفشه به سمن زارها — کوز شد از چیدن دینارها

بر زمین افتاد بسی نازنین — لرزه کنان بر سر شان یاسمین

خاک ز زردی شده پر زعفران — خنده نه با این همه در ارغوان

شاخ گل از بس که نگون شد گلش — کرد نگون سرزنش بلبلش

باد بهر سرو رسیده فراز — سرو ز هر باد بجنبد دراز

سبزه بسی خط تر انگیخته — باد بسی خاک بر آن ریخته

گل همه سرخیش دمان از بدن — کش همه در پوست در افتاد خون

---

۱ مراد از گل سپیدی ست که در چشم می افتد وآن را در هندی پهولا گویند یعنی نرگس از دیدن فساد خزان کور شد ۱۲

به بدنامی برآمد نامِ خسرو که زپے دیده — نه یک تر دامنے دار کہ صد دامن تری دارد[1]

صفتِ فصلِ خزان و مغلِ عزمِ سپاه

ہم برآں سال کہ تاراجِ چمن بادِ خزاں

فصلِ خزاں چوں بچمن خانہ خواست — بادِ رواں کرد بگلزار تاخت
شاہِ سپرِ غم ز ولایت براند — کش بچمن ہیچ ولایت نماند
کوہ ز سنگ آتشِ لالہ فروخت — شعلہ بدامانش گرفت و بسوخت
لالہ سر از سنگ بلنگر سپرد — ماند بجا لنگر و بادش ببرد
بادِ خزاں آمد ازاں جا کہ بود — خشک شدہ باغ ہماں جا کہ بود
گشت سمن نازک و زرد و حقیر — کاب گرفتش بلبِ آب گیر
رفت سمن روے چمن را گزاشت — زاں کہ خزاں روے نگاہش نداشت
جامۂ خود کرد بنفشہ کبود — گشت چو صوفی برکوع و سجود
شد بہ تنِ نازکِ زیبائے گل — پارہ ہمہ پوست ز سرہائے گل[2]
لالہ زبسیاریِ خون در فساد — ریختہ نازک تنش از رنج باد
سوختہ از آتشِ خود لالہ زار — گشتہ در ونش ز خزاں پر غبار
دفترِ صد برگ فتادہ ز دست — آمد و رہ بر ورقِ او شکست

---

[1] اضافت مقلوب یعنی تری صد دامن ۱۲ [2] گلابی جاڑا ۱۲

فرش بہ پیچید گل از روے گل — گفت علیو از کطے السجل

باغ خراب از قدمِ بومِ شوم — چغد قدم شوم شدہ یار بوم

نالۂ میسچہ کہ نماندہ دمش — حلق تہی گشت ز زیر و بمش

در طلبِ روے نکو سو بہ سو — قمریِ کو کو زدنی کو بہ کو

باد کہ اندر سرِ ہدہد فتاد — تاجِ سلیماں ز سرش بُرد باد

گرچہ ہزار آئینہ طاؤس داشت — حسنِ جو شید جملہ پسِ دم گزاشت

آں کہ پر یدے زیر خود تدرو — ماند چو پر گم شدگاں زیرِ سرو

لالہ چو بر کوہ برفت از شکوہ — کبک ببرید دل از تیغِ کوہ

سبزکِ دیبا چہ خود باز خوند — شارکِ بیچارہ دہن باز ماند

طفلِ شگوفہ برہ افتاد و مُرد — شاخ بدید و بعنا دل سپرد

گرچہ گلے بیش نشد در چمن — گم نشد از مجلسِ شاہِ زمن

گرچہ ز گُہ لالہ نہاں کرد پے — لالۂ نو ساخت شہ از جامِ مے

گرچہ نہ بُد برگ و نوائے شاخ — برگ و نوا بود بہ مجلس فراخ

گرچہ کہ بربست ہوا سیمِ آب — شاہ کشاد از کفِ خود سیمِ ناب

گرچہ چمن گشت پر از برگ زرد — شاہِ زمیں در تہِ دینار کرد

از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود — فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

ل میسچہ جانورے ست خوش الحان ۱۲

آب کہ باراں بگِلِ کوزہ بخیت | کوزہ بیفتاد و شکست و بریخت
ابر کہ بگریست بہ بستاں بجبر | شد مژہ ہا ریختہ از چشمِ ابر
نم بکفِ دستِ چنار از روش | زیبقِ لرزاں بکفِ مرتعش
گربۂ بید[1] از عمل دست برد | گشت لگدخوار ز گنجشکِ خرد
بید ببارید ز ہر برگ تیغ | ریختہ خوں از تنِ گل بے دریغ
لالہ فرو ریختہ در پیشِ باد | خونِ خود آں جا کہ خوئے گل فتاد
غنچہ کہ با باد کشادیش دل | شد ہم ازاں باد گریبانِ گل
جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش | غنچہ گرہ[2] بر زدہ در دامنش
دامنِ نسریں کہ در آمد بخار | ماند ہماں جا و سرِ پیوند دار
گل شدہ بے روئے[3] بہر بوستاں | مرغ ز بے روئیِ او در فغاں
از کلۂ مرغ نوائے کہ خواست | سرو برقص آمد و پایش نخاست
بر سرِ ہر خار کہ بلبل گزشت | حلقِ وے افتاد و خراشیدہ گشت
بلبل ازیں غصہ چناں خوں نشست | کش تہِ دُم رنگِ دگرگونہ گشت
گنگ شدہ طوطی[4] و زاغ و زغن | در دہنش یافتہ جائے سخن
کور شدہ فاختہ از نولِ زاغ | فاختہ[5] کور آمدہ گل را بباغ

---

[1] گربہ بید نوعی از بید است ۱۲
[2] رسم است کہ چوں جامہ پارہ می شود بر دامن گرہ می دہند ۱۲ [3] بیمروت ۱۲
[4] زاغ و زغن در خزاں آواز می کنند و طوطی خاموش می ماند ۱۲ [5] فاختہ کور نام علتے ست کہ درختاں را خشک سازد ۱۲

سلطنتِ جملهٔ عالم مرا / وانگه از آهنگ کساں غم مرا
خلق چه گویند بهر کشورے / شاه من و قلعه کشا دیگرے
بوم که باشد که بجنگِ دراز / طعمه برد از وطنِ جستره باز
گرگ و سگے ہست بر آہو دلیر / پنجه نخواهد زدن آخر بشیر
من که به ہند از همه رایاں بسال / جزیه ستانی کنم از پیل و مال
گه بخشم زر و ہم از گوجرات / گاه بدیو گیر نویسم برات
اسپ همه تند کشم از تلنگ[1] / پیل همه مست ستانم زبنگ
مالوه را وقفِ فاین کنم / جام نگر[2] و جبه خز این کنم
نیست مرا و جه قبا[3] جز خطا / سرحدِ چیں بستهٔ بندِ قبا
زیں دگلی[4] چند بگرد دگاه پوش / کز پئے کیں پنبه کشیدم زگوش
پنبه کنم[5] شکرِ شاں راچناں / کز تنِ شاں پنبه شود استخواں
گرچه چو مور و ملخ ست آں سپاه / مور شود کشته چو افتد براه
پیل من آں دم که بجوشد چو نیل / چیست صفِ مور چه پیش پائے پیل
می شودم دل که جنبم زجاے / فرقِ قراخاں سپرم زیر پاے
لیکنم از تیغ خود آید دریغ / چوں کنم از خونِ سگ آلوده تیغ

---

[1] نام ملک ۱۲ [2] جام نگر نام مقام ۱۲ [3] قبا بضم قاف نام مقامی ۱۲
[4] دگلی یعنی دغل و دگله پوستین یا جامهٔ که پر از پنبه باشد ۱۲
[5] پنبه کنم اے مثل پنبه پاره پاره ساخته بر ہوا پرانم ۱۲

شہ بچنیں فصل بریں گونہ شاد — کز مغل آوازہ بعالم فتاد
نامہ کشے چند چو تیر از کمیں — آمد و بوسید چو پیکاں زمیں
کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم — سوے فرو راند بآہنگ رزم
لشکرِ انبوہ چو ذرّاتِ ریگ — جوش بر آورد چو آبے بدریگ
بوم بسر بستہ سپاہی چناں — آمد ازاں بوم خرابی کناں
ناوکِ شاں دیدہ کشے ساز کرد — دیدہ نیارست کسے باز کرد
گشتہ بہم قطرۂ بارانِ تیز — سیل شد و کرد بدریا ستیز
قوّتِ آں سیل کز ایشاں رسید — آب زہا پور ملتاں رسید
ہر کہ گہے چشم نمی زد زکس — چشم زدن چشم زدہ شد زخس
مردمِ آں خاک فرو شد بخاک — گرد برآورد از ایشاں ہلاک
امن و اماں و رشد از راہِ سال — بو کہ بفریاد رسد شاہ شاں
ایں رمہ کاندر رہِ گرگ او فتاد — وارہد از قوّتِ راعی العباد
شہ کہ زگستاخیِ آں گمرہاں — یافت چنیں آگہی از آگہاں
تلخ بخندید چو شیر از غضب — تلخ بود خندۂ شیراں بلب
گفت کہ خہ خہ[1] بجہاں عہدِ من — وز دگراں زلزلہ در مہدِ من
غازیِ ما چوں نہ بکارِ غزاست — کافر اگر تاختن آرد سزاست

---

[1] خہ خہ خندہ تلخ را گویند یعنی خندیدہ گفت کہ در جہاں بادشاہی من ست و از دیگراں زلزلہ در مہد من ست۔

گرچه تمر[1] تیزی و سختی نمود | گشت چو موم ارچه که پولاد[2] بود
سر سد و کیلی دو بیک سو شتافت | چچلک و بید و بد گر سوے تافت
جمله ز بے سنگی خود بی درنگ | در گلۂ مرغ در افتاد سنگ
بر زده دامانِ قبا هم گروه | عطف نمودند بدامانِ کوه
روے مغل بود بهر سو که بود | پشت مغل بود بهر رو که بود
روے چو به نمود سپاهِ درشت | رو ننمودند نمودند پشت
باربک اندر پیئے شاں کینه خواه | تیغ زناں قطع همی کرد راه
روے بُدند از همه رو در ستیز | پشت شدند از همه رو در گریز
دست وے از قوتِ چوگانِ زر | کرد پر از گوئے زمیں سر بسر
بس که بُرید سرِ آں خنزراں | شد خزۂ سگ ز سرِ خر سراں
روئے بپن کرده چو طشتِ نگوں | دید سرِ خود همه در طشت خوں
تیغ که بر تارکِ آنها گزشت | کرد بیکجاے سر و تیغ و طشت
لشکرِ اسلام که دنباله کرد | کوه ز خوں زیر و زبر لاله کرد
خر تنه چند ز لشکر کشاں | رفته عناں تافته هر نشاں
وانچه دگر بود ز برنا و پیر | یا علفِ تیغ شده یا اسیر
خان جهانگیر که ایں فتح یافت | فرّخ و فیروز عناں باز تافت

---

[1] تمر و پولاد نام مغل بود ۱۲

کس نزده تیر بمردارخوار — جز بگروهه نکند این شکار
چون سخن چند ازین در براند — عارضِ دانائے سپہ را بخواند
گفت که خواهم ز سوارانِ کار — نامزدِ مغل شود سی هزار
بر سرِ شان باربکِ تیغ زن — خانِ جهان شاهکِ لشکر شکن
عارضِ فرزانه بفرمانِ شاه — کرد روان سوے مخالف سپاه
باربک و قلب گهِ رزم ساز — وز ملکان صد سرِ گردن فراز
ساخته رزم چو شیرانِ مست — سوے سگِ چند گشادند دست
انجمنے چون فلک آراسته — چرخ ازان انجم امان خواسته
ماه سبک سیر شد اندر شتاب — خنجرِ تیز اختر چون آفتاب
ناحیه بر ناحیه راندند تند — بود صبا پیش چنان سیر کند
از قدمِ شومِ مغل آن بلاد — نام و نشانے ز عمارت نداد
از حدِ سامانه و تا لاوهور — هیچ عمارت نه مگر در قصور
لشکرِ اسلام که آن جا رسید — بود زمین تشنه که باران رسید
یافت خبر کافرِ ناخوب کیش — تیز تر از تیر برون شد ز کیش
تن ز غنیمت بهزیمت سپرد — بردنِ جان را غنیمت شمرد

---

۱ غلوله گلین و مردارخوار را گویند ۱۲ ۲ شاهک سپه‌سالار، کاف تصغیر ۱۲
۳ لاؤهور لاهور ۱۲

وقت در آمد کہ حریفانِ بزم — بر طرفِ خانہ نمایند عزم
میر سپہ کرد بسے ہدیہ راست — داد بیاران و بسے عذر خواست
پیشِ بزرگان و سرانِ نبرد — خدمتے آورد سزاوار مرد
کرد بزرگی بحقِ کہتراں — داد بسے جامہ بقیمت گراں
ہر ہمہ خشنود و خوش از بزم گاہ — باز گرفتند سوئے خانہ راہ
بزم ز مہماں چو تہی یافت جائے — بزم نشیں باز بہی کرد رائے
خلوتیِ چند ز خاصانِ خویش — پیش طلب کرد و می آورد پیش
جام کہ شد چوں دلِ کافر بجوش — کرد بیادِ شہِ اسلام نوش
چنگ نو ازاں ہوا سر کشید — چنگ نوازندہ نوا بر کشید
گفت بر آہنگ نمطہائے تنگ — ایں غزلِ نغز بر آوازِ چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گل و گلزار برفت — سرخروئی ز رخِ لالہ و گلنار برفت
سرو بشکست و سمنِ زرد شد و نرگس خفت — گو برو ایں ہمہ چوں از برِ من یار برفت
نزدِ من بادِ خزاں دوش غبار آلودہ — آمد و گفت کہ سروِ تو ز گلزار برفت
خواستم تا روم اندر طلبِ رفتۂ خویش — یادم آمد رخِ او پائے من از کار برفت
دردو دید اشک چو باز آمدنِ خویش ندید — دل بانداخت ہم اندر رہِ خونبار برفت
خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند — صبر ہرچند کہ بود اندک و بسیار برفت

بست اسیرانِ مغل را قطار | داد بداں چند شتر در مہار
گردنِ شاں ہمہ رسن ساز کرد | سر بر سن بست و رسن باز کرد
کشتہ ہم ایمن نشد از ترک و تاز | تا ز سرش پوست نکردند باز
چوں ز چنیں فتح جہاں یافت بہر | دست ہمی بُرد سپہدار دہر
مجلسے آراست بر آئینِ کے | داد بسے کشتی زرّیں بمے
شیشۂ می ریخت بہ یاقوت گنج | طرفہ بود شیشۂ یاقوت سنج
ساقیِ مہوش بقدح دست بُرد | دَور قم جام بساقی سپرد
چرخ ہر آں دَور ازیں پیش داد | رفت برید انِ قضا را ز یاد
تاکہ ز ساقی شنود بانگ نوش | پنبہ بروں کرد صراحی ز گوش
صف زدہ یارانِ خوش و بادہ کش | سرخوشِ بادہ سری کردہ خوش
ہر یک ازاں پہلوے شمشیر و تیر | شیر گرفتند چو شد شیر گیر
بزم گہے ساختہ شد چوں بہشت | خاک شد از جرعۂ عنبر سرشت
جرعۂ مشکیں کہ زمیں در گرفت | گاو زمیں خوردہ بعنبر گرفت
بربط و طنبور کہ شد نغمہ ساز | کرد ز حیرت سر قرابہ باز
زخمہ در آمد بزباں آوری | داد مطرب بزباں یاوری
بادہ چو خورشید ز گہ تا بشام | داشت طلوعی و غروبی بجام
صبح
کرد چو خورشید بوقتِ غروب | طالع خود بر ہمہ آفاق خوب

باد همه خاکِ زمین را بیخت — یافت زر و دُر بر صد برگ ریخت
بس که گرانیِ زر از حد گذشت — دامنِ صد برگ بصد پاره گشت
جامهٔ گل پاره شده بر تنش — غنچه گره بر زده در دامنش
گل ز کرم زر دهد آن را که جست — وز پیِ خود جامه نسازد درست
آب سمن در چه خمِ مشک سود — باد شد آهو تگ و مشکش ربود
باد که از شاخ همی بر شکست — باز چه برها که بر آن شاخ بست
سایه کنان سرو بر افتادگان — با همه کس راست چون آزادگان
گرچه پرانید صبا هر چه خواست — در صفتِ سرو همی بود راست
نرگس تر گشت همه روش چشم — خیره شد اندر رخِ خیروش چشم
خون سمن چشمکِ پوشیده داد — چشم نه زد از کسی الا ز باد
سبزه چنان شد که جهان در گرفت — چشم ز نرگس نتوان بر گرفت
نسخهٔ دیباچهٔ عشرت جهان — خواند صحیح از ورقِ ارغوان
خون بچکید از گلِ نازک خیال — لالهٔ خود روی از آن یافت حال
سرخ گل از باد چو آورد یاد — خونش بجنبید ز آسیبِ باد
شاخِ گلِ کون که تر شد برش — کوزه تر از دستهٔ کوزه سرش
ساخته گل کوزهٔ نو از نبات — ابر در او ریخته آبِ حیات
باغ ز هر غنچه شده کوزه در — گردشِ چرخ از گلِ تر کوزه گر

هرچه از عقل فزون شد همه عمرم جو جو　　اندرین غارتِ غم جمله بیک بار برفت
باد خاری ز رهِ گلرخِ من می آرد　　جانم آویخت در آن خار گرفتار برفت
گله کرد آن بتِ شیرین ز بر خسرو رفت　　خله کرد آن گلِ نسرین ز سر خار برفت

صفتِ فصلِ بهاران که چنان گردد باغ
که بدو نرگسِ نادیده بماند حیران

فصلِ بهاران چو علم بر کشید　　ابر سراپرده برا اختر کشید
سکهٔ گل چون درمِ شه زدند　　سکه بصد وجه موجه زدند
شه سپرِ غنچه بچمن داد بار　　خار سلاحی شد و گل پرده دار
تیغ کشید ارچه که سوسن ببلاغ　　هم ز سرش سایه نبرید باغ
تاشودش سوسنِ آزاده رام　　خار غلامی شده سرتیز نام
خونِ خود از باد خزان گل بخواست　　لیک صبا از سرِ خونش نخاست
خواست گل از باد بخواهد دیه　　برد برون نرگسش از تعبیه
سوسن ازین غصه بکین خواستن　　خاست بشمشیر زهی خاستن
او خود از ان خاست که آزاد گشت　　غنچه چه افتاد که برباد گشت
بس که صبا همدمیِ غنچه کرد　　تازه نشد تا دم او را نخورد
باد حریفِ گل و گستاخ زد　　جامهٔ صدبرگ بصد شاخ زد

هر گلِ بالا که بود تازه روے — جز تبری زو نتواں یافت بوے

نغزیِ ایں گل که ز تری مغز — داد به خشکی و تری بوے نغز

ماند چو در جامه نسیمش مقیم — جامه نماند که نماند نسیم

سیوتیِ خوش که کنندش گلاب — از همه سو رو همه روئے آب

یک گلِ بیل دو ده دیگر درون — گل ز گل و گل ز گل آید بروں

از گلِ بسیار دلش گشته باغ — وز خوے او در جگرِ لاله داغ

مولسری خرد و بزرگ از هنر — خرد و بزرگ از هنرش بهره ور

بوے وے آں را که بمغز آرمید — بوئے دگر گل نتواند کشید

پنجه کشاده گلِ لعل از پَلَه[۱] — غرق بخوں ناخنِ شیرِ یله

نے غلطم نافه ـ ولے نیم خام — چیزے از و مشک دگر خوں تمام

تا کند اندر دلِ بدخواه ریش — زاغ نشاند بسرِ شاخِ خویش

جاے نه در باغ ز گلهاے جاے — مرغ در افغاں که بگیرند جاے

از پئے گل هر که به بستاں شتافت — ملکِ جہاں یافت اگر جاے یافت

گشت ز سرسفت گلِ زرد ام زاد — گل به زمیں گونه زر دام داد

سبزه گشتش همه صحرا خرام — پُر گلِ زرّیں شده صحرا تمام

غنچه به بستاں ز نم آورده شیر — مرغ چو طفلاں شده اندر نفیر

۱؎ پله شیسو ۱۲

باد دراں کوزہ شد و سر کشاد / گرچہ کہ در کوزہ نگنجید باد

نسترن از روے نکو می پرید / بلبل و قمری ہم ازاں می پرید

فاتحہ خوان غنچہ بگاہِ سحر / نرگس و سبقِ گل و علمِ نظر

گل کہ سپرہاش فراہم شدہ / پیشِ سپر غم سپرِ غم شدہ

گل کہ ہمہ روے شناسا شدہ / روے شناسِ ہمہ صحرا شدہ

قطرۂ شبنم زدہ بر یاسمیں / ماہ بہ پرویں شدہ ہم در زمیں

کرد بسنگ آتشِ لالہ نشست / زاغ شدہ ہندوے آتش پرست

گربۂ[2] بید از گلِ لعل و سپید / گربہ مشکیں شدہ در مشک بید

بید شدہ تیغ فشاں زیر پائے / سایہ از و خستہ شدہ جا بجائے

لرزہ کناں آب ز آسیب باد / بس کہ برو سایۂ بید او فتاد

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر / آہنِ او آب شد از تابِ مہر

غرقِ سپر گشتہ ز نیلوفر آب / بر سرِ شش قبۂ سیم از حباب

طرۂ سنبل ز شکن گشتہ باز / پنجۂ شمشاد شدہ شانہ ساز

برگِ بالا کہ دھد بوستاں / بیشترے ہست بہندوستاں

آں گلِ ہندی کہ چمن کرد راست / نے بخراساں کہ بعالم نخاست

کیورہ ہر برگ چو سیمِ سپید / عود از و سوختہ چوں مشک بید

۱؎ یعنی خود را کشادن می خواست ۱۲ ۲؎ گربۂ بید نوعی از بید ۱۲

مائیم و مطربے و شرابے و محرمے | جائے بزیر سایۂ شاخ چنار خوش
اے باد کاہلی مکن و سوے دوست رو | مارا بکن ز آمدنِ آں نگار خوش
چیزے دگر مگوے ہمیں گو کہ در چمن | سبزہ خوش ست و آب خوش و جوئبار خوش
گر خوش کند ترا بحدیثے کہ یار کرد | پیشش کن و بیار مشو زینہار خوش
ور بینیش کہ مست بود خفتنش مدہ | ہم ہمچنانش مست بہ نزدِ من آر خوش
با او در آں زماں کہ میش راہ میدہد | بازی خوش ست و بوسہ خوش ست و کنار خوش
من مستِ خوش حریفیِ اویم کہ آں حریف | سرخوش خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش
سروِ پیادہ خوش بود اندر چمن ولیک | آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش
از وے خوش ست برشکنیہا[۱] نگاہِ ناز | وز خسروِ شکستہ فغانہائے زار خوش

صفتِ موسمِ نوروز و طرب کردنِ شاہ
بزمِ دریا و کفِ دست چو ابرِ نیساں

رفت چو خورشید برجِ حمل | نورِ شرف کرد بگیتی عمل
دورِ جہاں وز نوا از سر گرفت | موسمِ نوروز جہاں در گرفت
شاہ دراں روز ہم از بامداد | قصرِ فلک مرتبہ را تاب داد
کنگرۂ قصر طرف بر طرف | تا بحمل رفتہ شرف بر شرف

۱؎ برشکستن اعراض کردن ۱۲

زاغ برفتہ زچمنہائے نو | بوم ہم آوردہ دراں زاغ رد
شارکِ رعنا بہ چمن باز خورد | چشم بہ رخسارۂ گل سرخ کرد
بلبلِ سرمست ز نطقے کہ خواند | غنچۂ سربستہ دہن باز ماند
زاں قدحِ لالہ کہ قمری چشید | طوق گرو کرد و زگل زر کشید
کبک چو بر لالۂ کوہی گزشت | باش چو منقار زخوں سرخ گشت
ہدہد ازاں آیۂ ہب لی[۵] کہ خواند | تاجِ سلیمان بسرِ خود نشاند
طوطیِ ناطق چو زباں برکشاد | منطقِ مرغانِ خراسانش داد
فاختہ ناطق باصولِ کلام | گفت یکے صانعِ خود را مدام
رہبرِ جاں گشتہ بگلزار طیب | رہزنِ عشاق شدہ عندلیب
شاہ دریں فصل بعشرت گری | باگل و بلبل بطرب گستری
بادہ بشاخ آمدہ در گل شدہ | وزدمِ او بلبلہ بلبل شدہ
مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست | دیں غزلش بردہ بسی راز دست

غزل

آمد بہار روشد چمن و لالہ زار خوش | وقتیست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش
در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا | مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش

---

۵ اشارہ بدعائے کہ سلیمان علیہ السلام فرمودہ بود کہ "ربِّ ہب لی مُلکاً لا ینبغی لِاحدٍ من بعدی"

گوهرِ آن چتر که برشد بماه　　قطرهٔ باران ست ز ابرِ سیاه

صفتِ چترِ سپید از پسِ آن چترِ سیاه
چون شبِ قدر و سپیده دمِ عید از پسِ آن

چترِ سپید آمد چرخِ اُمید　　بیضهٔ اسلام از و روسپید
سقف ز در کرده ستون از زرش　　وز گهر آویزشِ سرتاسرش

داشته ابرے بستونِ رسما　　قطره معلّق بمیانِ هوا
ابر سپید و گهرِ بے بهاش　　قطرهٔ او داں که نمود از صفاش

سایه ز خورشید بود روسیاه　　سایهٔ رویش بسفیدی چو ماه
نور دهد روشن و عالم فروز　　چون رُخِ خورشید گهِ نیمروز
شکلِ وے از فرقِ شه کامیاب　　پارهٔ نورے هم ازان آفتاب
از برِ خورشید سرش برگذشت　　جامه سفیدش هم ازان چشمه گشت

چترِ سیه کرد سوادے پدید　　ویں به بیاض از سببِ او رسید
ماهِ دو هفته که مدوّر نشان ست　　عکسِ وے از آئینهٔ آسمان ست

صفتِ چتر که لعل ست چو خورشید بصبح
بلکه هست از شفق و صبح جمالِ سلطان

چترِ دگر روشن و خورشید تاب　　لعل و منوّر چو بصبح آفتاب

صفۂ نہ طاق بیار استند — پرنِ زر بفتِ فلک خو استند
تخت زدند و تتق آویختند — عرشِ دگر بر زمیں انگیختند
چتر زہر سو بفلک سر کشید — ابر سر از شرم بچادر کشید
پنج طرف چتر چو مہرِ سپہر — شش جہت آراستہ زاں پنج مہر
ہمچو گل و سنبل و سوریِ بید — لعل و سیہ گلگز و سبز و سپید

صفتِ چترِ سیہ کہ بپۓ چشمِ خورشید
آں سیاہی کہ تو در خود طلبی ہست ہماں

چترِ سیہ را شبِ قدری شمار — گشتہ شبِ قدر بروز آشکار
گونۂ او زاں سیاہی شتافت — کز تہ و بالاش دو خورشید تافت
بر سرِ او سایۂ فرِ ہمائے — در تہِ او سایۂ عونِ خدائے
سوختہ خود را ز تفِ آفتاب — باز رہانید جہاں را ز تاب
گرد شود سایہ چو پیر امنش — سایہ کہ گرد آورد از دامنش
تا ز پئے سایہ بشہ کرد روۓ — شاہِ جہاں گشتہ از و سایہ جوۓ
سایۂ او بر سرِ ہند او فتاد — ہند شد از وے ہمہ اعظم سواد
خامۂ نقاشِ بسحرِ بناں — نقش نکردہ ست سوادے چناں

ا؎ عبارت از پنج چتر ۱۲

پرتو او ماند بجائے کہ دیر | مہر براں خاک نتابد دلیر
پیش وے از شرم سپہر کبود | نیمۂ کامل بزمیں شد فرود
کلہ او گشت چو با چرخ جفت | در غلط افتاد جہانی و گفت
چترِ شہ آں ست کہ شد چرخ ماہ | چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ
دید سپہرش چو بداں نیکوئی | گفت کہ یارب منم و یا توئی
تو بسرِ شاہ و من اندر محن | یکنفسے چرخِ تو شو چترِ من

صفتِ چتر کہ گل گرشدہ از گلِ کژِ او
برسرِ شاہ زگل سایہ کند تابتاں

چترِ دکژ گل[۱] کژ و گلگوں چو زر | چوبِ وے اکسون فلک گردہ گر
یک گل و بر ہفت فلک پردہ پوش | شہ شدہ در سایۂ گل بادہ نوش
کرد گلی رنگ دلِ مل شدہ | مرغ چو بلبل بسرِ گل شدہ
سایہ اش آں جا کہ فتد بر زمیں | گل بدمد کز بگزا اندر زمیں
برسرِ مہ کردہ نہ گل خرمنے | گشتہ معلق بہوا گلشنے
گردِ رخِ شاہ چو جولاں نمود | گل[۲] کہ بمہتاب دمداں نمود

---

۱ کژ بفتح جنس از ابریشم لغتیست در قرات کژ بکاف فارسی لہجہ‌داں کژ کنند و جامہ بیمایش نمایند و تیر بے پر و نام درختے کہ عرب آں طرفا و ہند جھاؤ نامند ۱۲ ۲ چتر ابمنزلۂ گل کرد و روی بادشاہ را نسبت بماہ کردند ۱۲

نہ فلک از پیش روی در پیش | خواند کواکب فلکِ اطلسش
سود سرش بر فلکِ سبز فام | گشت فلک سرخ و شفق یافت نام
از رخِ شہ رنگ چو دریوزہ کرد | پشت بنہ قبۂ فیروزہ کرد
ابر نبارد چو شود لعل کار | او شدہ ابرے کہ بود لعل بار
روشِ سبز سرخی چو گُل تر شدہ | سرخیِ روے ہمہ کشور شدہ
سرخیِ او تا ز فلک برگذشت | دیدۂ خورشید ز سرخ گشت
معدنی و معدنِ یاقوت و دُر | معدنِ او گشتہ ز یاقوت پُر
چترِ سیہ را ہمہ تن مشک دید | خونِ خود از غیرتِ او خشک دید
لعل کہ آویختہ گشت از برش | خونِ چکاں ست ز رنگِ ترش

صفتِ چتر کہ سبز ست ز سرسبزیِ شاہ
برگِ نیلوفری اندر سرِ دریاے رواں

چترِ دگر ہمچو فلک سبز رنگ | بستہ از و چشمۂ خورشید رنگ
اطلسِ او سبز تر از آسماں | موجبِ سرسبزیِ شاہِ جہاں
سبز درختے ز گہر یافتہ | سایۂ زحق بر سرِ شہ تافتہ
سایۂ او گشت چو صحرا نشیں | سبزہ زمرد شدہ اندر زمیں
طرفہ درختے کہ چو آید ببار | بر دہد جز گہرِ شاہوار

کرد بجائے کہ سہ پایہ بہ فرش — کرسیِ نوساختہ پہلوے عرش

گاہِ نبردش بزبان کار داد — جانِ بداندیش بجاندار داد

حربۂ جاندار شدہ جان خراش — در جگرِ خصم زبان دورباش

دستِ سلاحی شدہ شمشیر سنج — دستِ وے از بارِ گہر زیرِ گنج

صفتِ تیغ کہ با خصم نیامش گوید
کہ زہرِ تو فرو چیند برم آبِ دہان[۱]

قطرۂ آبی کہ بہنگامِ غرق — بگذرد از گردن و آنگہ ز فرق

او بخوشی خفتہ میانِ نیام — خواب مخالف شدہ ازوی حرام

شعلۂ آتش بزبان آوری — ز آہن و سنگ آمدہ در داوری

آب و را گوہرِ نصرت بہ پشت — آہنِ او را زرِ عالم بمشت

قیمتِ زر بیشتر از آہن ست — لیک زر را ز آہنِ او روشن ست

آہنش ار نیست قوی تر ز زر — ہرچہ زر بستہ بہ پیشش کمر

پارۂ آہن کہ بزر درخورست — حرمتِ آہن نہ از آنِ زرست

از تنِ بدخواہ کشد گاہِ کار — رشتۂ رگ در گہرِ شاہوار

گردنِ دشمن زند با سر بہم — مہرہ در آمیختہ گوہر بہم

---

۱ یعنی آدمی چوں چیزے ترش و شیریں می بیند دہن پُر آب میگردد ہمچنان دیدن خصم نیام را دہن پر آب میگردد و آب عبارت از تیغ ست ۱۲

داد بخورشید فلک پایگی | خاصه برای حق همائیگی
پشت وی از بار گهر خم زده | چون سحر گلشن شبنم زده
گوئی از انجم همه گل چیده ماه | دوخته و ساخته زان چتر شاه
خامه بسی نقش تر انگیخته | رنگی ازان گونه نیامیخته
جامه چنان رنگ نیارد پدید | خامه چنان نقش نیارد کشید

وصف دورباش که نزدیک شد از هیبت شاه
گنگ ماندست ز حیرت بکند کار زبان

روی بر و آئینهٔ دورباش | گاه گهر سنج گهی نورپاش
از دو طرف رفته به پهلوی شاه | گوهر شان گوهر بازوی شاه
تیغ زبان آخته چون بیدبرگ[۱] | در دل بدخواه زبان گیر مرگ
زآب گهر جوشش زبان پر شده | ریخته دستارچه پر در شده
زان سر دستارچهٔ بی‌بها | در دل بدخواه بسی ریشها
دستهٔ شان فرق سران کرده کوب | بسته بزر چوب ز تعظیم چوب
وان دو ورک از دو طرف چون دو شیر | باد بجنبید ز دو سو شیش دلیر
گر مگس آن جا پر داند رهوا | در رود اندر دهن اژدها

---

۱ بیدبرگ جنس از پیکان تیر ۱۲

صفتِ تیر که بارانش بغایت سخت نیست

سخت بارانی در تیرمه و در نیساں

تیرِ پلنگ افگن و آهو شکار — وز دلِ دشمن شده سنداں گزار
گاهِ پریدن چو عقابی درشت — کرده ز خوں کرگسِ پر سرخ پشت
پیسه عقابی که چو ماهی نشست — جسته بداں گونه که ماهی بجست
نے غلطم پیسه نشد تیر راست — پیسگی از دستهٔ شمشیر خاست
در سرِ پالیش دو گره جاے گیر — زاں دو گره ماند عقاباں اسیر
راند چو بر روے هوا نیز گام — از گره گز کرد فلک را تمام
بیلکِ سوزاں بسرِ روے زده — شعلهٔ آتش بسرِ نے زده
هست نئی خشک عدو را امید — زو همه سوری بود و برگ بید
سوے عدو نے بدرا راشده — در زدنِ چشم گزارا شده
دیده ز شمشیر بسے سرزنش — جانِ عدو کند بگاه کنش
از پے فرمانِ نگهبانِ خویش — نامه کشی کرد چو پیکانِ خویش
تیر گرش کرد چو سوفار ساز — گشته ز دستش سرِ سوفار باز
بود چپ و راست به پیشِ سریر — رمح و سپر تابد و بر تابِ تیر
میمنه بگرفته سپرها سیاه — راست بداں گونه که گیرند ماه
دینِ شاهاں ز سیاهیِ خویش — داد سپرهاے سیاهش به پیش

هندیِ گرز گشته باسلام راست | یافته از شاهِ جهان دست راست

صفتِ چرخِ کمانے کہ بازوی شہ است

نیم چرخ ست کہ او نام نہادست کمان

ترکِ کماندار کمانے بدست | کز خمِ او چرخ شده در شکست
از هنرِ علم کنندش چوزه | افگند از ناز در ابرو گره
هست گرش علم بداند کسے | علم بدست آرکہ هست او بسے
مانده بپائے بکشاکش اسیر | نامده از کش مکش اندر نفیر
گوشۂ خانہ زکشاکش دوال | خانہ بجا ماندۂ و تیرش روال
خانہ دو دار د بجہانِ خرمی | تیرزنی[1] خانہ بدان محکمی
تا کند اندر دلِ بدخواه ریش | زاغ[2] نشانده بسرِ شاخِ خویش
هرچہ بود خشک بیابش آب | ترشد[3] ازو آب نہ بینی بخواب
زشت بود آب چو برسرے گزشت | زشت ترا نگاه کہ بے آب گشت
چوں کشندش عرقِ خداوندِ او | ماه شود بستۂ و پابندِ او
چوں ز هنر برکفِ شاہاں نشست | زه کندش هرکہ بود زود دست

---

[1] چوب کہ در تہ تیرمی باشد او را تیرنیزمی گویند۔ هندی گڑی ۱۲
[2] زاغ رمز از تیر زیرا کہ لازمہ زاغ پریدن ست و تیر نیز می پرد ۱۲
[3] اگرتر شد ۱۲

از دُر و یاقوت درختاں فراخ — مُرغ ز زر ساختہ بالاے شاخ
شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید — مُرغ تو دانی کہ بخواہد پرید
ہر چہ گزشتی ز گلستانِ زر — خوشتر ازاں کردہ بہارے دگر
ساختہ از موم بسے نخلِ چست — کاں بجز از موم نیاید درست
باغِ سوم چوں گزری زیں دو باغ — یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ
بستہ بسے دستۂ گل دلفریب — کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب
یافتہ سبزہ ز چمنہا درود — بہر درود آمدہ آں جا فرود
غنچہ کہ دل بستہ بشاخِ چمن — ہم بگسست از پئے آں انجمن
بید کہ تیغ از طرفِ گل کشید — ہم ببرید از چمن آں جا رسید
قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک — زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک
پرّہ بزر دوختہ ہر دامنے — تا شدہ بے دوخت سرِ سوزنے
اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ — داد بہر سنگ ز یاقوت رنگ
کردہ مسلسل ز گہر بوریا — کاں زرش خواند فلک بوریا
خاک ازاں مفرشِ زر یافتہ — خلعتِ نوروز ز زرش یافتہ
جشن چو آراستہ شد یکسرہ — از دو طرف میمنہ و میسرہ
شاہِ جہاں نشستہ بزرّیں سریر — چشمِ بداں دوخت ز قدّے چو تیر
تاج بسر کردہ چگویم چہ تاج — قیمتِ او ہر دو جہاں را خراج

بر سپر لعل شد میسره | لعلی و زردیش همه یکسره
چون گل سوری شده گرد چمن | لعل تر از لاله بروی چمن
نیزه شده از سپر آراسته | راست چو تیر از سپر آراسته
نیزهٔ والا ز سمک تا سماک | رامح و اعزل شده بر روی خاک

صفت رایت لعل و سیه اندر سر شاه گشته خورشید میان شفق و شام نهاں

از دو طرف رایت لعل و سیاه | سایه رسانیده ز ماهی بماه
ماهیِ نو ماهِ نو انگیخته | ماهی و مه را بهم آمیخته
یک دو هزار اسپ مرصع ستام | از دمِ خود بسته صبا را بدام
زین ز زرِ خویش که عالم فروخت | کرده هم از آتشِ خود سیم سوخت
میمنه جلها سپه انداخته | آهنی از دو سلب ساخته
از پسِ اسپان صفِ صد پیلِ مست | ابرِ هوا کرد بصحرا نشست
قلعهٔ آهن ته برگستوان | قلعه بجا مانده ستونش روان
باغِ ز زر آراسته شد جای بار | کرده بر و ابر جواهر نثار
سبزه ز مرد همه ریحانیش | سیم نباتی گلِ بستانیش

ل سماک رامح و سماک اعزل نام ستارگان که ایشان را سماکان گویند ۱۲

دست بدست آشکرۂ کامگار — کو برسد دست بدست از شکار
باز سپید آفتِ طاؤس و قاز — چرغ کز و بستہ شدہ چشمِ باز
شیرِ فلک صید کہ شاہینش نام — آں کہ سزد باز سپہرش غلام
جامۂ زر دوختہ بقیمت گراں — دوختہ چشمِ ہمہ قیمت گراں
جامِ زر و نقرہ بباغِ امید — کردہ عیاں نالۂ سرخ و سپید
کشتی کز نقرہ و از زر بود — عمر براں خوش گذرد گر بود
زیں ہمہ چوں برگذری بادپای — کز تگِ شاں باد بماند بجای
ہر یک ازاں تیز تگ و خوش خرام — قطع زمیں کردہ بہ تیزی گام
صورتِ تازی زدہ گوشش پدید — چشم چناں گوش بہ تیزی ندید
عرضہ کناں حملہ بافگندگی — خدمتِ خود زسرِ بندگی
جامِ زر و جامۂ گوہر نگار — بود ز ہر جنس برون از شمار
مردِ محاسب بشمارے کہ خواست — بیشتر از دستِ چپ آورد راست
بس کہ فرو رفت بسودا قلم — مجرہ سر باز نماند از رقم
حاجبِ فصّال چو قمری سا در — نغزِ نوا گشتہ ز فصلِ بہار
تا بشب آں روزِ دگر روز ہم — کم نہ شد آں خدمتے از بیش و کم
شب چو برآئینِ بہارِ زمیں — کرد ہوا پر زگل و یاسمیں
شاہ بخلوتگہِ دولت شتافت — خلوت از و دولتِ جاوید یافت

چرخ قبائے زگہر یافتہ — کردہ بسے صنعتِ زر بافتہ
آبِ دُر از تاج و قبا ؤ کمر — تا بکمر تا بگلو تا بہ سر
تن چو درآن خلعتِ روشن گرفت — خونِ یواقیت بگردن گرفت
بستہ چو جوزا کمرِ زر دو روئے — لعلِ بخورشید سپر از دو سوے
ہر کہ نظر کرد بروئیش ز دور — عطسہ درآمد بدماغش ز نور
جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں — سہم زناں بر حشمِ اختراں
توقۂ چاؤش کلہ در شدہ — یکسرہ بر صد سرِ شاں بر شدہ
ساختہ بالاے کلہ جایگاہ — نادرہ باشد کلہے بر کلاہ
شحنۂ بار آمد و صف راست کرد — ترکِ فلک ہیبت از و خواست کرد
تیغ زناں دست چپ و دست راست — ہر دو صف از صف شکناں گشتہ راست
نعرۂ حجاب کہ دور از میان — آبِ کیاں ریخت بہ پیشِ کیاں
گر مگسے پر زد ازاں پیش و پس — خستہ شد از تیغ چو پرِ مگس
پیش کشیدند گراں تا گراں — خدمتیِ[۱] ہر ہمہ خدمت گراں
گشتہ پر از نافۂ چینی زمیں — باد شد از نافِ زمیں نافہ چیں
چرخ کمانہاے بزر داد رہ — برمہ[۲] نو کردہ ز ابرو گرہ
تیر کہ بکشاد بسے بستہا — در ہنرش بستہ شدہ دستہا

---

۱ خدمتی پیشکش و نذر ۱۲ ۲ اے بر ماہ تکبر و فخر کرد و ماہ را کمینہ دانست ۱۲

نشستہ سبزہ زیں سو درچپ گل | ستادہ سرو زاں سو جانب راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن | بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفتہ با یار | بنام ایزد چو ماہِ بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو | برآمد از دلم فریاد بے خواست

عزمِ سلطاں بسوئے ہندپایانِ بہار
راندن از شہر چو انبوہِ گل از بستاں

چوں حمل رفت بنور آفتاب | پخت ہمہ دانہ پرویں زتاب
از شرفِ خویش برون اندر رخش | وز شرفِ ماہ طلب کرد بخش
نقطۂ پرکار حمل را گزاشت | چوں حمل از نقطہ نشانے نداشت
رفت جہاں را ز عدالت فراج | جست درآغازِ حرارت علاج
کشتِ ربیعی بدرود او فتاد | مُرغ بہر کشت فرو داد فتاد
خوشۂ پُر شد بہ تواضع گری | خوشۂ خالی بزبان آوری
خوشۂ زن پیری چو شد اندر سلام | از ہمہ کس یافت درودے تمام
از پئے کلمرغ جہاں می گزاشت | خوشۂ گندم بزبانش بداشت
سینۂ کنجشک بجائے درو | گشت پُر از گندم نو جو بجو

لے کلمرغ بکاف تازی نوعیست از کرگس سرخ سر کہ بر سرش پر نباشد ۱۲

رفت بخلوت درِ دولت کشاد | خلوتیاں را بہ نہاں بار داد
کرد رواں برکفِ چوں لالہ زار | بادۂ گلرنگ بوے بہار
بزم گہ از خلدِ بریں دست برد | تشنگیِ خلد بساقی سپرد
شاہ بہر جرعہ کہ برخاک ریخت | در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت
از ہوس جرعۂ شہ در مغاک | العطش آواز برآمد زخاک
ریخت بسے رشتۂ درِّ ثمیں | گشت بیک رشتہ سرشتہ زمیں
موسمِ نوروز ہواے شراب | شاہِ جہاں مست و مخالف خراب
جام ہمی خورد ہمی بود شاد | شاد ہمی کرد جہاں را بداد
ہرچہ زرد جامۂ نوروز بود | توسنِ تندش ادب آموز بود
بخشش خود کرد ز اندازہ بیش | باز بدو داد کہ آورد پیش
ہرکہ چو گل کرد بہ بزمش گزر | بُرد بسے دامنِ پر سیم و زر
زر بخوشی داد شمارے نبود | خوشتر از آں ہیچ بہارے نبود
بادِ شگفتہ گلِ بخشش مدام | بادۂ گل بوے مدامش بجام
نغمہ زنش زہرہ پردہ شناس | نغمہ گری کردہ بچندیں سپاس
یافتہ در گوش ہمایونش جاے | ایں غزل از مطربِ بربط سراے

غزل

گل امروز آخریں شب برخاست | بجامِ لالہ مجلس را بیاراست

کوسِ عزیمت زد شہریار — لرزہ در آورد بروئین حصار
دمدمہ را کرد دمامہ بلند — دم بدمِ نائے دمادم فگند
کوچ سپہ کرد شہ از شہرِ نو — داد جہان را ز ظفر بہرِ نو
لشکری از ذرّۂ خورشید بیش — ذرہ بدنبالہ و خورشید پیش
از اثرِ جوششِ چنان لشکری — لرزہ اثر کرد تحت الثری
کرّۂ گِل شد چو فلک بیقرار — کرّۂ گِل گشتہ فلک از غبار
از سُمِ اسپان کہ زمین کرد چاک — کوہ در آمد بتزلزل چو خاک
یافت سراپردہ در آن جا مقام — دشت در آمد ز رسنہا بدام
گردِ سراپردۂ صحرا نشین — دست زد اوتاد بحبل المتین
باز ہمہ رسمِ خوشی ساز کرد — زو ہمہ عالم خوشی آغاز کرد
بادہ فرو ریخت بجامِ طرب — جرعہ بنوشید زمین با ادب
ہرچہ زمین در شکمِ گنج سنج — خاک بسر کردہ ہمی خورد گنج
خاک بہر جرعہ کز آن جا چشید — زر ہمہ از پردہ بصحرا کشید
بود در آن مجلسِ فرخ اثر — گنج ہمہ زیرِ زمین بر زبر
خاک نگر تختہ دگرگون گرفت — کز تہِ گِل زر ہمہ بیرون گرفت
شاہ بدولت خوش و عالم بکام — از خوی پیشانیِ گِل شستہ جام
جام چو بر دستِ شہ آورد پائے — غرقِ عرق ماند ز ہیبت بجائے

خرمنِ دهقاں بفلک سر کشید	سنبله در تودهٔ خود در کشید
سبزهٔ در پاش زمرّد نمائے	کاه شد از زردی بل کهربائے
سرو سر از حلمِ گلستان نبرد	نعمتِ دیدار غنیمت شمرد
هر چه گُل آخر شد و عمرش گزشت	اوّلِ عمرِ شہِ آفاق گشت
شاه برآئینِ خود از جامِ جم	خونِ بد اندیش همی کرد کم
پے به پے از شرق خبر می رسید	وین خبر از هر همه بر می رسید
مصلحتِ ملک ز رائے درست	هر چه صواب است همی باز جست
کز پئے آں کار بتدبیرِ خویش	حیله چه سازد که بخیزد ز پیش
خود کمرِ کینه کند استوار	یا ز پئے رزم فرستد سوار
کار شناسی که دراں راز بود	پرده ز تدبیر برانداخت زود
گفت که از صد سپه کینه خواه	آں نه سزد کز تنِ تنهائے شاه
لشکرِ شه گرچه بود فتح یاب	شاه بباید ز پئے فتح باب
گرچه که سیّاره بود شب فروز	لیک ز خورشید تواں یافت روز
گرچه که صد جوئے بیک جا شود	سیل شود لیک نه دریا شود
شاه در آئینهٔ رائے منیر	نقش همان دید و ندیدش گزیر
در وسطِ ماهِ ربیعِ نخست	عزمِ سفر کرد بمشرق درست
صبح چو بر زد علمِ آفتاب	لشکرِ سیّاره فرو شد بآب

بازی گفتم و افسانهٔ هجران باخویش | تا بداں لحظه که بالاے سرم مه برسید
از پئے کوری آں کس که نیارد دیدن | قرۃ نورِ بصر بر منِ الکمہ برسید
آمد آں روشنیِ چشم باستقبالش | مردمِ دیدہ دوان تا بسرِ رہ برسید
آمد آں سادہ زرخ برمنِ بیہوش زد آب | برسرِ تشنہ نگہ کن کہ چہ ساں چہ برسید
گریہ بر سوزِ منش آمد و برسوختگاں | ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید
دل شد از منِ بیمار و بپرسش نامد | چوں خبر یافت کہ جاں می دہم آنگہ برسید
می کشیدم سرِ زلفش ز قفا جانبِ روے | تا شبِ تیرہ بنزدیکِ سحرگہ برسید
خسروا اگر رسد ابلہ بہ بہشت ایں چہ عجب | عجب ایں بیں کہ بہشتی بتو ابلہ برسید

ذکر باز آمدنِ قلب شہ از قتلِ مغل

ہمچو گرگاں ز رمہ یا علمِ از برخاں

صبح چو بر شد بسریر سپہر | گرد کشادہ بجہاں چشمِ مہر
بارِ گراں دادہ فلک را ز گنج | تا فلک از بارِ زر آمد برنج
شاہِ فلک مرتبہٴ گنج بار | داد برا ورنگ چو خورشید بار
مہ ز فلک چترکشِ شاہ شد | چتر ہمسائیگیِ ماہ شد
صف بکشیدند ملوک از دو سوے | ہر ہمہ بکریہ شدند از دو روے
طبل زناں بار بیک دل لشکرش | وانچہ بُد از لشکرِ شہ یاورش

گرچه همی خورد بسے جام بخت — هم بتغافل نه بُد از کارِ تخت
مست نمی شد که ز رائے صواب — عقل زبردست شدش بر شراب
مستیِ او مایهٔ هشیاریش — خفته همه خلق ز بیداریش
خواست گلِ فتح بهندوستاں — لاله شگفتش ز دگر بوستاں
لشکرِ کافر کُشش بالا نورد — از عقبِ کوچ در آمد چو گرد
بار بک آمد ز مصافِ مغل — بسته گلوہائے مغل را به غل
طوق بگردن همه چوں فاخته — غلغلے اندر گلو انداخته
در خمِ هر سلسله صد سگ اسیر — سلسله از حلقِ سگاں در نفیر
اسپ تتاری که بدندانِ تیز — بر کند از شاخِ گیا رستخیز
شیرِ بهن سینه و کوتاه دُم — سوده سرِ گاوِ زمیں زیرِ سُم
شاه بداں مژدهٔ دولت که یافت — باده طلب کرد و بمجلس شتافت
ز اوّلِ روزش ز طرب تا بشام — دور نشد مے ز کف و لب ز جام
خورد مے و گنج بمحتاج داد — بس گهر و زر که بتاراج داد
گاه بهر جرعه گهرمے فشاند — گاه بهر زمزمه زرمے فشاند
عمرِ ابد باد بعیش اندرش — ویں غزل اندر لب خنیاگرش

غزل

دوش ناگه بمنِ دل شده آں مه برسید — دل بمقصودِ خود المنة لله برسید

صاحبی از موج برآب دگر | برتنِ دریا صفتانش گذر
خاره برِ اندامِ کسے خود نه سود | معدنی لعل کم از خاره بود
جمعی ازیں گونه کم آراسته | چشمِ بد از دیدنِ آن کاسته
صف زده با تیغ زنان و گواں | گشته بدرگاهِ شهنشه رواں
بانگ برآمد ز نقیبانِ بار | پرده برانداخت ز در پرده‌دار
راستی آمد بمقامِ لعال | کرد بسجده قدِ خود را هلال
هر کس ازاں سجده که حالی نمود | صورتِ آں صورتِ قالی نمود
زاهلِ سپه تا بخداوند کوس | یافت همه کس شرفِ دست بوس
از پسِ آں خدمتی آمد بپیش | هدیهٔ شاهانه ز اندازه بیش
جام زر و جامهٔ زرّیں علم | با تحف و اسپ و طرائف بهم
حاجب فصل آمد و تفصیل داد | کرد مفصّل همه در فصل یاد
خدمتی اندر محلِ عرض گاه | گشت چو مقبول باقبالِ شاه
عرض در آمد باسیرانِ رزم | کز پیِ شاں لشکرِ شه کرد عزم
کافرِ تاتار برون از هزار | کرده دگرگونه با شتر سوار
سخت سرانی بوغا سخت کوش | هر همه پولاد تن و پنبه پوش
روی چو آتش کله از پشمِ میش | آتش سوزاں شده با پشمِ خویش
سر تراشیده ز بهرِ قلم | زاں قلم انگیخته خذلاں رقم

آمده پیرامن داخل ستاد — شد علمِ داخل ازو پرّ زباد
رمل صفت لشکر و چمتره[1] علم — داخلِ نصرت شده ازوی حشم
چون گره بر کوسِ مسین داد بوس — زد مسِ او بادِ ترِ رویینه کوس
کوفت چو آن کوسِ شغبناک را — گوش فتاد اشترِ افلاک[2] را
ازسرِ داخل یلِ[3] کافرشکن — گشت پیاده چو گل اندر چمن
داد شهش خلعتِ گلگون بر — گل ز زر د شبنمِ او از گهر
قند زِ زرّین چو فلک مو بمو — فرق بموئے ز فلک تا بدو
جامهٔ خز جوهرش از جفت طاق — جوهرِ فرد آمده بالاتفاق
جوهرِ آن جز[4] و که فردش لقب — یافته تقسیم بجز و این عجب
در صفا و جمله سرانِ نبرد — زنگ برنگ از سلبِ سرخ و زرد
موے میان در کمرِ زر شده — رشته بیاقوت و گهر در شده
هر چه که بودند امیرانِ شاه — هر همه در چرخ چو خورشید و ماه
کارگزاری که بقیمت گران — جائی کارگزارانِ جهان
بسکه خوے داد خوی از تن برو — آب چکید از تنِ خوے آب گون

---

[1] بزبانِ ترکی سنجِ علم ۱۲ [2] فلک را بوجه کوزه پشتی به اشتر هم تشبیه دهند ۱۲
[3] پهلوان و شیر مبارز ۱۲
[4] جوهرِ آن جز که لقب او فردست ۱۲

گشت یلی[۱] گو همه بر بانگِ نے　　　ہمچو زناں نوحه کناں پی به پے
از روشِ مویِ شاں پرورش　　　از غش[۲] و پاشن و سنسن خورشش
قصه شنیدم هم از ایشاں که گر　　　ایں تکند قے بخورد آں دگر
خوردنِ قے را چو پے اندیزند　　　عیب نگیرم که تبرک قے اند
نام ولایت　غارتگر
مائده شاں از خورشِ زشت قے　　　واں که به بیند قیش آید پیے
اصل زسگ لیک بزرگ استخواں　　　گربه یخنی شده بر روئے خواں
کوه تناسے نشتر کرده جائے　　　کوه شده بر سرِ کوهاں بپاے
شه بعجب زاں همه روهای زشت　　　کاید شاں زاتشِ دوزخ سرشت
دیو سپید آمده هر یک برو ے　　　خلق بلاحول زهر چار سوے
رخت چو بربست اسیرانِ بار　　　در عددِ کشته درآمد شمار
سر بسرِ نیزه بسے داشته　　　سر ز پسِ مردگی افراشته
نیزه سر افراخته از حد برول　　　بیشتر از نی به نیستاں درول
پوست در وں کرده پر از کاه و کسی　　　از خسے افتاده به دیگر خسے
برسرِ چوبے سرِ پرکه شده　　　تلخ براں غرّه موجب شده
چوں سخن از سر زدگاں قطع گشت　　　بیچشِ سر رشته با پایاں گذشت
اسپ چه گویم همه تاتاری اصل　　　بند به بندش هنر کرد وصل

۱ یلی گو یا یلی زن سراینده و خواننده ۱۲　۲ هرسه انواع گیاه بسیار بدطعم و زشت بو ۱۲

رخنه شده طشتِ مس از چشمِ تنگ | دیده در انداخته در رخنهٔ سنگ
زشت‌تر از زنگ شده بوی شان | پست‌تر از پشت شده روی شان
چهرهٔ شان دبّهٔ نم یافته | جای بجا کنجلک و خم یافته
از رخِ تا رخ شده بینی پهن | واز کلّه تا کلّه لبالب دهن
بینیِ پُر رخنه چو گورِ خراب | یا چو تنوری که ز طوفانِ آب
موی ز بینی شده بر لب فراز | سبلتِ شان گشته بغایت دراز
ریش نه پیرامنِ چاهِ زنخ | سبزه کجا بر دمد از روی یخ
گرد زنخ شان ز محاسن کنار | اهلِ زنخ را بمحاسن چه کار
سبلتِ چون سیخ چو تماچ[1] روی | رشته همین نعمتِ شان در گلوی
از سپشان سینه سفید و سیاه | کاشته کنجد بزمینِ تباه
روغن اگر خلق ز کنجد چشید | کنجدِ شان روغن از ایشان کشید
بر تنِ شان از سپشِ بی‌شمار | پشت چو کیمخت شده دانه‌دار
پشت چو کیمخت سزای درفش | چرم قفاگاه سزاوار کفش
نیم تن از موی بره در خراش | نیم سر از بیم سپش در تراش
بیرقِ لعنت ز سر افراخته | پرچم[2] و طاسیش ز سر ساخته
خورده سگ و خوک بدندانِ بد | هر همه دندان خرد[3] ی خرد

---

۱ قومی از مغلان ۱۲ ۲ پرچم قبه را گویند یعنی بیرق ایشان همین سر ایشان بود ۱۲
۳ دندان خرد که آن را در عربی ضرس العقل و در هندی عقل ڈاڑھ گویند ۱۲

گشت رواں گُرہ پیل از شکوہ — خاک بلرزید و بجنبید کوہ
پاے کشاں شد جل زرینہ طرز — دامن کہسار درآمد بلرز
ہر یک از یں گنبد زنگیں بپاے[1] — در رخ صحرا شدہ گنبد نماے
تاش بہ پیش نظر آید بدی — گور کند زیر چناں گنبدی
از دہل ہندی و از کرناے — وز شغب طاس و نفیر درلے
شد ہمہ روے زمیں اندر خروش — در سر ہر پیل[2] گراں گشت گوش
پیل کزاں غلغلہ آواز داد — کوہ تو گوئی کہ صدا[3] باز داد
پیکر شاں پیش شہ ارجمند — بست سدے پیش سکندر بلند
شاہ بفرمود کہ بردند پیش — گاو قوی ہیکل و نر گاومیش
بستہ فگندند دو گا نرا بہم — پشت زمیں شد ز گرانی بخم
پیل بیک حملہ کہ جنبش نمود — ہر دو بیک گوشۂ دنداں ربود
بلک بدنداں چو بکیں در گرفت — گاو زمیں را ز زمیں بر گرفت
گاو کزاں کوہ ببالا پرید — چوں بزکوہی بہ بلندی رسید
دور چو بگذشت ز گاومیش و گاو — شد بخر افسار[4] مغل کاوکاو
رشتہ کہ دادند بدیناں دراز — رشتہ گرہ ہاے دگر کردہ باز

---

[1] بمعنی جست ۱۲ [2] یعنی ہر پیل کر شد ۱۲ [3] آوازے را کہ از کوہ و گنبد باز آید صدا خوانند ۱۲ [4] خر افسار رسنیکہ در گردن سگ وغیرہ بندند ۱۲

گوش سناں ساختہ پرچم ز موے | پرچم سر بستہ بہ زیر گلوے
کاسہ سمانی ہمہ صحرا نوش | تلخ کمیتانِ برآوردہ جوش
سخت چو سنگے تنِ کشتی نماے | کشتیِ سنگی و باآب آشناے
چوب شدہ از روشِ بی قیاس | کرسیِ چوبیں شدہ زیرِ پلاس
باد بہمراہیِ شاں گشتہ لنگ | یافت ز ہر پاے عصائے بجنگ
چوں بگیا در زدہ دندانِ میش | بیخ زمیں کندہ ز دندانِ خویش
لقمہ شود کوہ بہ بیدانِ شاں | سنگ نیاید تہِ دندانِ شاں
چوں فرس افسار با خور سپرد | میر سلاح اسلحہ را پیش برد
تیر و کماں را چہ تواں صفت کرد | بر سرِ پیکاں[۱] ز بلا آب خورد
بیلکِ[۲] شاں از سرِ چوبِ سپید | برگ بروں آمد از شاخِ بید
یافتہ از کلک خطائے عطا | وصل خطا کردہ و دور از خطا
سخت کمانہاے تتاری شکنج | آمدہ از چوبِ[۳] اتابک برنج
ہر کہ بہر گوشۂ او خانہ ساز | خانہ شدہ کوتہ و گوشہ دراز
بود نہ چنداں کہ تواں برشمرد | رفت سلاحی بہ سلح خانہ برد
آمدہ فتح چو از پیش رفت | ہر گہرے در محلِ خویش رفت
پیل طلب کردہ شہِ پیل زور | کاورد آں بے مکاں را البشور

---

۱ پیکاں آبِ بلا خوردہ بود ۲ بیلک مصغر تیر شکاری و فیلک بالفارسی لغتے ازو ۱۲
۳ چوبِ اتابک چوبے کہ بدو گردشِ کماں راس کنند ۱۲

تری نم گشته مرکب برود | نام ترنّم شدش اندر سرود
نور نشاط از افق جام تافت | شه زمی و مے ز لبش کام یافت
باد همه وقت بشادی و ناز | باده کُش و خصم کُش و بزم ساز
گفت همی زهرهٔ بربط زنش | این غزل تر ز زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برهم | تیر بکشاے کز نظر برهم
آشکارم بکُش که تا بارے | هم ز سر هم ز دردِ سر برهم
خشم کن تا بمیرم اندر حال[1] | از تو وز خویشتن مگر برهم
باخودم جرعهٔ ببخش از لب | تا ازین عقلِ حیله گر برهم
بیتو دایم چگونه باید زیست | اگر از مرگ پیشتر برهم
گفتیم خوش بزی و عشق مباز | زنده از دستِ تو اگر برهم
وه[2] که شب درمیان کنم هردم | از تو روزے که ای پسر برهم
جور کردی بآه رخصت ده | بو که از سوزشِ جگر برهم
غمِ خسرو بگویمت که اگر | از رقیبانِ بے هنر برهم

---

[1] اے علی الفور و بلا تاخیر ۱۲

[2] کلمۂ تعجب ۱۲

هر گرہے سخت کزاں رشتہ داد | پیل بدنداں گرہش بر کشاد
خرد شدندازتہ کوہِ گراں | گرچہ کہ بودند بزرگ استخواں
پشت بہ پشت ارچہ کہ از بہر جنگ | آمدہ بودند کمر بستہ تنگ
گشتہ ہماں نوع شدہ تن بتن | بستہ گرہ پشت بپشت از رسن
شاہ بفرمود کہ دہ گاں بہم | سخت بہ بندند شکم بر شکم
پیل کزاں جملہ بروں تاختند | آں ہمہ را پیش وے انداختند
تن بزمیں کرد زمالشن[1] جیل | سر بہوا رفت چو بالشت[2] پیل
گر سرو پا شاں ببریدی ز پیش | فال گرفتندے زاحوال خویش
فال نگہ کن کہ کجا سر کشید | واں سرو پا بیں کہ کجا بارسید
چوں تنہ چند زامیر صدہ | دست اجل داد بدام وددہ
وانچہ دگر ماند شہنشاہ دہر | کرد رواں از پئے تشہیر شہر
روز بداں مشغلہ مشغول بود | گاہ کرم گاہ سیاست نمود
چوں فلک از شیشۂ خود گاہِ شام | جام فرو بردہ بدور مدام
ہم بفرو بردن جام از دروں | داد ہمہ گوہر خود را بروں
شاہ طلب کرد شراب رحیق | شیشہ درآمیخت گہر با عقیق
شد لب قرابہ ز مے خوں فشاں | گشتہ رگ چنگ بخونش کشاں

---

[1] یعنی از مالیدن پیلاں ۱۲ [2] تکیہ، در اوائل پیلاں را تعلیم بہ برانداختن تکیہ می کنند ۱۲

منزل جیور ز نزول سپاه | ماند تہی از علف و از گیاه
حکم چناں رفت ز زرّیں سریر | کز صف لشکر ز دو سو چند امیر
نامزد و باربک در کمند | در ہمہ تدبیر بد و ہم ہمند
باربک و تیغ زنانِ سپاه | طبل زناں پیش گرفتند راه
کوچ بکوچ از شدن بے درنگ | لشکر شاں رفت گذارائے گنگ
گرم بآبِ سرو در رسید | در سرو رفت عناں در کشید
پیش درآمد ز بزرگان پیش | چند ملک با سپہ و ساز خویش
خان کرہ چھجوے کشور کشائے | کز لب خاناں کرہ بستش بپائے
سردار ۱۲ — برادر غیاث الدین
چند ہزارش ز سوار نبرد | ساختہ ہر چہ نخیزد ز مرد[1]
خان عوض نیز بفرمانِ شاه | کرد بیک جائے فراوان سپاه
باربک و شاں ہمہ یکجا شدند | ساختہ کار مہیا شدند
لشکر شاں شد ز صف با شکوه | از لب آب سرو شش کروه
تیغ زن مشرق ازاں سوی آب | تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
در ہمہ خشکی و تری لشکرش | بردہ ز عالم ہمہ خشک و ترش
یافت خبر ز آمدن آں سپاه | کز پے شمشیر بریدہ است راه
از غضب افگندہ برابرو گره | وز پے کیں کردہ کماں را بزه

---

[1] ہر قدر کہ مردانگی از مرد بظہور آید یا قدر کہ سلاح مرد بردارد و آنہا برداشتہ بودند ۱۲

نامزد گشتن لشکر بیزک سوے اودھ

صد سرافراز و ملک باربک اندر سرِ شان

کرد چو شب نوبت خود را تمام — صبح[1] دہل برد ببالاے بام

نوبتِ شاہ شد اندر عمل — نوبت او شد بدما مہ بدل

لشکر اقلیم ستاں کوچ کرد — چرخ و زمیں ہر دو یکے شد گرد

ماہ علم بعدِ دو منزل بعَون — عکس نما شد بلبِ آبِ جَون

کرد تہی آں سپہ اندر شتاب — ہم ز زمیں کاہ ہم از جون آب

گرد چناں کرد دراں رہ اثر — کآبِ رواں تیرہ نمودش بدر

گرد سپہ بس کہ بجون او فتاد — جون جزیرہ شد و پایاب داد

گر بدے آنجا دو سہ روزی مقام — بستہ شدی پل ز غبارش تمام

آمدہ با لشکر دریا شکوہ — رفت بپایاب گروہا گروہ

عبرہ[2] شہ داد بیک روز عون — عبرہ[3] یک روزہ عالم بجون

نغمۂ زلب جون سپہ را بخواست — دور نشد دست چپ از دست راست

روز دگر چوں فلکِ آبگوں — داد رواں چشمۂ خود را بروں

کوکبۂ شاہ رواں شد ز آب — کرد سوے منزل جیور شتاب

---

[1] یعنی صبح بلند شد و برآمد ۱۲ [2] یعنی درآمد شہ یک روز عون داد جون را ۱۲

[3] بالکسر خراج و بالفتح گذار شدن ۱۲

لیک چو هم چشمِ[51] من این نور برد | چشم خود از خود نتواں دور برد
من ز پدر فسحتِ[52] پدر یافته | تاج دریں ملک پسر یافته
چوں کلهم را بسرم شد پناه | کس نزباید ز سر خود کلاه
هر که فرستادهٔ آں درگه است | بندهٔ موروثِ درِ این شه است
بنده که با شاه شود کینه جوے | خلق چه گویند-تو هم خود بگوے
خود که تواند که دریں داوری | پیش من آید بزباں آوری
این قدرم دست دریں کار هست | کت بنمایم بچنیں کار دست
لیک چو من با تو شوم همعناں (برابر) | فرق چه گوئی چه بود درمیاں
مس که زر اندود کنند زرگرش | کس نستاند بهاے زرش
عیبِ ترازوست که چوں برکشد | آهن و زر هر دو برابر کشد
نے ز فرستاده دلم عیب جوست | آنکه فرستاده-عتابم بروست
در دلم آید که برآیم به تیغ | خوں بدلِ خاک دهم بیدریغ
مشرقیم هندیِ[53] (شمشیر ۱۲) من چرخ تاب | کس نزده تیغ به از آفتاب
لیکنم این پایه زیانِ خود است | حرمت تو نیست از آں خود است
گر سپهم در تو رساند گزند | جانِ من است آنکه بماند نژند
ور ز تو در قلب من آید غبار | هم تو شوی در رخ من شرمسار

---

۵۱ فرزند من بادشاه شد ۱۲ ۵۲ یعنی درحالت حیات خود غیاث الدین مرا مرتبه بادشاهی داده بود ۱۲
۵۳ هندی تیغ دورویه دپولاد هندی رمز آفتاب زیراکه آفتاب هم دورویه است ۱۲

جُست رسولے کہ گذارد پیام — ہرچہ بگویند بگوید تمام
گر سخن از صلح بود یا نبرد — کم نکند ہیچ ز نیروے مرد
دید کہ کس نیست ز برنا و پیر — در خور این کار چو شمس دبیر
پیش طلب کرد پیامے کہ خواست — سوے مخالف ز کرشے کرد راست
کین منم اینک شہ مشرق کشای — بر حد مغرب شدہ تیغ آزمای
آنکہ علم از سر مغرب کشید — پایش ازیں پایہ[1] بمنصب رسید
لشکر آں ملک غلام من ست — خطبۂ آں تخت بنام من ست
ملک ز من چشم[2] مراد او نور — خانۂ خویش ست ز فت ست دور
رشتۂ من گر بگہر بر دسر — مالک[3] آں سلک منم در گہر
آنکہ برآرد ز میانہ غبار — تیغ بدست ست مرا آبدار
اے کہ بپیش آمدی از راہ دور — کین نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردۂ از خوان ما — دست چہ داری ز نمکدانِ ما
چوں تو نمک در ہمہ مذہب حلال — گر تو حرامش کنی اینک وبال
گر پسر از غیبت من ملک یافت — روے نخواہد ز پدر باز تافت
ہم تو کزیں راہ ترا آگہی ست — وارث ایں ملک ندانی کہ کیست
گرد گرے در محلِ من بُدے — تیغ منش بر سر و گردن زدے

---

۱ یعنی از مرتبہ من ۱۲ ۲ یعنی فرزند را بادشاہی ۱۲ ۳ مالک آں بادشاہی ۱۲

رفت فرستادہ و رازِ نہفت ‌‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ هر چه که بشنید بشه باز گفت
شه چو خلافے ز مخالف ندید ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ زانچه همی گفت زبان در کشید
دست بے بردو بیاراست بزم ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ دور شد از پیش همه سازِ رزم
گشت بمیدان طرب ناشکیب ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ بس که گراں شد[۱] زکمیتش رکیب
باده همی خورد بر آئین کے ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ گنج همی داد بهر جام مے
گنج بر دُر رنج و لے گنج سنج ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ در کشش گنج همی برد رنج
لعل فشاں ساقیِ زرّیں کمر ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ گشته چو خورشید فلک لعل گر
شاه براں سو بطرب گستری ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ باربک ایں سوے بعشرت گری
ساغر ضحّاک همی خورد شاد ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ از کرم شاهِ جهاں کیقباد
باد خوش از بادهٔ شادی سرش ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ شاهد دولت بکنار اندرش
ساز طرب مطرب او راچنگ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ بر دل زهره شده زو پرده تنگ
کرده بگوشش غزلِ من عمل ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ حال منش گفته بگوش ایں غزل

غزل

از دل پیام دارم بر دوست چوں رسانم ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ آنجا که اوست جاں را پنهاں درون رسانم
گفتی که جان خود را کس چوں بکس رساند ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ گر در حضور باشی دانی که چوں رسانم

---

[۱] عبارت از شراب پیاله ۱۲

باش کہ تا در رسد آں کینہ کوش | مہر مرا بیند و ماند خموش
رفتہ فرستادہ و برد ایں پیام | گفت بلشکر کشِ کشور تمام
خان سپہ باربک تیز ہوش | کرد چو زاں گونہ پیامے بگوش
درخورِ آں داد جوابے سرہ | سختہ بمیزانِ ادب یکسرہ
گفت ازیں بندۂ حضرت پناہ | سجدۂ تعظیم رساں پیش شاہ
باز نما کاے بسر بر سرے | یافتہ از تاج گہر برترے
تاج ترا از گہرت باد نور | چشم بد از گوہرِ تاج تو دور
من کہ فرستادۂ شاہ خودم | بر خط اخلاص گواہ خودم
شاہ کہ از تاج کیاں سرکش ست | تخت پدر داشتن نگہ زاں خوش ست
غیبت تو جاے تو نگذاشت ست | غیبت ازیں بہ کہ نگہداشت ست
شیر دگر در پئے ایں صید بود | شیرے او بیں کہ چگونہ ربود
نامزدم کرد کہ در ہر دیار | دشمن او را ندہم زینہار
زانچہ اشارت بمن ست از سریر | تیغ گزارم کہ ندارم گزیر
گر دگرے پیش من آید بہ تیغ | تیغ خورد از من واز خود دریغ
ور ز تو از دور ببینم حضور | گر نہ گریزم شوم از پیش دور
عطف کنم لیک نہ از بیم کس | از پئے تعظیم شکوہ تو بس

۱؎ فرزند تو ترا تاج ترا نور شدہ است ۱۲ | ۲؎ یعنی من با معزالدین بدل و جان موافق ہستم ۱۲

هر دم صبح که دما دم گرفت — آتش خورشید بعالم گرفت
دشنه که خورشید زد و سایه خورد[1] — در سپر سایه بسے رخنہ کرد
ماند در آں رخنہ ز آتش نشاں — چرخ بهر رخنہ شد آتش فشاں
بسکه ستد روز جهاں را ز تاب — دیده نشد نقش شب الّا بخواب
صبح هم از تافتن[گرمی] شب برست — طالب شب گشت چراغی بدست
تافته از گرمی خود آفتاب — تابش او کرده جهاں را بتاب
شب شده چوں روز دی[2] اندر گداز — روز چو شبهاے زمستاں دراز
بیش بقا روز بمانند سال — بیش بقا تر شده بعد از زوال
تیزی خورشید هم از بامداد — کرد حک از کاغذ شامی[3] سواد
خلق کشاں در پئ سایه رخت — سایه گریزاں به پناهِ درخت
جانب سایه شده مردم رواں — سایه بدنبالهٔ مردم دواں
بسکه شده سایه ز گرمی سیاه — گرم[4] در انداخته خود را بچاه
خواست کند خلق ز گرمای خویش — در پئ سایهٔ خود جای خویش
لیک ز تاب فلک تابناک — سایه[5] نماند از تن مردم بخاک
گرم چناں گشت هوا در جهاں — آتش گویند بسوزد[6] زباں

---

[1] اے سایہ پارہ پارہ شد ۱۲ [2] در ماہ دے چوں آفتاب در قوس رسد روز کوتاہ و شب دراز گردد ۱۲ [3] کاغذ شامی نیلہ رنگ میباشد کنایہ از روز ۱۲ [4] شتاب یا سوزاں ۱۲ [5] وقت استواء آفتاب ۱۲ [6] یعنی اگر لفظ آتش بر زباں آرند زبان بسوزد ۱۲

آں بادرا که جاناں از تو جوابم آرد | یک جاں اگرچه باشد صد جاں فزوں رسانم
جاں می بری ز سینه دارد گرانی از غم | تو دست خود مرنجاں تا من بروں رسانم
گیرم جواب ندہی دشنام گوے بارے | تا من بداں عنایت دل را سکوں رسانم
آنجا که کشته شد دل شمشیر تیز برکش | تا سر نهم بهانجا خوں را بخوں رسانم
حکم ار کنی بمردن بر دیگراں تو دانی | لیکن اگر بخسرو فرما کنوں رسانم

صفت موسم گرما و بره رفتن شاه

ابر بالاے سر و باد بدنبال دواں
عبارت از چتر — عبارت از اسپاں

خانه چو خورشید بجوزا گرفت | رفت درانخانه دروں جا گرفت
رفت درانخانه تیر از مسیر | محترق[1] از آتش خورشید تیر
باد[2] ز جوزا شده آتش زهر | سوخت جهانے ز زمیں تا سپهر
چرخ چو شد صیقلی تیغ خور | بست ز جوزاش دو رو[3] یه کمر
خانه خیش[4] از خنکی و تری | یافته از خرگه مه برتری
اختر بد مهر فلک گرم کیں | گرم شده مهر[5] فلک بر زمیں
مهر ز جوزا (آفتاب) بدورو (دوپیکر) گرم خوے | گرم[6] بود هر که بود از دو روے (منافق)

---

[1] یعنی با هر ستاره که آفتاب قران کند آں ستاره را محترق خوانند گرماه و عطارد اکثر اوقات در احراق باشد ۱۲
[2] چوں آفتاب در جوزا درآید باد گرما بسیار باشد ۱۲ [3] بسبب دو پیکر دو رو یه گفت ۱۲
[4] خیش نوعے از کتاں که در گرما از و خانها آراسته کنند ۱۲ [5] سقف و آفتاب ۱۲ [6] کثرت التوضیح من النفادر ۱۲

صفت خربزه کز پر دلی آنجا که بود
تیغ و طشتیش مهیا بسر آید غلطان

خربزه گوئی که بصحرا اُو گشت | گوئے ربود از ثمرات بہشت
گوے شکم بستہ بچوگانش رہ | گوئے یکے بینی و چوگانش دہ
سبز خطے در خط او موے نہ | مشک دمے مشک بہاں بوی نہ
ساختہ در آب کمانش کمیں | چاشنی و آبِ کمانش ببیں
رنگ[1] زہش سبز و کماں آبگوں[2] | زہ[3] ز بروں بستہ کماں از دروں
بر سر ہر میوہ کلہ در شدہ | بہر کلہ را ہمہ تن سر شدہ
از مزہ گِرد آمدہ در روے نبات | خام خضر پختہ چو آب حیات
گرچہ از و چشم کِساں درد کرد | روشنیِ چشم من ست آں نہ درد
خلقِ جہاں بر اینچنیں وقت شاہ | داشتہ در سایۂ چترِ سیاہ
ہیچ ز خورشید نبود آگہی | در کنف دولت ظلّ اللہی
باچنیں آتش کہ بود سنگ نرم | بر سپہ شاہ نشد باد گرم
ہیچ کسے را نہ ز خورشید غم | سایہ کناں بر سر لشکر علم
باہمہ تابی کہ نمود آفتاب | تافتہ از خیمہ نشد یک طناب

---

[1] یعنی خط سبز خربزہ ۱۲ [2] پرکالہ خربزہ یا مغز ۱۲ [3] خط سبز خربزہ ۱۲

خون برگ مرد زبون آمده   خوے شد از پوست برون آمده

پاے مسافر بره گرم دور   زآبله پر قبّه چو نانِ تنور

زآتش گرما که شد از سر جواں   آهوے صحرا شده آهوی خواں
بریاں ۱۲

چوب شد از غایت خشکی نبات   از پئے یک شربت آبِ حیات

سبزهٔ دُرپاشِ زمرد نماے   کاه شده بلکه شده کهرباے

خشک شد اندام گل از رنج باد   باد در اندام کسے رامباد

لاله سیه گشت زخشکی چو مشک   خون بسیاهی کشد از گشت خشک

سنگ که آتش زوے آید بروں   ماند ز خورشید در آتش دروں

باد زنهٔ دست بدستِ همه   وز دم او باد بدستِ همه

یافته دامے بطلسمی تمام   باد هوا[1] کرده مسلسل بدام

اصل[2] زنخلے که بمریم رسید   باد مسیحش بنفس هم رسید

گرم هوا بر سر هر میوه زار   گرمی او پختگی آورد بار

بر سر هر میوه زتاب تموز   مرغ شده پخته مخور و خام سوز

زآتش خورشید که شد میوه پز   بلبل و گنجشک شده میوه گز

خشک شده برگ درختاں بشاخ   میوهٔ تر گشته ببستاں فراخ

---

[1] یعنی معجزهٔ دم عیسیٰ در احیاء اموات ۱۲   [2] یعنی درخت خرما و باد زنه از برگهای او راست کنند دوران شب که مهتر عیسی علیه السلام زاد درخت خرما که خشک بود بدعاے حضرت مریم آن سبز شد و بار آورد گویا که درخت را باد مسیح رسید که سبز شد ۱۲

یوز رواں گشتہ بہر سوے صف | زو ہمہ پُر خال شدہ رُوی صف
تند چو شیرے کہ بجا یک روی | شیر ہمی گشت زبے آہوئی
بود بسے بچۂ آہو ربا سے | دست درازیش بکوتاہ پاے
سگ کہ بسے خون شکارے مزید | داد بخصم از بن دنداں گزید[1]
رفتن خرگوش بصحرا چو باد | بس کہ بسگ بازی روباہ داد
از زدن تیغ سواراں بوزن | گشتہ بصد شاخ سرِ ہر گوزن
گرگ گریزاں بوحل شد اسیر | شیر نہاں شد بنیستانِ تیر
گرگ کہ بارانش بسے بود یاد | دید چو بارانِ خدنگ ایستاد
شیر بہ تپ لرزہ بُد از بیم مرگ | بود گراں روز و شب اندام گرگ[2]
بہر نہاں کردن بالاے خویش | غار کناں گرگ ہم از پای خویش
خوک کہ دنداں گرازی نمود | طعمۂ سگ شد زگرازی[3] چہ سود
لشکر ازیں گونہ جہاں می نوشت | ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت
تا علم شہ بعوض در رسید | از پئے دہلی عوضے شد پدید
نصب شد اعلام شہنشاہ دہر | بر لب گھگھر بجوالی شہر
گھگھر ازیں سو سرو زاں طرف | از تف لشکر بلب آوردہ کف
روز دگر شاہ بر آئین گشت | آمدہ زاں سوی عوض برگذشت

---

[1] بمعنی جزیہ کہ از کفار ستانند ۱۲ [2] مخفف کرگدن رگینۃ ا ۱۲ [3] بمعنی رفتار کہ از روے ناز وتکبر باشد ۱۲

تاب خور از چار فلک در گذشت — خیمهٔ کیتوش گذشته نگشت
پرتو خور نیز گہِ گرم گاہ — در پئہ خیمہ ہمی جست راہ
لیک ہمہ پردہ کشاں برطناب — تا نہ رود چشمہ دروں آفتاب
گشتہ پر از خرگہ شاہاں زمیں — بر ہمہ چوں مہ شدہ خرگہ نشیں
خانہ کہ یک روزنش اندر میانست — از تف خورشید درو صد فغانست
خرگہ شہ بیں ہمہ روزن تنش — پرتو خور در نشد از روزنش
خانہٴ چوبیش ز خشکی تری — یافتہ از خرگہ مہ[۱] برتری
خلق ز گرما شدہ جویاے خیش[۲] — کردکتاں لرزہ ز سرپاے خویش
لرزہٴ یک تو ے بہارے بتن — برگل صد تو بدریدہ کفن
بس کہ کتاں در بر شاہاں خزید — ماہ سمارا بلت خود کشید
جامہ تنک ساختہ ہر کس چو گل — خانہ خنک داشتہ بر بوے مل
شہ بگہِ کوچ ہمی شد چو شیر — چتر بسر کردہ و توسن بزیر
تابش گرماش گزندے نداد — کش بز برابر بد و زیر باد
تند ہمی راند کشادہ عناں — از گذر و دشت شکار افگناں

---

[۱] خرگہ مہ کنایہ از برج سرطان کہ خانہ قمرست و آن برج بر فلک ہشتم ست و یا مراد فلک اوّل کہ قمر بر فلک اوّل باشد ۱۲

[۲] نوعے از کتاں کہ در موسم گرما می پوشند ۱۲

تیر برآورد زکیشِ خدنگ	وز سرِ کیں کرد کماں را بچنگ
غرق درآورد چناں بر گشاد	کاتشے از تیر بکشتی فتاد
گرچہ کہ آں زخم بکشتی رسید	خستگی زخم بدریا کشید
تیر کہ در کشتیِ شاں رخنہ کرد	از سر کشتی بتہ افتاد مرد
رفتہ فرستادہ بصد حیلہ باز	پیش شہ شرق عیاں کرد راز
شاہ کہ از خون خود آں زخم دید	نالہ چو تیر از دل بر کشید
خشم ہمی گفت ز کینش سخن	مہر ہمی گفت کہ ہے ہے مکن
گفت بخود کای دل تنگ و خراب	قلب شدہ نام تو از انقلاب
مہر چہ جوئی بوفائے کہ نیست	روی چہ بینی بصفائے کہ نیست
چوں طلبی داردی چشم از کسے	کز پئے چشمت خلہ دارد بسے
پیش کہ گویم ز خودم شرم باد	کز پئے خونِ خودم اندر فساد
گشت چو فاسد بتنِ مرد خوں	بہ کہ بہ نشتر کند از تن بروں
تیر کہ بر دیدہ رسد خوں بود	دیدہ کہ خود تیر زند چوں بود
آنکہ چنین ست نویدم ازو	بہتر ازیں بود امیدم ازو
حیلہ چہ سازم بچنیں کار تنگ	با پسر خویش کہ کردہ ست جنگ
گر پسرم راز جوانی و ناز	عزم بر آں شد کہ شود رزم ساز
من کہ جہاں دیدہ و کار آگہم	چوں غلط افتد بچنیں جا گہم

کرد صفے برلبِ آب رواں — سو دہم پہلوے ہر پہلواں
در عقب شاہ سوارے ہزار — جملہ سرانِ سپہ و نامدار
تیغ زن مشرق ازاں سوی آب — کرد چو روشن کہ رسید آفتاب
کوکبۂ خویش چو مہ راست کرد — ماہ ازو کوکبہ درخواست کرد
برلبِ آب آمد و آراست صف — تافت دو خورشید ز ہر دو طرف
چشم پدر بہرِ جگر گوشہ تر — گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر
در پسر از دور نظر در فگند — وز مژہ در آب گہر در فگند
روے بدستارچہ میکرد پاک — تا نچکد گوہر چشمش بخاک
دُر کہ بدستارچہ شد بارہا — رشتۂ دُر گشت ہمہ تارہا
در عرقیہ قطرات عرق — شبنم گل بود بروے ورق
دید چو شہ سیل مژہ بیکراں — حاجب خود کرد بکشتی رواں
گفت بحاجب کہ ازیں چشم تر — مردمکِ چشم مرا دہ خبر
نیست بتو حاجت دیگر سخن — خود سخن من ببرد اشک من
حاجب فرزانہ بآنجا شتافت — نشست بکشتی و رواں شد چو آب
چوں بمیانِ ـہِ وُدر رسید — پور معزّے ز کرانش بدید
گرچہ بباطن اثر مہر داشت — لیک بظاہر نظر کیں گماشت
دید بکشتیش پراں گونہ تیز — کاتشے برخاست ازاں آب خیز

مہر نما گشت چو آبا بسپہر — خونِ شفق گشت کشان سوے مہر
جُست پیام آوری از آگہاں — آمده و رفته به پیش شہاں
گفت بدو نکتهٔ پنہانِ خویش — کرد تلقینش زباں دانِ خویش
کز پدر اوّل برسانش سلام — وآخرش آئینِ دعا کن تمام
وانکه از آئینه بروں ده خیال — صورت ایں حال بگویش بحال (فی الحال ۱۲)
کای خلف از راهِ مخالف بتاب — تیغ بیفگن که منم آفتاب
در نسب از ملک خلافت مراست — تو خلفی سر بخلافت[۵] خطاست
غصب مکن منصبِ پیشین ما — غصب روا نیست در آئینِ ما
از پدرم کے رسد ایں فن بتو — از پدر من بمن از من بتو
گر ز خود ایں نقش گرفتی بدست — سوے خدا بین و مشو خود پرست
ور ز بد آموز رسد ایں ره پدید — گفتِ بد آموز نباید شنید
خصم بصد دست گر افسون کند — ناخن از انگشت جدا چوں کند
دجله چو آمیخته گردد به نیل — ہست جدا کردن آں مستحیل
کار شناسانت که پیرا منند — گر بزباں با تو بدل با منند
گر ز زر پخته دہی شاں عیار — نیز ز خامیست کنند ایں شمار
آنکه شکوه منش اندر دل ست — خدمت تو کردن ازو مشکل ست

---

۵ خلاف بمعنی دشمنی و تائے خطاب ست ۱۲

گر رسد آزار ز تیغ منش | جان من آزرده شود در تنش
ور ز خدنگش بمن آید گزند | او هم ازین درد شود دردمند
ور نه زنم تیغ بران تیغ زن | حمل شود هم بزبونی من
چاره ندانم که درین کار چیست | بخت که داند که درین یار کیست
با خود ازینسان گله مے نمود | وانچه پسر گفت ز دل مے شنود
روز چو در پرده بپوشید راز | راز برون داد شب پرده ساز
کرد همه شب گله آفتاب | کا دست من زاده و من زو خراب
بادشه شرق همه شب نخفت | جز گله زین سان که بگفتم نگفت
بود بحیرت که چو شب بگذرد | روز دگر چاره چه پیش آورد
گر پسر از تیغ کشاید زبان | چون گره صلح نهم درمیان
ور ز رخ صلح برافتد نقاب | معذرتش را چه نویسم جواب
تا بسحر بود بگفت و شنید | کز شب زاینده چه آید پدید

ذکر پیغام پدر سوی جگر گوشه خویش
سوی یاقوت روان گشتن خونابه کان

چون دل شب حامله مهر گشت | بر شب حامل مه کامل گذشت
حامل یک ماهه نه بل یک شبه | تا جوری زاد دران کوکبه

رجوع

خون منی و دل من مہر جو ست | جوشش بسیار مکن زیر پوست
گوش کن این گفت و مکن گفت کس | بشنو و مشنو سخن این ست و بس
رفت فرستادہ و بگذشت آب | کرد ازاں جوے بدریا شتاب
بادشہ روی زمیں کیقباد | بود ہم از اوّل آں بامداد
ہمچو گل از بالشِ خود خاستہ | جایگہِ بار بر آراستہ
بارگراں داد کراں تا کراں | پست شدہ خاک ز فرقِ سراں
رفت رسول شہ مشرق چو باد | خاک ببوسید و زباں برکشاد
پردہ برانداخت ز راز نہفت | ہر چہ شہش گفت بشہ باز گفت

گفتنِ شاہِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر
قصۂ یوسفِ گم گشتہ بہ پیرِ کنعاں

شاہ ازاں چاشنیِ تلخ و تیز | تیز شد و تلخ ز روی ستیز
پاسخ انگیخت ز جنس پیام | قوت شمشیر و مدارای جام
گفت بحاجب کہ بشہ باز پوی | خدمت من گوی و پس آنگہ بگوی
کای سرت از افسر دولت بلند | رای تو از گنج خرد بہرہ مند
با منت از بہر تمنّاے ملک | خام بود پختن سودای ملک
ملک جہاں پختہ بمن شد تمام | کے دہم از دست بسودای خام

تا بچمن سرو بود سایه‌دار   کس نخزد زیر گیا سایه‌وار

در غلطی با من ازین دم مترس   وز غلط اندازی عالم مترس

گرچه جهان جمله بدیدی چو روز   لیک جهاندیده نگشتی هنوز

گرچه کنی دعویِ دانش ولیک   نیک بدانم که ندانی تو نیک

خردی و در کارِ خرد نارسید   دردِ سرِ خلق نیاری کشید

کودک اگر چند هنرپرورست   خرد[له] بود گر همه پیغمبرست

هر که درین ملک شبی روز کرد   بی‌ادبان را ادب آموز کرد

چون تو شب و روز ادب افزون کنی   بی‌ادبی با چو منی چون کنی

گرچه جوانی همه فرزانگی ست   این نه جوانی ست که دیوانگی ست

ای پسر ار چه پسری درخوری   لیک مکن با پدر این سروری

طفل شدی عمر چو طفلان گذار   جای بزرگان به بزرگان سپار

دُرِّ بزرگ از پیِ تاجِ شه است   لولوِ خورد از نثارِ ره است

کسوتِ شاهی که تو داری بدوش   شوکتِ من بنگر و بر خود مپوش

گرچه بگوهر (ذات) ز تبارِ منی   کی بمحل مرتبه دارِ منی

چشمهٔ چه ار چه که بالا شود   چشمه محال ست که دریا شود

بر سرِ خوان آی که هم توشهٔ   یاد نمک کن که جگر گوشهٔ

له قال النبی علیه السلام الصبی صبی وان کان نبی ۱۲

هردو جوانیم من و بخت من — با دو جوان پنجه بهم بر مزن
ملک و جوانی چو بهم برفروخت — کیست که از تاب دو آتش نسوخت
سایهٔ من کیست که جوید دلیر — صید بقوت که ستاند ز شیر
ورچه بر آئی تو بحجت چو میغ — هست مرا حجتِ قاطع ز تیغ
گرچه برویت نکشم در ستیز — ق — از پئے تعظیم تو شمشیر تیز
لیک تو دانی که چو کیں آورم — تیغ فلک را بزمیں آورم
در سپهم پا برکاب آورد — ریگ بیاباں بحساب آورد
شاہے از ینساں و سپاہی چنیں — گرد مینگیز براہے چنیں
جز تو کسے گر دم ازیں در زدی — سرزنش تیغ منش سر زدی
لیک توئی چوں آئے ایں سریر — من نہ ہم گر تو توانی بگیر
مرد سخن گوی چو پاسخ شنید — نانچہ ہمی گفت زباں درکشید
راز نہاں را بدل اندر نوشت — سوی فرستندۂ خود باز گشت
رفت بشہ پاسخ پیغام برد — ہرچہ بدل داشت زباں اسپرد
شاہ ازاں زمزمۂ بحر جوش — چوں صدف بحر فروہشت گوش
لختے از اندیشہ فرو شد بخویش — تا دل داناش چہ آرد بہ پیش
مصلحت آں دید ز رائے صواب — کانچہ بگفتند بگوید جواب

ا؎ در وقتِ واحد ۱۲ — ۲؎ برج اسد ۱۲

پختهٔ آخر دم خاناں مزن — من ز تو زادم نه تو زادی ز من

تخت نه زآباست مرا کز من ست — ملک عقیم و فلک آبستن ست

ملک گر از ارث بُدی ز بخت — کے شدمی پیشتر از تو بتخت

ملک بمیراث نیابد کسے — تا نزند تیغ دو دستی بسے

ور تو ز میراث پدر دم زنے — قصر سه جد راست ز من روشنی

هست ز یک سو بتو میراث شاه — من ز سه شاهم بتو میراث خواه

حضرت سلطان شهید کریم — خلده الله بجنان عظیم

راند چو در راه ابد عهد خویش — خواند و مرا کرد ولی عهد خویش

خود چو ازیں عالم خود رائے رفت — جائے خودم داد و خود از جائے رفت

کرد بجائے تو مرا تا جور — من پسرم لیک بجائے پدر

شه بحیات خودم ایں نقش بست — ملک من ست ایں دگر ار چه ز دست

گر تو ازاں شاه نکو زاده — من ز تو زادم که ازو زاده

مثل من اے یاد تو شادی مرا — هم تو نزادی که بزادی مرا

از تو اگر نام پدر روشن ست — خطبهٔ جد بیں که بنام من ست

نیستم آں طفل که دیدی نخست — بالغ ملکم ببلاغت درست

خرد مخوانم که ز دَور زمن — داد خدا دور بزرگی بمن

شرط ادب نیست مرا خرد خواند — بخت چو بر جائے بزرگم نشاند

نصیر الدین بن غیاث الدین بن شمس الدین ۱۲

پیش من از پری لشکر ملاف حاضرم اینک من و اینک مصاف
لشکر من نیست کم از لشکرت کشور من بیشتر از کشورت
من که سپه را بوغا رانده ام نه از سر بازی و دغا رانده ام
تیغ بر آن گونه کشیدم برون کش بلب سند بشویم ز خون
کافر اگر روی بتابد ز پیش از کجک پیل کشم سوی خویش
تا بگلوشان فگنم در رحیل سلسله از حلقهٔ خرطوم پیل
با چو منی تیغ فشانی مکن دولت من بین و جوانی مکن
لشکر من گشت چو صحرا خرام دور زمین گرد نماید تمام
در صف پیلان من آید بکار ابر بود قطره صفت بے شمار
پیل بجاے که بجنبد ز جاے پشت هزار اسپ کند زیر پاے
ورچه هزار اسپ کنند ایستاد کوه چه غم دارد از آسیب باد
اسپ تو باد آمد و پیلم چو کوه باد بکهسار ندارد شکوه
پیل بیک حمله صفے بشکند در صف پیلاں که شکست افگند
اسپ چو با پیل نماید ستیز چاره تو دانی که چه باشد گریز
پیل چو خرطوم بر اسپ افگند بر کَنَد از خاک و بخاکش زند
اسپ ترا گنبد اگر بے حد است پیل مرا خود همه تن گنبد است
قیمت یک پیل هزار اسپ بیش گر دو هزار اسپ یکی پیل بیش

باز پیغام پدر بر پسرِ خود که بزم
پیلِ خویش از میِ خوں مست کند در میداں

جست دگر موے شگافی شگرف | عمر بگفتارِ چو مو کرده صرف
راز که باریک تر از موے بود | موی بموییش همه بشگافت زود
کز منِ بیدل بسوے جاں خرام | جان مرا از دل من ده پیام
کاے سر از آئینِ وفا تافته | وز تو دلم تافتگی یافته
گرچه بغیبت شدیم کینه توز | رخ چه داری بحضورم هنوز
آدمیٔ را که بود گرم خوں | خونش به پیوند بود رهنموں
طرفه که تو خونی و دلبند من | لیک نه گرم به پیوند من
با چو منے دور کن از سرمنی | چوں بصفت من تو ام و تو منی
مشک شوم هم نکشی بوی من | چیست بنزدیک تو آهوی من
تیغ مکش تا نشوی شرمسار | از من اگر نیست ز خود شرم دار
گرچه که تیغت بگهر روشن ست | گوهرت آخر نه ز تیغ من ست
تیغِ زباں را چه کشی در عتاب | نیست حسابیت ز روز حساب
به که دریں کار زباں درکشی | تیغ کشی به نه زباں برکشی
تیغ خوش و تیغِ زبان ناخوش ست | تیغ چو آب ست و زباں آتش ست

باز پاسخ زپسر سوے پدر کاسپ مرا

پیل بندست دوالے کہ بہ پیچد لعباں

دادجوابے ادب آمیختہ لعبتی ہاے عجب انگیختہ
کاے برخم چشم جفا کردہ باز دیدۂ مہر تو بروئیم فراز
چند زنی لاف زپیلانِ مست کانچہ تراہست مرانیز ہست
پیل ترا بچہ دمارا صدست واسپ تو دانی کہ بروں از حدست
ورنبود پیل چو توسن بود پیلِ تو در سلسلۂ من بود
زاسپ تواں پیل گرفتن بسے لیک زپیل اسپ نگیرد کسے
گرہمہ عمر اسپ بود زیر شاہ حاجت پیلش نبود ہیچ گاہ
وربودش پیل دمے زیرراں حاجتِ اسپش بود اندر زماں
اسپ چو درراہ نباشد دلیل شاہ پیادہ است بہ بالای پیل
گرنبود پیل تواں ملک داشت ورنبود اسپ بباید گذاشت
پیل ترا اسپ مرا در خورست زانکہ زپیل اسپ بسے بہترست
بیں کہ بشطرنج ہم استادِ کار پیل کم از اسپ نہد در شمار
کم مزن اسپانِ مرا کز نشاں پیل شکارند سوارانِ شاں
پیل تنانی کہ دریں لشکرند نے کم ازاں پیل خصومت گرند

اسپ بهر خانه بود در سپاه　　پیل بجز شاه که ندارد نگاه

از سپه خویش چه رانی سخن　　حملهٔ پیلانِ مرا یاد کن

چرخ بیفتد چو بخیزم ز پای　　خاک بلرزد چو بجنبم ز جای

گر نکشم تیغ که خونِ تو ام　　تا تو ندانی که زبونِ تو ام

لیک ازاں تیغ نرانم همی　　کز تو بریدن نتوانم همی

چوں پدرِ من ز جهان رخت برد　　ق　　در بامانت بتو کاری سپرد

هم تو بدانی که نه آن کارِ تست　　دشمنِ تست آنکه دریں یارِ تست

تخت رها کن که سزای تو نیست　　تا منم ایں پایه بپای تو نیست

گر مگر کینه کنی استوار　　پیش تو بیش از تو در آیم بکار

در بعدارا کشد ایں گفتگوی　　نیز نتابم ز وفای تو روی

لیک بشرطے که دریں رائے من　　جاے پدر گیرم و تو جاے من

کرد رواں رشته کشِ سلکِ دُر　　تا کند از دُر صدف بحر پُر

پیش سریر آمد و بوسید خاک　　لب سخن آمیز و دل اندیشه ناک

چونکه نبودش ز گزارش گزیر　　سِرِّ سخن باز کشاد از ضمیر

شاه که آں سلسلهٔ پُر گره　　ق　　دید مسلسل چو شکنجِ زره

کرد پر از چینِ سرِ ابرو زکیں　　بلکه در آمیخت بهم روم و چیں

بہر تو شد ساختہ چترِ شہی   دا دمن پر تو ظلِّ الٰہی
تختِ جہاں بہر تو برپاے کرد   لیک برآں تخت مرا جاے کرد
کرسیِ زر بہر تو کردند ساز   پاے منش نسبت بگوہر طراز
خواست یکے خواستہ لیکن نیافت   وانکہ نمی خواست براو خود شتافت
محنتِ دریا ہمہ غواص برد   شاہ گہر بر کمرِ خاص برد
رفت یکے در طلبِ لعلِ سنگ   ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ
واں دگرے راکہ غمِ آں نبود   لعل چناں یافت کہ درکاں نبود
کوششِ بیہودہ زغایت برول   کوبشِ آبست بہاون درول
گفتنِ چیزے کہ درو مغز نیست   نے ز تو کز ہیچ کسے نغز نیست
در نظرِ من کہ فلک سر نہد   جز تو کرا زہرہ کہ افسر نہد
این تنِ من نیست کہ بر تختِ تست   عکسِ تو در آئینۂ بختِ تست
ماہِ فلک غرّہ نماے من ست   روت مہِ پر تو راے من ست
تیز مبیں در رخِ نورانیم   کاخترِ بخت ست بہ پیشانیم
طلعتِ من بین و بوحشت مکوش   مہرِ خود و روشنیِ من مپوش
در یقیں در دلِ تو ایں ہواست   بندۂ فرمانم و فرماں تراست
تاج زمن[1] می طلبی چرخ ساے   بر سرم آ تا کشمت زیرِ پاے

---

[1] اے اگر تاج از من می طلبی مانند آسمان بر سرم آ (یعنی نزدیکم بیا یا مہر بورز) تا آن تاج را زیر پایت کشم ۱۲

گرچه که پیلان تو کوه آمدند — کوه تنانم همه پیل افگنند

شیر نبردم چو برآیم دلیر — شیر بود هر که برآید ز شیر

با همه این قوت و جوش سپاه — نیستم اندر پی آزار شاه

با تو برابر نشوم در مصاف — ورچه بدوزم بسنان کوه قاف

قصه شود در دهن مرد و زن — کین پسر با پدر خویشتن

تیغ که سهراب بر رستم کشید — هیچ شنیدی که ز گیتی چه دید

گر گهر صلح پذیرد نظام — حلقه بگوشم برضای تمام

ور ز سر کینه فرازی سنان — باز کشم تا بتوانم عنان

گرچه که از گردش دور سپهر — تافته بر سر من هم چو مهر

ور همه آتش زنی از چار سو — روی نتابم ز تو از هیچ رو

تیر تو گر خواست بجانم خلید — من بکشم تا بتوانم کشید

چشم تو ام تیر برابر مکش — خون تو ام تیغ جفا بر مکش

تیغ کشم سوی تو ام خون کشد — بر سر خود تیغ کسی چون کشد

گر بگهر تاج ستان توام — عیب مکن گوهر کان توام

در هوس تاج ترا در سرست — من گهرم تاج بمن درخورست

ورچه تویی درخور تاج نگین — ملک بمن میدهد انگشترین

چون سرم از بخت سرافراز گشت — تاج تو بر تارک من باز گشت

منت بخواهم تو نخواهی اگر / ورت بخواهیم چه خواهم دگر
من نخودم آمده پهلوی تو / کآرزو آورد مرا سوی تو
جز بتمنای تو سودام نیست / بهتر ازین هیچ تمنام نیست
قاصد تو گر کند اینجا گذر / در رهش از دیده فشانم گهر
ور ز تو ام جا جبی آید به پیش / شانمش از مرتبه بر چشم خویش
پیک تو گر نامه رساند بمن / ورد دلش سازم و تعویذ تن
گرد سمندت که بر آید بماه / سرمه کنم از پی چشم سیاه
تیغ کشی تیغ تو جان بخشدم / ز آئینهٔ بخت نشان بخشدم
ور نئی تیر تو بسویم جهد / هر گرهش تازه فتوحم دهد
گرچه که سلطان جهانم بملک / تاج ده و تخت ستانم بملک
لیک چو دورم ز تو ای نیکبخت / نی خوشم از تاج و نه شادم ز تخت
بخت من ار پایه بر افلاک سود / با تو چو یکدم نه نشینم چه سود
تاج خود ار پر در مکنون کنم / با تو چو همسر نشوم چون کنم
در شده در چشم کسان از تو نور / دیدهٔ من مانده ز روی تو دور
مردمک دیدهٔ غیری شوی / طرفه که از دیدهٔ من در روی
دیده که نادیدهٔ دیدار تست / دیده و نادیده گرفتار تست
نیست بنزدیک من از بیش و کم / بیشتر از دوری تو هیچ غم

باز پیغامِ پدر جانبِ فرزند عزیز

ماجرائے کہ زخوں بود دلش رابمیاں

مرد نیوشندہ ازاں امر حسپت | باز شد و کرد حکایت درست
شاہ سخن را دگر از سر گرفت | نکتہ بآزرم تری در گرفت
کای ز نسب گشتہ سزای سریر | ور سیرے ہمچو پدر بے نظیر
چشم منے ہیچ غبارے میار | چشم نشاید کہ بود پُر غبار
در چہ غبار ست ز کار توام | سرمۂ چشم ست غبار توام
کین نکنم لیک تمکین کنم | مہر رہا گر کنم کین کنم
تا تو ندانی کہ درین جست و جوے | از پے ملک ست مرا گفتگوے
گرچہ توانم ز تو این پایہ برد | از تو ستانم بکہ خواہم سپرد
لیکنم این راہ نمونی بملک | از پے آنست کہ چونی بملک
شکر کہ شد زندہ در ایّام تو | من ز تو و نام من از نام تو
باش بکامم کہ بکام توام | زندہ و نا زندہ بنام توام
من بتوام زندہ تو زی پر سال | تا ز تو من نیز بوم زندہ حال
زندگی از مرگ ندارد گزیر | لیک تو خوش می زی و ہرگز ممیر
خواہمت از جاں کہ پناہے مرا | گر تو بخواہی و نخواہی مرا

کاے شہ مشرق شدہ چوں آفتاب — وز تو جہاں تا حد مغرب بتاب
من کہ گل رستہ ز باغ توام — پرتوے از نور چراغ توام
شاہ نہ زانم شدہ بر ہمگناں — کز رہ فرمان تو تابم عناں
گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم — ہم بتہ پاے تو باشد سرم
من کہ ز دروازۂ اقلیم ہند — لشکرے آراستہ ام تا بہ سند
سد سکندر زدہ ام از سپاہ — فتنۂ یاجوج مغل را تباہ
تا بحد شاہ زبالائیاں — من چو بوم پیش نیاید زیاں
رو تو چو خورشید ز مشرق براے — من بسم اسکندر مغرب کشاے
شو تو سوے کامروا نگیز رخش — من کنم اقصاے عراقین بخش
خیز تو از قلعہ سین[1] جوے گنج — من ز دژ روم شوم سیم سنج
عبرہ[2] از معبر دریا تو جوے — من[3] دہم از تیغ بحریں شوے
زابروے خود کن تو اشارت بہ چیں — من سر خاقاں فگنم بر زمیں
ار من ہند ست ترا زیر دست — کار من بالاست ز من در شکست
رو تو در آں قلعہ بکن پیل بند — اسپ بخواہم من ازیں سو فگند
از تو ز ہندو ستدن پیل و مال — وز قبل من بمغل قیل و قال

---

[1] قلعہ سین نام قلعہ کہ در ولایت ہند ست ہندوی اورا تا بہ گرہ گویند ۱۲
[2] خراج کہ غالبے از مغلوبے ہر سال بستاند یعنی محصول از گذرگاہ دریا طلب کن ۱۲
[3] یعنی من آب شست و شوے تیغ در بحرین افگنم ۱۲

دل که نزدیکِ تو مجنون بود — دور ز تو دور ز تو چون بود

شربت دوری نتوانم چشید — درد جدائی نتوانم کشید

هجرِ تو نشگافت دلم نرم نرم — درد و پیوند کن از خون گرم

ای مددِ جان شده حاصل ز تو — کی شوم دل که کشم دل ز تو

می شوم دل که جگر بر کشم — پس بدلت هیچو جگر در کشم

گرچه جگر هست بهر گوشهٔ — بی ز تو ام نیست جگر گوشهٔ

خود ز پی دیدهٔ مردم پرست — جز تو مرا مردمک دیده هست

لیک ازین خز نتوان حلّه دوخت — شمع بمهتاب نشاید فروخت

سکّه چو زد در دل من کیقباد — نامهٔ کاؤس کی آرم بیاد

نام برادر معزالدین

بهر خدا صورت خویشم نمای — روی مگردان و بترس از خدای

نقش چو بر زد ورق ساده را — باز فرستاد فرستاده را

آمد و آورد پذیرای راز — قصهٔ آزرم باز رم ساز

شاه چو لولوِ پدر نرم دید — تیغ سیاست بمیان در کشید

گوهر دل را بوفا آب داد — سلک سخن را ز گهر تاب داد

گفت بتدبیرِ پسندیده زود — باز جوابی که پسندیده بود

باز از شاهِ جهان پاسخِ پیغامِ پدر
شربتِ آبِ حیات از پی سوزِ هجران

خازن شہ آمد و در باز کرد | دادن افسر زسر آغاز کرد
گشت جہان معدن درّ عدن | کرد زمین باز رِصامت سخن
ہر کہ دراں بزم طرب ساز گشت | دامن پر گوہر و زر باز گشت
بسکہ ز زر گشت زمین ناپدید | ہر کہ زمین جست نشانش ندید
شاہ چو از خون قدح گشت خوش | دل بجگر گوشہ شدش مہر کش
خواست دلش تا بخوشی جامے | نوش کند بر رُخ کاؤس و کے
کرد اشارت کہ در آمد بہ پیش | خاک[۱] بوسید بر آئینِ خویش
زاں گل نورستہ دل تاجور | شد ز گل تازہ و تر تازہ تر
بر رخ آن گل مے احمر کشید | لیک بوی گل دیگر کشید
دیدہ براں نور پسندیدہ داشت | دل بدگر مردمک دیدہ داشت
زیور افسر بکلاہ او فگند | قرعہ خورشید بماہ او فگند
گرچہ دلش مہر بکاؤس داد | ہم ز دلش دور نشد کیقباد
بادہ ہمی داشت بر آنش کہ خیز | قصۂ غیبت بحضور رش بریز
لیک سریر سری و تاج کے | دست بدامانش ہمی زد کہ ہے
چوں اثر شوق زغایت گذشت | کفۂ دانش ز کفایت گذشت
روے بکاوس کے آورد و گفت | تا شود آں ماہ بخورشید جفت

---

[۱] یعنی آن کاؤس برسم قدیم ۱۲

تاج ز تو سر ز من افراختن — عاج ز تو تخت ز من ساختن
تا تو بمشرق بوی و من بغرب — حربه خورد هر که در آید بحرب
در بملاقات ره و رای تست — افسر من خدمت پای تست
نیست مرا آن محل و آن شکوه — کز سر خود سایه فشانم بکوه
در فگند رای تو برنده تاب — ذره شوم پیش چنان آفتاب
شاه بترتیب صوابی که بود — چون برضا گفت جوابی که بود
داد بحاجب سلب زرنگار — بافته یکسره دُر شاهوار
بس که گران شد سلب زرکشید — حاجب ازان بار چو ابرو خمید
خرم و خندان چو گل از بارگاه — سوی گلستان دگر جست راه
رفت و نمود ار خود آنچ نمود — هر چه ز دُر یافت بدریا نمود
(صلح) (معزالدین) (نصیرالدین)
غالیهٔ صلح که در نافه برد — شمه بشمه همه شه را سپرد
بادشه شرق چو این مژده یافت — روش چو خورشید ز مشرق بتافت
کرد نشاط می و رامشگران — مجلسی آراست گران تا گران
باز طلب کرد بعنبر همای — خون خروس از بط سرخاب رای
گیسوی چنگ و قدح آب رنگ — دَور بپی داد و تسلسل بچنگ
داشت اصول طرب از قیل و قال — ریختن خون صراحی حلال

کاے غم تو کردہ بجانم اثر تو ز من و حالت من بے خبر
جاے تو در چشم و تو در جاے نہ ہیچ سوے مردمیت راے نہ
تا شدی از چشم من اے آفتاب دیدۂ خود پیش ندیدم بخواب
خواب من از دیدہ من آب برو آب من ایں دیدۂ بیخواب برد
ایں منم و نقش تو و آبِ چشم عکس خیالت شدہ مہتاب چشم
گرچہ نہ چشم برخت روشن ست صورتت آخر بخیال من ست
گرچہ پرستیدن صورت خطاست صورت تو گر بپرستم رواست
اے بصر دیدہ و جان پدر زان دگرکس نہ از آنِ پدر
صبر من از دوری تو رفت دور مرحمتے کن کہ بمانم صبور
من کہ صبوری نتوانم ز تو واے کہ محروم بمانم ز تو
می نکند سوز من اندر تو کار باش کہ تا در رسد آں روزگار
آمدنم نہ از پئے ایں کار بود کافسر و اقلیم توانم ربود
ایں قدرم عرصہ دریں ملک ہست کم نزود سوی دگر پایہ دست
لیکنم از بس کہ بتو دل کشید میل توام رخت بمنزل کشید
ہجر بس ست انچہ کہ بد پیش ازیں نیست مرا طاقت غم بیش ازیں
تشنۂ دیدار توام روز و شب شربت خود باز بگیرم ز لب
از تو نشاید کہ بدیں ساں رِمم تشنہ دل از چشمۂ حیوان روم

سوے برادر شود آراستہ　　باسپہ و کوکبہ و خواستہ
جست بسے ہدیہ بقیمت گراں　　دیدہ فروز ہمہ قیمت گراں
بے عدد از رشتۂ دُرّ دری　　دوختہ زاں رشتۂ لب جوہری
سلک دگر از گہر شب چراغ　　ہر گہرے مملکتی را فراغ
لعل کہ بودہ ست ز غایت بروں　　سنگ ز مہراز پئے شاں خوردہ خوں
جامۂ ہندی کہ ندانند نام　　کز تنکی تن بنماید تمام
ماندہ بہ پیچیدہ بناخن نہاں　　باز کشائیش بپوشد جہاں
عود بحر زار و قرنفل یمن　　خرمنے از نافۂ مشک ختن
عنبر و کافور معنبر سرشت　　صندل خالص چو درخت بہشت
ساختۂ ہند بسے تیغ تیز　　تیر تر از آب گہ آب خیز
سر بفلک بردہ بسے ژندہ پیل　　کوہ گراں را بقیامت دلیل
ہدیہ چو آراستہ شد بے شمار　　چار طرف گشت طرائف بکار
داد بشہزادہ ذکردش رواں　　ساختہ با کوکبۂ خسرواں
وانچہ سخن بود ز اسرار ملک　　کن مکن از ضابطۂ کار ملک
چوں دگرے محرم آں سر نبود　　محرم سر دید فرو خواند زود
تا با امانت بودش در ضمیر　　باز رساند با امانت پذیر
راز کہ داند کہ چہ بد در نہفت　　ظاہرش از باطن آشفتہ گفت

بر در دہلیزِ شہ تاج بخش | جاے ادب دید و درآمد زرخش
تحفہ آوردہ ہمہ کردہ راست | شد دو صف آراستہ از چپ و راست
پیشترک شد بزمیں بردہ روے | رُفت زمیں راز تواضع بموے
شاہ بر ویش چو نظر کرد چست | دیدہ[1] در آں آئینہ خود را درست
گرم فرو جست ز تخت بلند | کرد بآغوش تن ارجمند
داشت بآغوش خودش تا بدیر | سیر نشد چوں شود از عمر سیر
باخودش از فرش با ورنگ برد | تخت کیاں بازکیاں را سپرد
گاہ مہش خواند برغم سپہر | گاہ بہ بوسید سرش را بمہر
گاہ ز پایش بکف افشاند خاک | گہ زبناگوش خویش کرد پاک
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت | گاہ دو بارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رخ زیباش کرد | گاہ دل از مہر شکیباش کرد
گاہ بیک دیدہ شدش رہنمای | گاہ بچشم دگرش کرد جاے
چوں کہ دو افسر بوفا شد یکے | در تتق نور دو جا شد یکے
پرسش از اندازہ و غایت گذشت | حد نوازش ز نہایت گذشت
از در دیگر سخن آغاز گشت | قفل ز گنجینۂ سر باز گشت
شاہ بکاؤس کے آوردہ گوش | نکتہ[2] بروں داد خداوند ہوش

---

[1] اے در روی او زیرا کہ ہر دو برابر بودند ۱۲ [2] نکتہ کہ پدر گفتہ بود با برادر گفت ۱۲

شاد کن این جان غم اندیش را | روے نما منتظر خویش را
تختۂ حال دل ریشم بخواں | یا بمن آیا برِ خویشم بخواں

از پدر آمدنِ شاہِ جہاں کیکاؤس

بر برادر چو گلِ نو برِ سروِ رواں

گشت رواں موکب کاؤس شاہ | سوے فریدون سریر و کلاہ
آمد وز آبِ سروِ واگذشت | چشمۂ خورشید ز دریا گذشت
یافت خبر صاحب تاج و سریر | زآمدن آں دُرِ دریا نظیر
تاج بسر کرد و برآمد بہ تخت | تا نگرد ہمچو خودے راز بخت
گشت مہیا ہمہ ترتیب بار | چتر کشاد از دو طرف چتردار
کرد زباں آوری دور باش | چشم زدن دیدۂ بد را خراش
روے زمیں از سپر و رمح و تیغ | گشت پُر از بارقۂ برق و میغ
گشت صف آراستہ تا چند میل | زانبہیِ آدمی و اسپ و پیل
پیش دویدند سران و سپاہ | تا لب آب از پئے تعظیم شاہ
پیش رکاب شہ مسند نشیں | جبہہ نہادند بروے زمیں
سیر[۱] نمودند بزیر عناں | تا بدر شاہ نثار افگناں

---

[۱] پیادہ شدہ آمدند ۱۲

فروغ روے تو تیزست زلف بر لب نوشتر   ز آفتاب بنه آں شراب در سایه
بگفت خسرو بکشاے زلف تا بشنید   حریف مطرب و چنگ و رباب در سایه

رفتن شاه کیومرث و بتوزک عارض

بر شه شرق بیکجا عرض این جوهر آں

روز دگر کرد چو ناف جهاں   مشک شب از آهوی مشرق نهاں
ناف جهاں مشک زمیں را سپرد   باد شد آهو تگ و آں مشک برد
شاه شد از سیرت خود مشک سای   خوں بسوی صلح شدش رهنمای
شمع دل ملک کیومرث شاه   خلده الله بمجد و جاه
خواند رواں کرد بسوی حدش   جد ادب کرد بروں از حدش
هدیه زربفت خطا و عراق   هر یک ازاں طاقه در آفاق طاق
از خز و اکسون و دگر پرنیاں   زیب تن تاجوران و کیاں
اسپ همیں اصل و لایت نورد   گاه تگ از باد برآورده گرد
سخت کمانها زمه نو فره[لہ]   درخور زه کردن و ناکرده زه
ساده غلامان خطا و تتار   موی شگافنده بشب روزگار
اشتر پوینده و پولاد پاے   کوه نما از تن کوهاں نماے

لہ فره بیشی و سبقت ۱۲

گنج سخن باز کشاد از ضمیر ‌ ‌ داد امانت با مانت پذیر

شاه پذیرفت و بدل در گرفت ‌ ‌ دزد گر اندیشه سخن بر گرفت

جام طلب کرد و بعشرت نشست ‌ ‌ نی زمی از خون عدو شست دست

از رخ فرخندهٔ این هر دو کی ‌ ‌ بلبله بلبل شده گل کرد می

رهزن عشاق شد آواز چنگ ‌ ‌ باده روان گشت دران راه تنگ

هر چه بمجلس غزل تر زدند ‌ ‌ جمله بنام شه کشور زدند

بر در او مطرب فرخنده فال ‌ ‌ دور میاد از غزل و از غزال

با خوشی دل چو شود باده کش ‌ ‌ زین غزلم گوش گرامیش خوش

غزل

بباغ سایهٔ بیدست و آب در سایه ‌ ‌ ازین سپس من و جانان و خواب در سایه

کنون چو باد بباید چمید پیش از صبح ‌ ‌ بگلشنی که روان باشد آب در سایه

ببانگ نوش اگر ساقیم کند بیدار ‌ ‌ چو خفته باشم و مست خراب در سایه

بسایه خفته بدم دی که یار آمد و گفت ‌ ‌ چه خفته‌ٔ که رسید آفتاب در سایه

ببوستان منم امروز مجلسی و گلی ‌ ‌ روانه گشت می چون گلاب در سایه

در آفتاب همه ساقیان هم از رخ خویش ‌ ‌ دگر صراحی و نقل و کباب در سایه

هوای گرم تو نازک برون مرجانان ‌ ‌ بنوش با من صهبای ناب در سایه

چو پای بند تو شد جان در آفتاب مگرد ‌ ‌ مسوز جانم و باز آ شتاب در سایه

پیشتر از جنبش این دارد گیر — باعث (برانگیزنده) بود مرا در ضمیر
کم ز چه[۱] رود دست بر آن در شود — کین شرف هم زود میسر شود
در سبق ارشاد قدم پیش راند — این سبقت باد رقم باز خواند
آمدم اینک بهزاران نیاز — تا کنم این دیده بروی تو باز
بود بسی پرسش شاه زمن — کامدن از خود طلبی با زمن
من به در شه بسر آیم دوان — چون پسران بر پدران بیگمان
لیک مرا پایه نو یافت پای — گلبن نو به که بجنبد ز جای
لیک خداوند سریر و کلاه — بود همه وقت بر اورنگ شاه
مملکتش ضبط و جهان زیر دست — هر چه کند باک نه از هر که هست
شرط چنان ست که در بحر و بر — چشمه کند بر لب دریا گذر
لیک سزد گر شه دریا فشان — بر سر این چشمه شود در فشان
شاه چو فارغ شد ازین گفت و گوی — کرد روان عارض فرزانه خوی
عارض دانا و کیومرث شاه — سوی شه شرق گرفتند راه
زاب گذشتند و بسلطان شدند — چون گل و بلبل بگلستان شدند
حال بگوش شه کشور رسید — کز چمن آن میوهٔ دلبر رسید
رفت و بر اورنگ سکندر نشست — وز صف پیلان سد یاجوج بست

---

[۱] مرا از چه نوع و صورت دست بران در شود ۱۲

جنس دگر ہرچہ تواں برد نام | وانچہ کسش نام نداند تمام
ساختہ کردند ز ہر جنس صد | وز در و یاقوت بروں از عدد
داد بشهزاده که بر جد رساں | خدمت من خدمتے خود رساں
دید که آں طفل وشے[1] خرد سال | رمز بزرگاں نشناسد بحال
تو زک آں عارض شہزادہ را | خواند و تہی کرد نہاں خانہ را
ہرچہ ز کاؤس شنید از نہفت | پاسخ آنرا بنہاں باز گفت
کانچہ دل شاہ بداں مائل ست | رائے مرا نیز ہماں در دل ست
دل نہ ز کیں کرد روانم بہ تو | کآرزو آورد کشانم بہ تو
تن بوفا گرچہ کہ حاشے[2] نبود | دل ز تمنائے تو خالی نبود
ورنہ تو دانی کہ بشمشیر تیز | کس نکند با پدر خود ستیز
ظاہرم ار نقش خلافی گذشت | باطنم از حد وفا بر نگشت
ایں نہ خلاف تو پسندیدہ ام | مصلحت ملک چناں دیدہ ام
تا چو شوم با تو مخالف بپوست | دشمن تو باز شناسم ز دوست
جلوہ کنم از ہمہ رو آں جمال[3] | تا ز ہر آئینہ چہ بینم خیال
دوست بود راہ بہ نیکی برد | دشمن از اندیشۂ بد نگذرد
آرزوے من کہ گذر بر تو کرد | مہر من ست ایں کہ اثر در تو کرد

---

[1] فی الحال ۱۲ . [2] آراستہ ۱۲ [3] این جمال مخالفت ۱۲

کرد چو نوزش بدل دیده جاے | گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پاے
مہر جگر گوشہ ز سر تازہ کرد | جنبش خوں راز جگر تازہ کرد
گاہ ز رحمت بکنارش گرفت | وز سر تا پا بنثارش گرفت
گاہ بیاقوت لبش داشت ہوش | کرد پر از لولوے ناسفتہ گوش
روے ورا آئینۂ ملک خواند | آئینہ را بر سر زانو نشاند
دیدازاں گوہر نیکوے خویش | زآئینۂ زانوے خود روے خویش
بس کہ مبارک نظر تاجور | ماند بہ نظارۂ لولوے تر
دیدہ زمانے ز رخش بر نکرد | میل بآیندۂ دیگر نکرد
در رخ آں دیدہ ہمی دید شاہ | ہیچ نمی کرد بعارض نگاہ
عارض از آئین ادب پروری | بود کمربستہ بخدمت گری
تا نظر شاہ برآں سوے تافت | خدمت عارض محل عرض یافت
تحفۂ شاہانہ کہ با خویش برد | کرد نمودار و بخازن سپرد
ہدیہ چو از رہ بگراں بر درخت | گشت سخن تازہ ز اسرار تخت
مرد خردمند پسندیدہ ہوش | ریخت ز لب ہر چہ در آمد بگوش
شاہ براں مژدۂ شادی فزای | ہیچ نگنجید ز شادی بجای
داد بعارض ز قباہاے خاص | نادرہ چرخی[۵] ہمہ زر خلاص

---

[۵] جبّے از جامہ ابریشمی ۱۲

چتر برآمد ز دو سو یکسره | ساخته شد میمنه و میسره
بارگهِ دادکیانی درخت | پیش ستادند بزرگان تخت
فرش کشادند تتق برزدند | پردهٔ دهلیز بر اختر زدند
ساخته شد پرهٔ پیلان مست | صف جنیبت ز دو سو راه بست
مفردِ[۱] کژ بند کله کژ نهاد | راست به پیرامن داخل ستاد
پایک هندی بمعلق زنی | در صف خود گشت به تیغ افگنی
شعشعهٔ تیغ فلک تاب گشت | چشمهٔ خورشید ز سهم آب گشت
گر مگسے زد بسر تیغ پر | شعشعه در پرّ مگس کرد اثر
کارگزاراں همه رفتند پیش | سجده کناں پیش خداوند خویش
پیش عناں بانگ روا رو زدند | سکّهٔ نو بر درم نو زدند
رفت خراماں ملک ارجمند | تا درِ دهلیز به پشت سمند
چشم چو بر گلشن بختش فتاد | گشت پیاده چو گل از پشت باد
روے چو گل سود به پشتِ زمیں | گشت زمیں پر سمن و یاسمیں
آمد ازاو رنگ بزرگی فرود | دست بگل در زد و گفتش درود
بردو بالاے سر پرش نشاند | وز مژه بر ماه گهرے فشاند
خون خودش دید بجاں در کشید | خون خود از دیده رواں بر کشید

---

[۱] مفرد کژ بند سپاهی که در حفاظت پادشاه باشد و در زیر حکم کسے نبود ۱۲

ساقی خورشیدوش و ماه چهر — دور همی کرد چو مه بر سپهر
شاه ز هر مے که بکف برگرفت — جام ز کف در دُر و گوهر گرفت
جام همی داد بخورشید و ماه — زهره همی رفت ز دورش براه
زخمهٔ قانون که همی کند تار — بود ازو در رگ جان خار خار
مجلسے از خلد برین تازه کرد — شاه ز طوبیٰ فلک آوازه کرد
تا ابدش بادهٔ خوش باد نوش — نغمهٔ طنبور نشاطش بگوش
این غزلم گرچه ندارد محل — مشکل من از کرمش گشت حل

غزل

وه که اگر روے تو در نظر آید مرا — پیش ز خورشید و ماه رو ننماید مرا
بستهٔ تست این دلم با دگرانش مبند — کاش که با دیگراں دل نگشاید مرا
روے سما شد ز اشک چهرهٔ من تا هنوز — از تو چه خونابها رو ننماید مرا
خون مرا آب کرد گریه که در خدمتت — پیشتر از من دود هیچ نیاید مرا
دل بشنیدم که دوش لعل تو بوسید و مُرد — پیش چنیں مردنے زیست نشاید مرا
جان من آں روز رفت کم رخت آمد بپیش — یارب کایں روز بیش پیش نیاید مرا
سینهٔ خسرو ز تست آئینهٔ زنگ خورد — مصقلهٔ وصل کو تا بزداید مرا

داد بشہزادہ کیومرث نیز — تحفۂ آں ملک زہر گونہ چیز
یافتہ چندیں گہر از در و لعل — دشت نوردانِ برزبستہ نعل
پیل بسے زیر عماری زر — بارِ عماری ہمہ گنج و گہر
وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ — جنبش خورشید شود سوے ماہ
منزلِ سعدین شود برج تخت — مجمع بحرین شود روے بخت
از دو طرف بخت مطرف شود — وز دو طرف تخت مشرف شود
گشت مقرر چو قراری چناں — سکہ چو زر شد زعیاری چناں
خرّم و خوش عارض و فرزند شاہ — باز نوشتند سوے خانہ راہ
حال نمودند بدارائے ملک — کاب درا فزود بدریاے ملک
کارکہ اقبال خداوند خواست — شد ہمہ زاقبال خداوند راست
وعدہ بفرداست ملاقات را — ساختہ شد رسم مراعات را
شاہ بفرمود بفرمانبراں — ساختن برگ و نولے گراں
از تحف و خدمتی و یادگار — گوہر و یاقوت زبہر نثار
کانچہ بباید ہمہ یکجا کنند — جملہ بترتیب مہیا کنند
کار چو برکارگزاراں گذاشت — خرمی و شادی و طرب پیش داشت
جام ہمی خواست زساقی مدام — تا فلک از دور فرو برد جام
ساغر خور چوں بزمیں داد تف — کرد پراز دُر قدح شب بکف

روز چو آخر شد و گرما گذشت — چشمهٔ خور خواست ز دریا گذشت
تاجورِ شرق بر آهنگِ آب — کرد طلب کشتیِ گردوں شتاب
پیش کشیدند بہشتی شگرف — سدرہ و طوبی بمحل کردہ صرف

صفتِ کشتی و دریا بمیانِ کشتی

موجِ دریائے کہ رفتہ ز کراں تا بکراں

ساختہ از حکمت کار آگہاں — خانۂ گردندہ بگرد جہاں
نادرہ حکم خدائے حکیم — خانہ رواں خانگیانش مقیم
اہل سفر را ہمہ بروے گذر — ہمرہ او ساکن و او در سفر
گاہِ روش ہمرہ او گشتہ آب — آبلہ در پاش شدہ از حباب
جاریۂ ہند زبانش سلیم — حامل چندیں بچہ لیکن عقیم
عکس کہ بنمود بآب اندروں — کشتی خصم ست کہ بینی نگوں
ماہ رسن بستہ چو دلو استوار — یافتہ در خانۂ ماہی قرار
ماہ نوے کامل و ی از سال[۱] ساخت — یک مہ نو گشتہ بدہ سال راست
گشتہ گہ سیر ہلالش زبوں — عکس ہلال ست بآب اندروں
صورت آں تختہ کہ بد بے بہا — عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

---

[۱] سال نام درخت کہ از و کشتی وغیرہ سازند و از ہلال مراد کشتی ۱۲

اتصالِ مہ و خورشید و قرانِ سعدین

چرخ گردانست بگردِ سراِ ایشاں گرداں

گشت چو دریاے سپہر آبگوں | داد روان چشمۂ خور را بروں
کشتی مہ سوئے کراںؔ ساز کرد | چشمۂ خورشید بدو باز کرد
شب کہ بکف داشت دُرِ شاہوا | کرد براں چشمۂ و کشتی نثار
شاہ درآں ناحیہ کاوّل نشست | دستگہے دید درو تنگ دست
از چپ و از راست نظر برگماشت | تخت دو جمشید مسافت نداشت
شہ ز زبر دست عوض کوچ کرد | سوے فرو دست برآورد گرد
پیشتر ک شد قدرے زاں سواد | نصبِ علم را رقم فتح داد
دور سراپردۂ سیّارہ ساے | برلبِ آبِ سرو شد بپاے
در محلے کاب رواں تنگ بود | گرچہ کہ پہناش بفر سنگ بود
تا بگہ عبرۂ آں شاہ شرق | زود ترے سیر نماید چو برق
تا جورآں سوی خود از جای خویش | آمدہ بد پیشتر از شاہ بیش
گرد سراپردہ مقابل بلند | منتظر دیدن آں ارجمند
شاہ ہمہ روز متاعے کہ خواست | جملہ بترتیب ہمی کرد راست

ؔ کراں بمعنی کنارہ ۱۲

تختہ پئے حرف گرفتہ بکش   یاد بر آب از ہوش حرف کش
تختہ نشد پیشِ معلم درست   طرفہ کہ صد تختہ بیکبار شست
دست چو در آب فراز افگند   آب بدست آرد و باز افگند
ہمچو جواں مرد کش آید بدست   سیم فراواں و نپاید بدست
لطمہ زناں بر رخِ دریا بزور   آب ازاں لطمہ بفزاید و شور
دیدہ دل و دست خداوند خویش   بر رخ دریا زدہ صد لطمہ بیش
تا عمل بحر شدش مستقیم   آمدہ از عبرۂ دریاش سیم
پیشۂ ملاح در و شیم پاشش   تیشۂ نجار ازو در خراشش
مرکب بحری ز سفر گشتہ چوب   بر طرف بحر شدہ پاے کوب
بگذرد از آب سوارش بخواب   غرقہ نگردد چو سوارانِ آب
در تہ او آب سبک خیز نیست   گرچہ کہ صد نیزہ بود تیز نیست
جوے کہ بگریست ترو آب دار   گاہ لبش گیرد و گاہے کنار
ہر کہ پئے آب بروشد سوار   آب گذارد چو بگیرد کنار
در رہ بے آب نداند شدن   کیست کہ بے آب تواند شدن
خاک نخواہد کہ غبار آورد   تیرگیِ دیدہ ببار آورد
آب اگر گرد بگردد برشش   ہیچ ز گرداب نگردد سرش
باسبکی بار تواند کشید   از سبکاں بار کشیدن کہ دید

لیک جزیں فرق نداند کنوں — کوست سرافراختہ ابرنگوں
ابروے او دادہ بہر چشم نور — چشم بد از ابروے نیکوش دور
ہمچو کماں پرخم و تیر ازمیاں — تیر ستادست و کمانش رواں
راہ نخواہد بمدارا شدن — راست چو تیرے بگذارا شدن
او برسد تیر فلک را باوج — تیر بہ تیرش نرسد گاہ موج
تیر درو گرچہ کہ بیش افگنند — پس فتدش گرچہ کہ پیش افگنند
پیشتر از مرغ پرد در کشاد — پیشتر از باد رود روز باد
وقت دو منزل بدے بل دوچند — بارسن و سلسلۂ و تختہ بند
بستہ بزنجیر مسلسل دراز — بحر رواں زو شدہ زنجیر ساز
یک زدن چشم کہ بینیش پیش — تا بزنی چشم نہ بینیش پیش
بر پرواز جاے نہ جنبیدنی — نیست دریں ہیچ پرانیدنی
ہمچو کلنگاں بہوا سرفراز — پرچو حواصل زدہ سو کردہ باز
مرغ کہ آں از پر چوبیں پرد — طرفہ بود لیک نہ چندیں پرد
ہر طرفش رہ بشتابے دگر — ہر قدمش سیر بر آب دگر
از تگِ طوفاں شکنش در شتاب — معجز نوح آمدہ بر روے آب
گرچہ زدریا گذرد بیش و کم — آب نباشد مگرش تا شکم
دیدہ شب و روز بسے گرم و سرد — رفتہ بہر سو زپے آب خورد

صبر ہمی خواست نمی آمدش — گریہ نمی خواست ہمی آمدش
بود ازیں سوے معزِّ جہاں — ساختہ برجاے ادب چوں شہاں
چوں کہ درآں شیفتۂ خویش دید — شیفتہ تر شد چو ازو بیش دید
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت — شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آورد میل — تشنہ دو از دیدہ ہمی راند سیل
یکدگر آوردہ در آگوش تنگ — ہر دو نمودند زمانے درنگ
چوں گل و غنچہ کہ جہد از خزاں — دور نشد آں ازیں و ایں ازاں
جاں بدو تن بود یکے از نخست — صورتِ تن نیز یکے شد درست
قدِّ دو فرقد کہ بہم باز خورد — کارِ دو رویہ ہمہ یک رویہ کرد
چرخ بکف کردہ طبقہاے نور — فاتحہ می خواند پریشاں ز دور
از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند — ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر با پدر اینک سریر — جاے تو من بندۂ فرماں پذیر
گفت پدر با پسر ایں خود خطاست — ہم بتو ایں پایۂ دولت سزاست
باز پسر کرد بگوشش خطاب — کاے مہ ازیں منزلِ خود رو متاب
باز پدر گفت کہ ایں ظن مبر — کز پسر افسر برباید پدر
باز پسر گفت کہ بالاحترام — کز تو برد پایۂ تخت تو نام
باز پدر گفت کہ ایں جاے تست — کز تو شود سکۂ نامم درست

موج گران یافت سبک بررود — ارچه گران گشت سبک تررود
گرچه که ده سال بریداز درخت — هم تهی از بار نگشت این بخت
طرفه درختیست نمودار او — کادمی واسپ بود بار او
شاه دران خانهٔ چوبین نشست — وزپل چوبین همه دریا ببست
آب شد از بحر روان تخته پوش — کرده زهر تخته معلّم خروش
موج سوی جاریه می برد دست — پیل بسیلیش همی کرد پست
نعرهٔ ملاح که می شد باوج — برتن خود لرزه همی کرد موج
سلسلهٔ موج زدامی که بافت — ماهی ازان دام خلاصی نیافت
بس که بجوشید زمین همچو دیگ — آب روان تشنهٔ گل شد بریگ
آب ازان غلغل زاندازه بیش — گردمی گشت بگرداب خویش
کشتی پوینده که چون تیر بود — بود بجای که زمین گیر بود
وز خله[۱] پشت کشف ناتوان — داشت بسی رخنه برگستوان
عکس رسنها که فرو شد بآب — بست بپهلوی نهنگان طناب
کشتی شه تیزتر از تیر گشت — در زدن چشم ز دریا گذشت
راست که شه برلب دریا رسید — گوهر خود برلب دریا بدید
خواست که از سوز دل بیقرار — برجهد از کشتی و گیرد کنار

---

۱ یعنی از خلشِ خله (پتوار) بر پشت کشف رخنها مثل برگستوان (ڈھال) اسپ پیدا شده بودند۔

دو بتیاں ہر طرفے بستہ صف — کردہ طبقہاے جواہر بکف
لعل و زبرجد کہ برآمیختند — بردو سر افرازہی ریختند
تودۂ لعلی کہ بہر گوشہ بود — روے زمیں پُر ز جگر گوشہ بود
زاد تو گوئی ز زمیں زرّ و سیم — حاملہ شد خاک ز دُرِّ یتیم
چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کرد — زاں شرف آفاق پر آوازہ کرد
گفت کہ امروز بس ست ایں قدر — روز دِگر جلوۂ ملکِ دگر
شکر خدا را کہ رسیدم بکام — کام دلِ خویش بدیدم تمام
زیں نمط از کام چو دمساز گشت — فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت
رفت پدر کشتیِ مقصود راند — باز پسر بحر[1] بکشتی نشاند
کرد طلب کشتیِ دریا نشاں — کشتیِ زر داد بدریاکشاں
سیل رواں کرد محیطِ شراب — تا لبِ آمد ہمہ را جوشِ آب
غوطہ خور انید ز سر بر گذشت — کیست کہ جز شاہِ جہاں بر گذشت
ہوش بگردابِ قدح در فتاد — داد ہمہ رختِ ادب را بباد
عقل شد از بہر کشیدن رو دل — او ہم ازاں قعر نیامد بردل
چنگ زگیسوے سیہ دام یافت — گرچہ در افگند نشانی نیافت
عقل اگر شد بقدح ناپدید — عقل عقیلہ ست نیاید کشید

---

[1] بحر کنایہ از شراب و کشتی از جام ۱۲

باز پسر گفت کہ بر شو بتخت — کاین محل از بہرِ تو آراست بخت

باز پدر گفت کہ اے تاجدار — تخت ترا بہ کہ توئی بختیار

دیر بماندند دریں گفت و گوے — پاے کسے پیش نشد پایہ جوے

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش — شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش

گفت کہ یک آرزویم در دل است — منت للہ کہ کنوں حاصل ست

ایں کہ بدستِ خودت اے نیکبخت — دست بگیرم بنشانم بہ تخت

زانکہ بہ غیبت چو شدی بر سریر — من نہ بُدم تا شدمے دستگیر

گرچہ تو محتاج نبودی بمن — کافسرِ ملکی بسرِ خویشتن

با پسر ایں نکتہ چو لختے براند — دست گرفت و بسریرش نشاند

خود بنعال آمد و بربست دست — ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست

داشت دریں زیر خیالے نہاں — آگہیئے داد بکار آگہاں

کاے دمِ تاں در رہِ اخلاص چست — بہ کہ نباشید دریں کار سست

من پدرم صاحبِ تخت و کلاہ — بندہ بریں گونہ شدم پیشِ شاہ

ہر کہ ازیں پایۂ والا برد — نسبتِ خدمت ہم ازینجا برد

بود ستادہ نفسے ہم بجاے — ہم نفسش نیز ستادہ بپاے

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید — شست و فرود آمد و پیشش دوید

چوں غلطاں شرطِ وفا می نمود — خواہش عذرے بسزا می نمود

شد کرهٔ چرخ چو گنبد نمای — نعلِ مہ افگند بگنبد ز پاے
زردهٔ صبح از طبقِ خاک جست — رفت و بمیدانِ افق بر نشست
شاہِ فلک مرکب جوزا تمام — ہم شہ و ہم شاہسواری تمام
جست ہنگانہ تگاور بہ پیش — در دلِ دریا شدہ از آب خویش
رفت امیر آخور[۱] و آورد زود — ہر چہ در اطرافِ جہاں بادپا بود
پس کہ پر از بادروان گشت دشت — مرکزِ خاکی کرهٔ باد گشت

وصفِ اسپاں کہ ز سرعت بخروج و بہ دخول
نتوان خارج شاں گفت نہ داخل چوں جان

تیز تگانِ ہمہ تازی نژاد — چوں دمۂ آتش و انبانِ باد
گرد سر سینے ہمہ گردن دراز — تا بہ فلک گردنِ شاں سرفراز
تیز تگِ گوش چو پیکاں پدید — بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید
سر چو مہ افراختہ بر اوجِ مہر — ساختہ از چشم چراغِ سپہر
از ہنر آراستہ پا تا بفرق — گاہ روش ابر و جستن چو برق
در گلہ بے دست زدن جستہ زن — کوفتنِ پا بطرق کردہ فن
نازکناں در صفتِ نازکی — زخم نخوردہ گہے از چابکی

---

[۱] امیر آخور امیرِ اصطبل و از باد مراد اسپاں ۱۲

عاقلِ دولت کہ مبادا ش نقل | باد سرافراز جہانی چو عقل
بادہ کہ از عقل رباید چراغ | تا ابدش عقل فزائے دماغ
چنگی او عقل فزائے جہاں | عاقلۂ عیش و نشاط شہاں
ایں غزل از تارِ ترنم سرائے | در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

غزل

خورّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد | آرزومند نگارے بہ نگارے برسد
دیدہ بر روئے چو گل بند دو نہ بود خبرش | گرچہ در دیدہ ز نوکِ مژہ خارے برسد
تن چو بینش کہ بر سیلِ مژہ کشتی راند | از پسِ قطعِ سواحل بکنارے برسد
لذتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند | جانِ بیکار شدہ باز بکارے برسد
گرچہ در دیدہ کشد ہیچ غبارش نبود | ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد
اے خوش آں تلخیِ پاسخ کہ دہد بعد از ہجر | کہ خمارے شکن از بہرِ خمارے برسد
لذتِ وصل نداند مگر آں سوختۂ | کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد
قیمتِ گل نشاسد مگر آں مرغِ اسیر | کہ خزاں دیدہ بود پس بہارے برسد
خسروا یارِ تو گرمی نرسد خود می پوے | بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ آرے برسد

ذکر در اسپ فرستادنِ سلطان بپدر
ہم براں گونہ کہ در باغ وزد بادِ دوزن

کاسهٔ سم کز طبق[1] آزاد گشت | گرد بصحنِ زمین آشام[2] دشت

باد گرفت اسپ کسان را بسی | وز رهِ شان رفت بصحرا خسی

گرچه که زاده شده پابند پاے | هم که تنگ ماندهٔ[3] صبا را بجاے

بر سرِ نہ چرخ بود جاے شان | گر نہ بود بند بہر پاے شان

پیکرِ آن راه نوردانِ پاک | بادِ مجسم شده بر روے خاک

بر سرِ ہر خواه روان تر شده | وز سبکی دیده درون در شده

صورتِ شان از روشِ دلپذیر | وہم مصوّر شده اندر ضمیر

گشت چو سیّاره منازل سپر | ماه سبک سیر شده نعل زر

زال مہِ ره یافته در برجِ باد | باد بسے گرد بسیّاره داد

جوشش کمیت از سرِ میدانِ شاه | مست ہمی کرد کسان را براه

شکل سیاہانِ[4] سر افراخته | آتشے از دودِ سلب ساخته

آتشِ سوزان که ز تابِ وجود | ہم ز تنِ خویش بر آورده دود

تیزیِ خنگانِ محیط آزمون | آب ببرد از فلکِ آبگون

گنبدِ شان کرده فلک را خراب | گنبدِ آبی شده بر روے آب

سوسنیان[5] خوش فش و نرگس دماں | وز دمِ شان نرگس و سوسن دماں

---

۱ طبق نام بیماری که در سمِ اسپ می باشد ۱۲ ۲ اے زمین آشامی نور دیدند ۱۲
۳ گزشته بودند ۱۲ ۴ اسپان مشکی ۱۲
۵ سوسنیان ـ اسپان برنگ سوسن وفش موے عیال ـ دماں معنی دمنده ۱۲

کبکِ خرامنده بصحنِ سرائے | کبکِ دوان ابزدهٔ زاغ پائے
هیکلِ شان گرم چو آتش گہے | آتشِ شان چوب نخورده گہے
کوه گران لیک گران سنگ نی | یک تگِ شان جز بسهٔ فرسنگ نی
سنگ دران کوه تنان ناپدید | کوه که بے سنگ بود کس ندید
ز آتش خود گرم روان ہمچو تیر | سوختہ شد کرهٔ گرمِ اثیر
از تگِ شان کاره صرصر زده | باد بدیوار بسے سر زده
سرعتِ شان از تگِ شان بیشتر | گاهِ تگ از خود قدمی پیشتر
وز رهِ جولان بفلک راهِ شان | سنبلهٔ چرخ چراگاهِ شان
بے سمِ شان کوه نیارد خمید | بے تگِ شان فتح نیاید پدید
پا نه نهاده بزمین ہیچ جائے | بر سرِ گردون شده جولان نمائے
کرده ہوا در تهِ ایشان زمین | پا ننهاده بزمین جز جبین
آب روان از پئے صحرا بگشت | بادِ صبا از پئے گلگشتِ دشت
گه بلگد خشتِ زمین بشکنند | گاه بیک جست دو گنبد کنند
از لگد پا که بیک پے فشرد | خرگہِ بر نه کره را کرد خرد
چون سمِ شان لرزه بگیتی فگند | کرهٔ ناکندِ زمین را بکند
گاه روش زان سمِ گیتی نورد | از کرهٔ خاک بر آورد گرد

---

[۱] خرگہ بر نه کره - آسمان ۱۲

بستہ بریشم گہرِ مہرہ وار / مہرہ نگویم کہ دُرِ شاہوار
شاہ چو در مہرۂ شاں چشم داشت / چید یکے از صد و دیگر گذاشت
گرچہ ہمہ مہرۂ شاں چیدہ دید / عاقبت از گوہرِ شاں مہرہ چید
کرد گزیں زاں ہمہ گردوں نگاں / پنج ہزار و صد و پانصد یگاں
داد بدانا کہ برایں نزد شاہ / عذر قدم زآمدنِ وے بخواہ
وعدۂ امروز فرازم رساں / جان بجنابش بر و بازم رساں
رفت پذیرندہ و آں ہدیہ برد / خدمتیِ خاص بخدمت سپرد
خواہشِ عذرے کہ بہ پنہانش بود / کرد بفرمان دہِ فرمانش زود
داورِ دولت کہ دراں یاوری / دید ز دارائے خود آں داوری
سکۂ مہرے کہ عیارش نمود / گرچہ یکے بود ہزارش نمود
داد بآرندہ لباسے عجیب / قیمتی و در ہمہ عالم غریب
سُرخ نطاقی ہمہ از لعلِ ناب / لعل کہ خورشید ندیدہ بخواب
از پئے شہ چند طرائف دگر / طُرفۂ اطراف ہمہ بحر و بر
وعدہ چناں رفت کہ ہنگامِ شام / جلوہ کند مہر بماہِ تمام
مرد سخن سنج گزاں سلکِ دُر / کفِّ خود و کفّۂ خور یافت پُر
آمد و بکشاد ترازوے راز / نکتۂ سنجیدہ بسنجید باز
شاہ بفرمود بفرش کشاں / زینتِ فرش و تتق زرفشاں

چال[1] ز گلرنگ تر انگیخته　　بادِ صبا را بگل آمیخته

پشتِ قله[2] از خطِ مشکینِ خویش　　سبقِ هنر داده صبا را به پیش

زردهٔ شان چون زرِ قیمت فزای　　گرچه نه بیجاده[3] ولی کهربای

خنگِ مگس[4] دشت خورد کاسه سُم　　بهر مگس کرده مگس ران ز دُم

لیک[5] چه راند ز مگس کز سُرین　　خواست بلغزد مگس اندر زمین

اَبرشِ شان ابر تگ و برق تاب　　برقِ فلک سُرعت و ابرش خطاب

در تگِ شان گاه کشادن ز بند　　گم شده این ابلق دندان بلند

ابلقِ شان از بیاض و سواد　　خامهٔ نقاش نشانی نداد

دهر شد از نسختِ شان ناامید　　گرچه بسی کرد سیاه و سپید

صورتِ شان خامه نداند نبشت　　بادِ صبا را که تواند نبشت

از تگِ شان گر بنویسم سخن　　باد رُباید قلم از دستِ من

مه ز پیٔ آخورِ آن مهوشان　　ساخته خرمن برهِ کهکشان

کارگزارِ عملِ پایگاه　　می گذرانیدگان پیشِ شاه

---

[1] چال۔ اسپی که سُرخ رنگ باشد ۱۲　　[2] قله اسپ که رنگش مائل بزردی باشد ۱۲

[3] در لفظ بیجاده و کهربا صنعتی ست بلیغ که او هم جوهریست بمعنی بی‌راه و کهربا هم جوهریست و بمعنی خون خورنده کاه ۱۲

[4] خنگِ مگس اسپ سفید که بر آن نقطهائے سیاه باشد ۱۲

[5] لیک چه راند الخ۔ یعنی اگرچه دم آن مگس ران ست مگر مگس را چه گونه راند که از فربهی و چربی مگس از سُرین او می لغزد و بر زمین می افتد ۱۲

من از آرزوت مُردم دلت ار چہ نیست با من — تکلّف ار تو دانی شبِ آرزوے من کن

منم و دلے و دردے ز غمت چو ناتوانان — بزکوۃ تندرستی گزرے بسوے من کن

ہمہ بوے عود نبود کہ بر آتش بسوزی — دلِ سوختہ است رغبت قدری ببوے من کن

اگر ایں ست رسمِ خوباں کہ بمو نہند دلہا — دلِ من بیار و جایش تنِ چو موے من کن

بدو زلف طوق داری نہ یکے کہ صد بخم — وگرت ہزار باشد ہمہ در گلوے من کن

ز شکنجِ زلفِ مشکیں چو نہی بدوشِ چوگاں — بفدلے حالگاہش سرِ ہمچو گوے من کن

تنِ جاکیم لبالب ہمہ پُر ز خوں ست از تو — لبِ خویش را تو ساقی ز سرِ سبوے من کن

بکراں مشو ز خسرو کہ چنیں بدستِ خویم — نفسے بیا و بنشیں بدِ خو نکوے من کن

صفتِ آں شبِ باقدر کہ تا مطلعِ فجر
نزدِ آں روح ملک بُرد سلامِ یزداں

شب چو بیاراست سرِ سپہر — گشت مکلّلِ تتق ماہ و مہر

یافت فلک پردۂ گوہر نگار — رشتۂ شب از پئے آں پود و تار

چرخ بہر زاویہ شمع سوخت — خاک بہر خانہ چراغے فروخت

طاقِ سما کرد چراغ آشکار — طاق یکے بود چراغش ہزار

دہر شد از دود معنبر دماغ — کم نہ بود دودۂ چندیں چراغ

سُرمہ بود از دُر و گردوں بر آں — از دُرِ سیارہ شدہ سُرمہ ساں

هر همه در حجلهٔ بار آمدند | بارکشاوند بکار آمدند
نصب شد او رنگِ ز رازِ شِگاه | پایه بپایه سرِ او تا بماه
تاجِ مرصّع که در آویختند | یکسر از آبِ گهر آمیختند
بود تتق جملہ ز زر بافتہ | پردهٔ درہا ز گہر بافتہ
پردهٔ دیوار ز یاقوت بود | کلّهٔ بالا ز زمرد نمود
فرشِ زمیں بود مسلسل بزر | در تہ آں خاکِ زمیں نقرہ گر
ہر کہ در آمد بچناں منظری | صورتِ خود دید ز ہر گوہری
یک تنہ ز و شد بتصوّر ہزار | ہیں کہ ہزارش چہ نمود اِشمار
شاہ در آں خانہ در آمد بتخت | آئینہ دید نمود ارِ بخت
خانہ از و شد ہمہ صورت پذیر | با ہمہ تصویر نبودش نظیر
خواست ز ساقی مے آئینہ فام | دید در و صورتِ خود را تمام
گشت سکندر کہ ز گنجینہا | داد ز رو کرد نو آئینہا
با دلِ آئینۂ اسکندرش | با دل گلرنگ صفا پرورش
داد مرا ایں غزل اندر خیال | بر دلِ چوں آئینۂ او جمال

غزل

ز سرِ کرشمہ یکے رہ گزرے بسوے من کن | بغلیتے کہ دانی نظرے بروے من کن

کرمکِ شب تاب بصحنِ جہاں ‏ ‏ ‏ ہمچو شرارا ز سرِ آتش جہاں

چرخِ کماں شکل بہ تیرِ شہاب ‏ ‏ ‏ شاندہ پرِ زاغ بہ پیرِ عقاب

تیرِ شہاب از دلِ اختر گزشت ‏ ‏ ‏ روشن از یں ہفت سپر درگزشت

آتشِ خورشید کہ گرمی نمود ‏ ‏ ‏ ز آتشِ او چرخ بر آورد دود

روز ز دریاے فلک شست دست ‏ ‏ ‏ چشمۂ خور در تہِ دریا نشست

طرفہ کہ خورشید چو در شد بچاہ ‏ ‏ ‏ گشت رواں ز ورقِ زرینِ ماہ

در شدہ آں چشمۂ روشن بچاہ ‏ ‏ ‏ خونِ شفق سرخ شد آنگہ سیاہ

پرتوِ خورشید کند از عمل ‏ ‏ ‏ سرخیِ خوں را بسیاہی بدل

بلک چو خورشید شد آتش فشاں ‏ ‏ ‏ زود ہد از رنگِ سیاہی نشاں

طرفہ کہ خورشید چو رو در کشید ‏ ‏ ‏ روے زمیں کرد سیاہی پدید

خور چو شود تافتہ از تابِ وے ‏ ‏ ‏ روے پر از قطرہ نماید ز خوے

طرفہ کہ چوں تابشِ خور شد نہاں ‏ ‏ ‏ گشت پُر از قطرۂ رُخ آسماں

تا ندہد آہوے مشکیں عطا ‏ ‏ ‏ ہست طلب کردنِ مُشک از خطا

طرفہ کہ گم گشت چو آہوی مہر ‏ ‏ ‏ مشک فشاں گشت بگیتی سپہر

قرصۂ خور تا بسرِ خوان بود ‏ ‏ ‏ خلق بر و آختہ دندان بود

طرفہ کہ چوں قرصِ خور از خواں فتاد ‏ ‏ ‏ چرخ لبالب ہمہ دنداں کشاد

مست شدہ از قدحِ دورِ مہر ‏ ‏ ‏ بر زمیں اُفتاد ز روے سپہر

چرخ که شد حقهٔ او سرمه زاے		سنگ ندارد زچه شد سرمه ساے
دیدهٔ انجم بسیاهی درون		دیده درون ماند سیاهی برون
ریختہ از شیشهٔ گردون مداد		مجمرهٔ گل شده زد پُر سواد
جوهریِ شام بسودا گری		کرد گهر پیش کشِ مشتری
گاوِ فلک ریختہ عنبر براه		گاو زمیں ساختہ پرچم سیاه
طاسِ فلک شد عَلَمِ زنگار		روے زمیں شد زعلم سایه دار
از نمِ شبگیر که هرسو فتاد		کوسِ سحر هیچ صدای نداد
او هم شب گشته به تندی روال		پُر زجلاجل شده برگستوال
گرچه هوا پُر زجلاجل نمود		هیچ طرف بانگِ جلاجل نبود
چرخ یکے حلقهٔ انگشتریں		بر سرِ یک حلقه هزاران نگیں
خوانِ فلک پُر زنگهاے زر		زرد چو زنبور برآورده سر
زاں همه زنبور که از نور بود		پردهٔ شب پردهٔ[1] زنبور بود
خوشهٔ[2] چرخ از علفِ خانه خیز		هرِ خر[ِ]سانِ سحر دانه ریز
بود خروسِ سحر اندر عدم		ورنه چرا دانه نمی گشت کم
مرغِ شب آهنگ نوا گر شده		نغمهٔ زیرش بهوا بر شده
شپرکِ از بس که ببالا پرید		مُرغِ مسیحا بمسیحا رسید

---

[1] از پردهٔ زنبور مراد سقف زنبورست که سوراخ دارمی باشد ۱۲ [2] خوشهٔ چرخ برج سنبله و خروسان حیاں ملایک و دانه ها ستاره ها ۱۲

ساختہ از دود مداوی زسر | دادہ بہ پروانہ سوادی زسر
بس کہ گزیدہ شدہ از زخم گاز | دادہ سر خویش گزیدش براز
زاں ہمہ نیشے کہ ز زنبور خورد | عاقبتش سوختن آغاز کرد

صفتِ نورِ چراغ کہ اگر پرتوِ او
نبود در دلِ شب کور بود پیر و جوان

گشت رواں خانہ بخانہ چراغ | آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
گرم دماغ آمدہ در ہر وثاق | بینش از گرم دماغی بطاق
پنبہ دہانی بزبانِ دراز | باہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز
پنبۂ و آتش شدہ در روغنش | در تن و ناسوختہ ہر گز تنش
پیش رو راہ ز نورِ بصر | گم شدہ را در دلِ شب راہبر
تا شب از و نور نیامد پدید | دیدۂ تاریکِ جہاں رہ اندید
چرب زبانی بدلش گشت جمع | چرب تن و چرب زباں تر زشمع
شعلۂ او کرخسے آشوب یافت | صد خلہ از سیخک جاروب یافت
نادرہ کردعیاں دل پذیر | سیخک جاروب بر آتش امیر
خس ببرد بینیِ او در لبے | چوں ببرد بینیِ آتش خسے
کرد بچوب آتشِ خود را ادب | وز پئے چوب آمدہ جانش بلب

صفتِ شمع که چون بسرش آید مقراض
در زمان چاک زند پردهٔ ظلمت ز میان

شمع بهر بزمگهی سرفراز — خاصه به بزمِ شهِ عالم نواز
شمع نه بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعه پیوند روز
از همه سو دوخته همه روی چشم — نی پلکش دیده و نی موی چشم
پاسِ نفس داشته تا بامداد — هر که بروز و نفسی جان بداد
اولِ شب آمده عمرش بسر — زیستنش آخرِ شب تا سحر
نادره شخصی که ز نورِ صفات — زنده بماند چو سر آید حیات
زنده شد آتش ز نفس چون بمرد — و آتشِ تیزش ز نفس جان نبرد
جانش که از سوز رسیده بلب — زنده از آن داشته بسیار شب
چون دلِ سوزانش ز سر برگذشت — جان شد و از وی دلِ شب زنده گشت
شد بگهِ صبح حیاتش تمام — عمر ز سر یافت بهنگامِ شام
کرد چو مقراض بسویش گذر — بوسه زدش بر لب و ببرید سر
بس که سرِ او شده بار زبان — کرد سر اندر سرِ کارِ زبان
تیغ رسید و سرش از تن ربود — او بزبان کرد حرا ره چه سود
سوز بسر داشت که چندان گریست — تا نبریدند سرش را نه زیست

ثور گرفته ز ثریا نثار — کوهه کوهان ز گهر زیر بار

ساخته ثور از دبران[1] چشم خویش — کحل جواهر فلک آورد پیش

هقعه[2] سه سیارهٔ روشن بدور — گشته مثلث چو سه نقطه بثور

هنعه[3] دو آتش که بیکجا نمود — داغ وے از گردن جوزا نمود

بس که دراع[4] اطلس گردون نوشت — پردهٔ اطلس همه هیمون گشت

نثره[5] چو ابرے شده گوهر فزاے — چار گهر ریخته بر پنج پاے

طرفه[6] بیک طرف دو چشمش پدید — دیده چنین طرفه بچشمے ندید

قلب فلک در طلب جبهه بود — جبهه بتقلب آمد و بهجت فزود

زبره[7] زبر دست شده چون اسد — بهر اسد کرده ز آهن جسد

مهرهٔ صرفه[8] بدم شیر گم — مهره بسر باشد و او را بدم

---

۱ دبران بفتح دال نیز نام منزل ماه است و آں پنج ستاره اند در ثور یعنی فلک برائے (دبران) چشم ثور کحل جواهر آورد تا که چشم ور روشن شود ۱۲

۲ هقعه سه ستارهٔ روشن در برج جوزا ۱۲ ۳ هنعه بفتحتین نیز نام منزل قمر و آں پنج ستاره اند بر گردن جوزا ۱۲

۴ دراع گز مراد ماه است یعنی ماه اطلس گردوں را در نوشت ۱۲

۵ نثره نام منزلِ قمر و آں چار ستاره اند در برج سرطان ۱۲

۶ طرفه بالفتح نام منزل قمر و آں دو ستاره اند در یک طرف یعنی ایں طرفه تر است که طرفه دو چشم دیکھا ... ۱۲

۷ زبرا تراشهٔ آهن و آں ستاره ایست در برج اسد که جسدِ اسد را مثل آهن مضبوط کرد ۱۲

۸ صرفه نیز ستاره ایست بردم اسد یعنی ایں عجب ست که مهر بر سر باشد و اسد را بر دم ۱۲

بستہ جہاں چشم چو گاوِ خراس — گوش بفریاد ز آواز پاس
کرد عسس بر سرِ ہر کو کمیں — کیست کہ جنبد بہ بساطِ زمیں
مردمِ ہر خانہ شد از رہ گزر — مردمکِ دیدہ فرو بستہ در
موسمِ گرما و تن از خوی بجوش — دیدۂ مردم ز پلک شقہ پوش
شقہ گری از پلک آموختہ — وز مژہ قندز بگراں دوختہ
موے بہم کردہ مژہ داد تاب — دام ز مو بافتہ از بہرِ خواب
فتنۂ چشم آمدہ زاں مو بدام — تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام
ہمچو فلک پُر ز ستارہ جہاں — ہمچو زمیں پُر ز چراغ آسماں

صفتِ سیرِ بروج و گردشِ منزلہا
کہ ہمہ کارگزارِ فلک اند از دوراں

میرِ منازل[1] ہمہ نزدیک و دور — منزلتے دادہ فلک را ز نور
قرنِ[2] حمل کردہ قراں یکدگر — وز حدِ شُرطین برآوردہ سر
بستہ حمل حمل بنافِ بُطین[3] — زادہ سہ سیارہ بہ تثلیثِ عین

---

[1] میرِ منازل۔ ماہ ۱۲ [2] قرن بمعنی شاخ و حمل برج جدی کہ بصورت برۂ گوسپندست شرطین بصیغہ تثنیہ نام منزل اوّل ماہ و آں دو ستارہ اند از برج حمل و بجائے دو شاخ آں واقع شدہ اند ۱۲
[3] بطین بضم با نام منزل دوم ماہ کہ درین مدت ماہ در شکم برج حمل می باشد و بطین سہ ستارہ اند باریک بشکل مثلث بدور برابر این شکل ه ه ه ۱۲

بلده چناں از نظر آنجا نہی | ہست دہے لیک ز مردم تہی
سعد شدہ ذابحِ بز در نہاں | از پئے آرایشِ خوانِ جہاں
سعدِ بلع[1] در شکمِ بز درون | رفتہ و آوردہ دو بچہ برون
سعدِ سعود از دو طرف درفشاں | با اثرِ سعد ز تثلیث شاں
اخبیہ[2] با چار حریفِ درشت | دلو کشاں گشت ز بالای پشت
کردہ مقدم ز قدم پیش و پس | آب کشِ دلو شدہ از ہوس
دستِ موخر سوے ماہی دراز | در دلِ ماہی شدہ تاخیر ساز
کردہ رشا[3] رشتۂ پیچاں بدست | در شکمِ حوت در افگندہ شست

صفتِ اختر و آں طالع و وقتِ مسعود

کہ گرفتند دو مسعود بیک برج قراں

زہرۂ و برجیس بہم بستہ جعد | ثور مشرف بقِرانِ دو سعد
ماہ و ذنب ہر دو بیکجا مقیم | ماندہ ز پشتِ برہ مہ در گلیم
برجِ دو پیکر زدہ در روی پر نور | دیدۂ اختر ز درش ماندہ دور
شاہِ کواکب شدہ کرسی نمائے | کرسی او کرد فلک پنج پائے

---

[1] سعد بلع دو ستارہ اند در برج دلو و میاں آں ہر دو یک ستارۂ دیگر ست کہ آں را مبلوع گویند ۱۲
[2] اخبیہ یعنی خیمہ ہا و نام منزل و آں چار ستارہ اند و سختی آنہا باعتبار نحوست این منزل ست یعنی دلو ۱۲
[3] رشا نام منزلے ست و آں ستارہ است بشکل رسنِ دلو ۱۲

پنج گہر یافتہ عوا^۱ بز بر — پنجۂ شیر آمدہ بر رانِ شیر
رمح سماک^۲ از حدِ تیر آمدہ — رفت بمیزان و ترازو شدہ
غفرہ^۳ چو سطرے کژ و روی سہ حرف — راستی اندر خطِ میزانش صرف
شکل زبانا^۴ بجہنان دو اوری — بر سرِ عقرب بزباں آوری
عقرب از اکلیل^۵ سہ گوہر بہ پیش — ہر سہ گہر سفتہ بیک زخمِ نیش
روئے چو بکشاد مہ مہر جبے — قلب^۶ شدہ عقرب و پوشیدہ روے
شولہ^۷ شدہ بر سرِ عقرب چو خار — داد دو گاں شعلۂ آتش شرار
شکل نعایم^۸ چو سریری بجاے — کژ شدہ با راستیِ ہشت پاے

۱؎ عوا سگِ عوعو کنندہ و نام منزل قمر و آں پنج ستارہ اند بر رانِ شیر یعنی ایں عجب ست کہ پنجۂ شیر بران آمدہ ۱۲

۲؎ رمح نیزہ و سماک بالکسر نام منزل چہاردہم ماہ و آں یک ستارہ است و سماک دو نوع ست۔ یکی رامح یعنی نیزہ دار، دیگرے اعزل یعنی بے سلاح۔ میزان بمعنی ترازو و نام برج۔ یعنی سماک از حد مسافت عطارد آمدہ بہ برجِ میزان مقابل شد زیرا کہ ترازو شدن بمعنی مقابل شدن ست ۱۲

۳؎ غفرہ نام منزلِ قمر و آں سہ ستارہ کژ واقع شدہ کہ آں را سہ حرف گفتہ یعنی در برجِ میزان آمدن راست شدہ ۱۲

۴؎ زبانا بالضم نام منزل قمر و آں دو ستارہ اند بر سرِ عقرب ۱۲

۵؎ اکلیل نام منزل قمر و آں سہ ستارہ اند در برجِ عقرب یعنی عقرب از نیشِ خود سہ گوہر را بسفت ۱۲

۶؎ قلب عقرب برقع ست یعنی ماہ از دیدنِ عقربِ منحوس روئے خود پوشید ۱۲

۷؎ شولہ دمِ کژدم و نام منزل قمر و آں یک ستارہ است بر سرِ عقرب و دو گاں دو چند یعنی عقرب بخت خود را دو چند ظاہر کرد ۱۲

۸؎ نعایم بالفتح نام منزل قمر در برج قوس و آں بشکلِ تخت ہشت پایہ واقع شدہ است یعنی نعایم (شتر مرغ) با وصفِ راستی ہشت پا کژ گردید ۱۲

گشت چناں ظلمتِ شب کم فراغ　　کش اثرِ دود نماند از چراغ
دیدۂ سیارہ ز نورے کہ زاد　　دادہ ہمہ سرمۂ شب را بباد
روشنیِ گشت بعالم پدید　　کاولِ شب صبحِ دوم در دمید
مشعلہا ہر چہ درآمد بہ بیش　　نورِ جہاں گشت ز اندازہ بیش
تابِ چنیں کوکبہ آں آفتاب　　نور دہِ خاک شد از برجِ آب
ریختنہا ز دو سو شد بکار　　بستہ شد از بارِ گہر جائے بار
ریزشِ زر کز زمیں آمیختند　　خاک تو گوئی کہ ز زر ریختند
آنکہ ہمی چید بدامن گہر　　دامنِ پر چید ز لولوے تر
خلق سر از چیدن زر خم نکرد　　سر چہ کند خم کہ نظر ہم نکرد
بسکہ دُر و لعل بخواری نشست　　کس بچناں آب نیالود دست
نورِ دو خورشید شدہ ہمقراں　　انجمن انجم فگن از ہر کراں
ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند　　بر فلکِ تخت چو مہ بر شدند
گشت ببرجے دو قمر جائے گیر　　گشت مزیّن بدو سلطان سریر
برج شرف کردہ دو اختر یکے　　سلک نسب کردہ دو گوہر یکے
ملک بیک تخت دو دارا نمود　　دہر بیک آب دو دریا نمود
روے زمیں فرِّ دو جمشید یافت　　چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگیں دست داد　　افسرِ کسریٰ بدو فرق ایستاد

گشته عطارد باسد جاے گیر | شہ زده گوئی بدل شیر تیر
شیر چو پہلوے عطارد نجست | سنبلہ در سوگ میانرا ببست
راس[1] چو مریخ ترازو بچنگ | ہر دو برابر شده در وزن سنگ
عقرب دم دار شده قلب دا | کرد ہم از کوکبۂ خود کنار
مشتری از خانۂ خود بے خبر | قوس تہی تیر بجاے دگر
بزکہ شدش ہندوئے گردوں شباں | رفتہ شباں از سر آں بے زباں
دلو شد و در تہ دریا نشست | کاب کشاں زو ہمہ شستند دست
کرده زحل در دل ماہی مقام | طرفہ کہ ماہیش بہ بستہ بدام
تیرہ شبی و مہ گردوں بخواب | ماہ زمیں منتظر آفتاب
تاکیش آں اختر عالم فروز | روے نماید کہ شب آید بروز
نوبت خفتن چو نوا بر کشید | بانگ دہل دم بہوا بر کشید
کاسہ بروں زد شغبے کان درست | گفت سخن کوس فلک را بپوست
ناگہی از دور در آب رواں | مشعلہا شد چو کواکب عیاں
پرتو شاں نادرۂ خوش نمود | کآب پر از شعلۂ آتش نمود
عدل شہ ایں تعبیہ انگیختہ | کآتش و آبے بہم آمیختہ
دہر بنوعی فلک افروز شد | کاستر شب اورنگئ روز شد

---

[1] راس نام ستاره مقابل ذنب یعنی راس و مریخ ہر دو در برج میزان بودند ۱۲

زاں سرا نبوہ کہ در گل نشست — کاسہ بہم خورد سراسر شکست
گرد شدہ خاصگیاں ہر طرف — وز دو قمر یافتہ پرویں شرف
گاہ نشستہ بمقامِ نشاط — گہ بزمیں بست چو نقشِ بساط
جملہ کلہ ور شدہ کہ تا بمہ — سر ز کلہ گشتہ سزاوارِ زہ
جبہتِ شاں از کلہ بے بہا — گشت دُر افشاں چو مہ از ابرہا
از کلہِ لعل و سپید و سیاہ — گونہ بگونہ شدہ رخسارِ ماہ
نقشِ قبا ہائے زر خز آب گوں — موج بروں دادہ ز دریا دروں
کوہ تنانے ہمہ بستہ کمر — تا بہ کمر غرق شدہ در گہر
قامتِ شاں زاں کمرِ زر کہ بست — تیر تو گوئی بدو پیکر نشست
مجلسے آراستہ شد چوں بہشت — خاک شد از غالیہ عنبر سرشت
بس کہ فشاندند گلابِ نشاط — شستہ شد از وی ہمہ روی بساط
بوئے گلاب از تنہ و آستیں — کرد ز گل جامۂ گل راستیں
عودِ قماری کہ ہمی داد دود — غالیہ می ساخت گل از دودِ عود
عود ہمی سوخت چو عنبر بداغ — مشک ہمی گشت بگردِ دماغ
بس کہ شد آلودہ عنبر زمیں — گاوِ زمیں شد ہمہ تن عنبریں
نقل فشاندہ بطبق ہائے زر — میوہ ز ہر جنس چہ خشک و چہ تر
دیدۂ بادام کہ بیخفتیش بود — خستگئے داشت شکستی نمود

دبدبهٔ کوس دو لشکر زدند — نوبتِ اقبال دو سنجر زدند
گلشنِ دولت بدو گل تازه گشت — صوتِ دو بلبل بیک آوازه گشت
گشت یکے تاجِ کیاں را دو سر — گشت یکے قصرِ شہاں را دو در
مصقلۂ چرخ دو خنجر زدود — آینۂ ملک دو صورت نمود
نور یکے داد دو لوحِ جبیں — لمعہ یکے زاد دو نورِ یقیں
سایہ یکے کرد دو فرِّ ہمائے — پایہ یکے ساخت دو کشور کشائے
شاخ ہم سود دو سروِ جواں — موج ہم داد دو آبِ رواں
گشت یکی باغِ وفا را دو جوے — گشت یکی تیغِ صفا را دو روے
کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید — مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید
چرخ یکے شد بدو ماہِ تمام — بزم یکے شد بدو دورِ مدام
گشت یکے غم زدو دل خاستہ — گشت بیک جان و تن آراستہ
بود دو سرو آمدہ ہر دو بہار — سرو دو بد پایش انشان چہار
صف زدہ از ہر دو طرف صفدراں — انجمنے ساختہ نیک اختراں
بر ہمہ در رشتۂ طاعت قطار — راست چو در رشتہ دُرِ شاہوار
سر بزمیں خانِ خطامی نہاد — خانِ مغل کاسہ کجا می نہاد
بود گہِ سجدہ بروں از شکے — نقشِ بساط و رخِ مردم یکے
فرشِ زمیں داد ز صورت نشاں — از چہ ز نقشِ رخِ گردنکشاں

از سر جوشش همه گنبد نمود | گرچه که میدانِ مے از شیشه بود
او ز عمل کرده بسے زر بدست | آمده بر شیشهٔ مسکیں شکست
مے که از و صد هنر انگیخته | موے بمویش بهنر بیخته
بهرِ دهن هاے چو انگشتریں | ساخته از لعل مصفا نگیں
بود بر آتش قدمش دیر پاے | زاتش دمید آبله[له] سر تا بپاے
نام حرام ارچه بر وشد وبال | هر چه نمک خورد مداں جز حلال
لاجرم او داشت نمک را عزیز | حرمت او داشت همه خلق نیز
طرفه حرامی که بهر دستگاه | حقِ نمک دارد ازیں سان نگاه

وصفِ قرّابه که بهرِ حرمِ دخترِ رز
شیشه خانه است ببالاے سرش روشنداں

سینهٔ قرابه برآورد شور | وا ز خس خم چشم بداں کرد کور
راست چو دریا ز برون و دروں | دُر ز دروں داشته خس از بروں
هرکه گذر کرد گهی در رهش | غرقه شد از آب بزیر کهش
گرچه ز پیری سرِ او پنبه گشت | هم ز مِی و جام نداند گذشت
پُر شده تا لب ز مِی و گشت مست | ریخته از سینه بروں هرچه هست
بسته میاں را کمر از لعلِ تر | طرفه که در زیر قبایش کمر

له از آبله مراد حباب هاے شراب ۱۲

شد بطبق پستهٔ شکّر شکن | بهر زمیں بوس لبالب دہن
چربی چلغوزه ازانجا که اوست | چرب زباں بود و لے زیر پوست
سرخی ما[1] بود ز عنّاب کم | سرخی خود کرد فزوں دمبدم
سایگی از پرتو مجلس تباب | سایه ہمی جُست دراں آفتاب
ہیچ کسے آب زآبے نخورد | سیب شد از بس خجلی سرخ و زرد
قہقهٔ بے ادباں کرده نار | شد ہمه دندانش بدامن نثار
بود ہم از میوهٔ ہندی بسے | کاں مزه را نام نداند کسے
موز که ہمسایگیِ بہی[2] نمود | به بتری بود اگر به بنود
نُقل ازیں گونه دل آساؤ نغز | باده کزو پرورشں آید بمغز

صفتِ باده که بینی چو خطِ بغدادش

بے سوادیش بخواں نسخهٔ آبِ جیحوں

مے که عرق از تنِ مرداں کشید | گوہر ہر مرد شد از وے پدید
پیشِ چناں گوہرِ یاقوت رنگ | کوه زده بر سرِ یاقوت سنگ
بس که زہر کف گہر انگیز گشت | معبرش از معبرِ دریا گذشت
تند کمیتے که بہنگامِ جوش | کف بلب آورد و شد اندر خروش

---

[1] ما در عربی آب را گویند و آبی بہی را گویند یعنی سرخی بہی ۱۲

گشت لبالب زمئے جان سرشت | کرد حدیثا ازلبِ جوے بہشت
جاں بلبش تا نرسید از طلب | برلبِ جاناں نرسانید لب
نوش لبش زاں مے نوشیں کہ خورد | نوش لباں راہمہ لب نوش کرد
بس کہ خورد بادہ نداند ستاد | تاش نگیری نتواند ستاد
مے بدلِ آب فرو ریختہ | وآب بمے ہیچ نیامیختہ
بادہ تو گوئی کہ درو از صفا | ہست معلّق بمیانِ ہوا
کرد چو ساقیِ شہش زیردست | رفت زبر دستِ بزرگاں نشست
دستگہے یافتہ درخورد خویش | کردہ بہ پیشش ہمہ کس دست پیش

صفتِ ساقیِ رعنا کہ کند مستاں را
بیک آمد شدِ خود بیہش و مست و غلطاں

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب | برد بیک غمزہ زعالم شکیب
خم بخم آویختہ جعدِ ترش | یک خم و صد برشکناں برسرش
نرگسِ نازندہ او نیم باز | نیمے از و خواب و دگر نیمہ ناز
گرچہ کہ چشمش شدہ باخواب جفت | لیک گہی فتنۂ چشمش نخفت
عکسِ چناں نرگسِ مست و خراب | ہر ہمہ را سرمہ دہد در شراب
خطِ نو آغاز شدہ گرد رے | خاستہ زو بر تن خورشید موے

رنگ خضر دادہ زسبزی برش	تا بزہ چشمۂ حیواں سرش
می طلبی روی بخدمت نہد	ہم بکند خدمت و ہم می دہد
خون دلش گرچہ بساغر خوری	ہم نکشد سر ز تواضع گری
لعل کہ در سنگ درون آمدہ	حل شدہ زاں شیشہ بروں آمدہ
سنگ بسی ہست کہ یاقوت داد	شیشہ کہ دیدست کہ یاقوت زاد

سخن از وصفِ صراحی کہ گراں نازک را

در گلو دست زنی خونش برآید زدہاں

بس کہ صراحیِ حلب گشت صاف	بادہ درو دیدہ شد اندر طواف
گوئی از اوصافِ صفاش از بروں	بادہ بروں ست و صراحی دروں
حاملہ جز خلف از وے نزاد	گرچہ حسش حمل کند بر فساد
کردہ درو دائرہ دورِ شراب	خیمۂ آں دائرہ گشتہ حباب
در شکمِ او کفِ صافی گہر	از ہوسِ بادہ شدہ شیشہ گر

سخن از وصف پیالہ کہ زبس جنبشِ خوں

خونِ قرابہ سوی اوست ہمہ وقت کشاں

شکل پیالہ چو فلک گاہِ دور	زو ہمہ بر مردم ہشیار جور

صفتِ چنگ کہ بے موست تنِ بکیار تش
موے ساقِ دگرش تا بزمیں آویزاں

چنگ سر افگندہ سر افراختہ
موے بمویش بہنر ساختہ

یک شبہ ماہے ز سرانگیختہ
سی شب وسی روز در آمیختہ

نیم کمانے وزہش ہست چار
زخمۂ پیکانش بجاں کردہ کار

کشتیِ کاغذ بر و بحرش گذر
کاغذِ او نا شدہ از رود تر

رشتہ کہ در گردنِ خود آورید
گردنِ او را شدہ حبل الورید

شیخِ عبا پوش ببزمِ شراب
پیر دلے ساختہ بہرِ شباب

گرچہ چو معشوق کشندش ببر
ہم دہد از نالۂ عشاق اثر

بسکہ نماندش برگ از نالہ خوں
رگ بزنی خونش نیاید بروں

زادہ بسے زخمہ کہ در جاں نہی
لیک شکم تا بتہیگہ تہی

پردہ ز ابریشم واز مو طناب
گاہ بریشم گرو گہ موی تاب

صد فنِ باریک چو مو بافتہ
زاں ہمہ مو چند رسن تافتہ

ہر سرِ موزاں رسنِ جاں فشاں
ہست ز باریکی علم نشاں

ہست لباسش ز بریشم مقیم
ہم نکشد پاے بروں از گلیم

مست رود چون بسوی می پرست | عقل شود شیفته بیچاره مست
هر که بیک جرعهٔ او سر نهد | بهشتیش بیسند و برتر دهد
مے دہد و خون خورد از دل تمام | جرعهٔ باقی نگذارد بجام
ور نشود مست حریف از شراب | رو بنماید که بیفتد خراب
مست در و بیند و او سوے مے | او شده مست از مے و مستان ز وے
بسکه همه جور بود در رِ او | هر که بود خون خورد از جورِ او
از کفِ او دور دمادم خوش ست | ور همه جور بود هم خوش ست
چون بدهد باده و گوید که نوش | مست بروزِ دگر آید بهوش
ساقی ازین سان و حریفانِ نغز | در شده آوازِ ترنم بمغز
حاصل ازین مجلس فردوس وش | شاه خوش و باده کشان نیز خوش
صفِ حریفان زده و جانب قطار | هر یک ازایشان ملکے نامدار
جامِ مے آنرا که بلب باز خورد | بستد و چون جرعه زمین بوس کرد
کرد سوے تخت بحرمت نگاه | خورد بیادِ رخ میمونِ شاه
بانگِ ندیمانِ قصیده سرا | باز رسانیده سخن بر سما
روزنِ هر گوش پُر از بانگِ رود | گنبدِ سر پُر ز صداے سرود
مرد بیک رو همه سازے بدست | ساخته تا مجلسیان گشته مست
زن ز دگر سوے بریشم زنے | رشتهٔ جان ریشهٔ هر دامنے

معنز تہی کرد معلم مثال
طفل صفت ساختہ باگو شمال

طفلِ بریشم گرو تارش چہار
پردہ دو شش ساختہ زاں چار تار

صفتِ نائے کہ ہر لحظہ زدم دادنِ او

کلۂ مطرب پرباد شود چوں انبان

نائے دہن بستہ و بسیار گوے
نائے مگوکش بفسوں مار گوے

مارِ سیہ کردہ بسوراخ رہ
مار یکے بینی و سوراخ دہ

مارِ شکر خوارہ ز افسوں پذیر
گشت بدستِ دگراں پارہ گیر

گاہ بصورت شدہ زنگی سلب
گاہ بمعنی شدہ زنگی طرب

طرفہ سیاہی ز عراق آمدہ
سوختۂ در فراق آمدہ

نیست دہن تا تُ نگوئی سخن
نیست سخن تا نبندی دہن

سر فگند پیش تو گر دم زنی
دم نزند تا سر او نشکنی

چوں ہوس آید بسر و در ترش
دور کند ہر چہ بود در سرش

مطرب گیرا نفس و سحر ساز
سر ز تنش کندہ و پیوستہ باز

گاہِ سخن گشتہ سراسر زباں
ہر نوا[لہ] بودہ لبالب دہاں

باز کند لب چو زبان آورے
لیک زبانش بلب دیگرے

لہ بمعنی آواز ۱۲

صفتِ کاسهٔ رباب وبسرش کفچهٔ دست
که دراں کاسهٔ خالی ست نغم چندا لواں

کاسِ رباب از شغبِ دل نواز | برده دل از مردم و جاں داده باز
نبض بگیرندش و رنجور نے | پرّه به بندندش و مستور نے
زخمهٔ تیزش چو تراشیده گشت | حلق نه کآواز خراشیده گشت
روے ورق ساخته مسطر زرود | گرچه نگنجد بکتابت سرود
زخمه زناں گشته زبهرِ فغاں | خونِ جگر خورده بزخمِ زباں
او چو زده راهِ حریفاں بسے | زخمه زده در حقِ او هر کسے
راه زدن چوں همه سازش بود | چوں زنیش زخمه نوازش بود
گرچه که ده جاے گرفتش کنند | خود غلط افتند ورا بفگنند
چوں به بلندی کشد آوازِ او | پرده درِ زهره شود سازِ او
در کند آوازِ حزیں بے خروش | نشنود آوازِ خود ار هست گوش
کاسه تهی وز نغمِ بیشِ او | دستِ کساں کفچه شده پیشِ او
بسته چو خر چوب بزریں رسن | طرفه که خر گنگ و رسن در سخن
خر شود از خوردنِ نشتر دواں | طرفه که خر ساکن و نشتر رواں

گاه زخشکی چو شود گرم تاب	ترد ہد آواز نخواہد جز آب

صفتِ پردہ و آں پردہ شناسانِ شگرف
کہ بہر دست نمایند ہزاراں دستاں

رود زنانے ہمہ باریک سنج	پردہ برابرِ یشم باریک رنج
تارِ بریشم رگِ جاں ساختہ	جاں زرگِ چنگ برانداختہ
ایں بصفت مرغ نمودہ دو رنگ	مرغ ولے چنگلِ باز ش بچنگ
آں شدہ کنجشک بگاہِ نوا	مرغ درآوردہ زروے ہوا
گاہ ترنّم بنواے کہ خواست	جانبِ چپ پردہ شد از راہِ راست
گہ بجبینی طرفے رود زن	پردہ کشا گشتہ بوجہ حسن
گہ زنوا زن کہ نوازندہ گشت	جانِ جہانے بنوازندہ گشت
گاہ برآوردہ نوا بوسلیک[۱]	دل شدہ چوں درِ بریشم سلیک
گہ غلط[۲] انداز ہنرمند را	تنگ شدہ عرصہ نہاوند[۳] را
گاہ بہ نغماتِ ترانددہ گاہ	یافتہ در عرصۂ باخرز راہ
گاہ ببر چنگ چو معشوق تنگ	درزدہ در پردۂ عشّاق چنگ

---

[۱] بوسلیک نام پردۂ موسیقی وسلیک بمعنی روندہ ۱۲

[۲] در فریب دادن ۱۲ [۳] نام سرود ۱۲

کرده بهر دستے ازآو ازتر　　زیرِ ہر انگشت ہزاراں ہنر
خانۂ چوبیں بمیانش ستوں　　تنگ دلی باد گذار از دروں
مطرب ازاں دم که دما دم بداُ　　دمبدم اندر سرش اُفتاد بادُ

صفتِ دف که در دستِ کساں کوبد پاے

صحن کرد داشتہ و کوبشِ پایین بحسپ سال

دائرۂ دف کہ حصارے ز چوب　　صحنِ وے از پنج عروسک[۱] بکوب
زہرہ ز دورش بسرود آمدہ　　جنبشش از چرخ فرود آمدہ
بستہ جلاجل بکمر جا بجاے　　چوں کمرِ چرخ جلاجل نمائے
برزبرِ دست گرفتہ نشست　　گہ زبرِ دست گہے زیرِ دست
چار زبان و دو زباں در دہاں　　نغز سخن لیک دوئی در زباں
ہر سخنِ نغز کہ با دوست گفت　　آں ہمہ در پردہ دُو در پوست گفت
گشتہ دُو رو لیک چو بر روی خود　　دستگہ خود ہمہ یک رویہ کرد
رویش ازیں سو و ازاں سوی ہم　　گفتنش ازیں روی و ازاں روی ہم
برکفِ مطرب ز اصولِ لطیف　　گاہ ثقیل آمدہ گاہے خفیف
گہ ز نمی لرزہ کند پوستش　　کاتشِ خورشید بود دوستش

---

۱ یعنی پنج انگشت ۱۲

دور قمر رفت فلک را ز سر | کز دو قمر یافت دو دور قمر
در سر شاں ساقی دوراں ز دور | خواند هنیاً بشراب طهور
هر چه تهی گشت ز می جام پر | باز نبردند مگر پر ز دُر
یعنی اگر کس تهی آید بشاه | دامن پر باز خرد آمد براه
چوں اثر باده در آمد بمغز | طبع کشاں شد بغذا های نغز

صفت مائدهٔ خاص که از خوان بهشت
چاشنی داد بهر کام و زباں لذت آں

گرم تریں کارگزاران خواں | مایده کردند ز مطبخ رواں
خوانچه آراسته بیش از هزار | بر همه الوان نعم کرده بار
بانگ بر آورد که ز اختر گذشت | بلکه ز نه خوانچه صلا بر گذشت
گشت علم از خورش ارجمند | خوانچه ازاں ساخت سه پایه بلند
صد قدح از شیرهٔ آب نبات | در مزه همشیرهٔ آب حیات
کرد گذر سوی حریفاں نخست | کام می آلوده ز جلاب شست
شربت لب گیر گزاں آب خورد | جان گسسته بتواں وصل کرد
از پس آں دور در آمد بخواں | دائره مهر شده دور ناں
ناں تنک صاف براں گونه بود | کز تنکی رو بدگر سو نمود

گہ چو دلِ سوختگانِ فراق — نالۂ فغاں کردہ براہِ عراق
گہ ز مخالف کہ نوازندہ ساخت — دوست بگشت ارچہ مخالف نواخت
گاہ فروغِ دمِ نائی بکام — دادہ بفرغانہ فراغِ تمام
بر دلِ عاشق کہ بکشتن سزاست — راست چو تیر آمدہ تیزی راست
نیزہ زنِ چنگ تہمتن مثال — رخش دواں کرد بزابلی زال
بستگی بربطِ مشکل کشاے — جاے کشادہ زپئے بستِ پاے
نغمہ چو در زیر و بم آہنگ برد — زیر کشید و بحسینی سپرد
زمزمۂ سازگری در عراق — کردہ باہنگِ عراق اتفاق
سازگری را ہمہ خواہاں شدہ — نغمۂ او تا بسپاہاں شدہ
عقل مسافر شدہ زیں کارگاہ — تیزی باخرزکناں قطع راہ
گشتہ ازاں قول کہ قوال راست — گفت گہی راست گہی نیم راست
زخمۂ زنگانہ ز بم تا بزیر — گشتہ زبے جاے گہے در نفیر
پیش چناں منطقِ طیر از قبول — فاختہ در باغ نشاز د اصول
بزم چو زینگونہ شد از ناے و نوش — واز شغبِ چنگ شد آسودہ گوش
خاست دو مجلس بدو شہ یکسرہ — دور زدہ میمنہ و میسرہ
ہر دو طرف ساقئے برپاے خاست — دادمی از دستِ چپ و دستِ راست
دور قدح چوں بدو سلطاں رسید — نور دو خورشید بکیواں رسید

در تنِ مرداں مزہ ذاتی شدہ — ناطقہ ہم روح نباتی شدہ
بہرہ خود برد چو کام از خورش — یافت ز لذت دل وجاں پرورش
چند سرائی بمیاں ایستاد — وز پئے ہر نام فقاعے کشاد
جوشش تیزش کہ بجاں باز خورد — صد گرہ از رشتۂ جاں باز کرد
مایۂ خواں چوں ز میاں رخت برد — نوبتِ تنبول بمجلس سپرد

صفتِ بیرۂ تنبول کہ نزدِ ہمہ خلق
بہ از آں نیست نباتی بہمہ ہندوستاں

بیرۂ تنبول کہ صد برگ بست — چوں گلِ صد برگ بیامد بدست
نادرہ برگی چو گلِ بوستاں — خوب ترین نعمتِ ہندوستاں
تیز چو گوشِ فرسِ تیز خیز — صورت و معنی بصفت ہر دو تیز
تیزی ازو یافتہ گوشِ دگر — داد بہر گوش ز تیزی خبر
تیزی او آلتِ قطع جذام — قول نبی[1] رفتہ علیہ السلام
پُر رگ و در رگ نہ نشانی ز خوں — لیک ہم از رگ دودش خون دل
طرفہ نباتی کہ چو شد در دہن — خونش چو حیواں بدر آید ز تن

---

[1] در حدیث آمدہ است ان فی الھند شجرۃ ورقہا کاذن الفرس من اکلہا امن للجذام والبرص یعنی در ہند درختے است کہ برگ آں مثل گوش اسپ ست ہر کہ آنرا بخورد از جذام و برص محفوظ ماند ۱۲

نان نگوئیم که قرصِ خورست ‌ ‌ ‌ عیسیٰ اگر خوان بکشد درخورست

نان تنوری زطرب قبه بست ‌ ‌ ‌ زانک بخوانِ شهِ عالم نشست

کاک[1] دراں مرتبه روترش کرد ‌ ‌ ‌ لاجرمش روئے چناں مانده زرد

دید فلک گرمیِ هر قرصِ نور ‌ ‌ ‌ قرصهٔ خور گرم زخواں کرده دور

ماه بکاهید که خود را بخواں ‌ ‌ ‌ دید یکے قرص و دو سه ریزه ناں

یافته سنبوسه زتثلیث اثر ‌ ‌ ‌ برّه بریاں شرف از قرصِ خور

خواند زبانِ برّه پهلوئے بز ‌ ‌ ‌ بر سر پولاؤ که مینی اُرز

پهلوئے مسلوخ هلالی کشاد ‌ ‌ ‌ طرفه کرہی غره بیک سلخ زاد

استخواں
چربِ دمِ دنبه دومن بخیره ‌ ‌ ‌ چرب تراز دنبکِ آهو بره

خنده بروں داد سرِ گوسپند ‌ ‌ ‌ هم بجوانی شده دندان بلند

دنبهٔ کوهی که بهر خوانچه بر ‌ ‌ ‌ ده مهِ رفته و دو قرنش بسر

صد نعم از هر نمطے دیگ پز ‌ ‌ ‌ مردم ازاں لب گزو انگشت مز

پخته بسے مرغ بهر گونه طرز ‌ ‌ ‌ از وَلَج[2] و تیهو و دراج و چرز

صحنکِ حلوا همه شکر سرشت ‌ ‌ ‌ چاشنیش از طبقاتِ بهشت

تخته صابونیِ شکر نوید ‌ ‌ ‌ راست چو جامه بسفیدی سفید

داده بسے طیب معنبر براں ‌ ‌ ‌ خورده کافور تر و زعفراں

---

[1] کاک نانیکه او را از خمیر ترش سازند ‌ ‌ ‌ [2] وَلَج سلوی (دبیر)۱۲

غمزه زنانی همه مردم فریب سیبِ زنخ خالِ زنخ تخم سیب
چاهِ زنخ روشن و صافی چو ماه روئے نما گشته چو آبی بچاه
پرده برانداخته چون آفتاب کرده بیک غمزه جهانے خراب
روئے چو خورشید برافروخته جانِ کسان زآتش خود سوخته
از رخ شان کاه مقنع فرود رفته بچه ماه مقنع[۱] فرود
زابروئے خم پشت کمان ساخته تیرِ مژه نیم کش انداخته
ناوکِ شان چون شده بیرون زکیش دیده سپر کرده سیاهی خویش
بسته بلا در[۲] همه درشن بلا داده به بیهوشے عالم صلا
رشته دربسته برو از دو سوی چون قطرات عرق از گرد روی
سی مه بکر و زه فگنده بگوش حلقه بگو یک مه سی روزه گوش
خوبی شان بسکه یکے صد شده حلقه بگوش رخ خود خود شده
از کفِ خود آئینه بنهاده پیش دیده رخ خود بکفِ دستِ خویش
موئے میانِ سر شان فرق جوے شکل هلال آمده بفرق موے
جعد که پیچیده بپا در خرام ماهی ساق آمده در پائے دام
بر زمین افگنده چو گیسوے خویش رفته ره خویش هم از موے خویش

---

[۱] مقنع حکیم نخشبی کراز صنعت خود از چاه نخشت ماه برآورده بود که آنرا به هندی بهلاوه گویند و نام زیوریست که زنان بر سر بندند؛

[۲] بلا دره اردوئے از سمیات ست

خوردن آن بوئے دہن کم کند — سستی دندان ہمہ محکم کند
سیر خورد گرسنہ در دم شود — گرسنہ را گرسنگی کم شود
کس نخورد خوردہ دندان کس — وانچہ توان خورد ہمین ست بس
از در تعظیم فتادہ ببند — صد در تعظیم کشادہ ببند
سرخی رویش ز سہ خدمتگرش — چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
طرفہ کہ با این سہ شریکش بہ پس — مرتبہ و نام ہمون راست بس
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش — کہنہ شود بیش کند آب خویش
گرچہ کہ از آب شود زرد رو — لیک ز زردیش بود آبرو
برگ کہ باشد بدرختان فراخ — زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگ عجب بین کہ گسستہ ز بر — وز پس شش ماہ بود تازہ تر
حرمتش از پیشگہ و پائگاہ — ہم بگدا محترم و ہم بشاہ
شاہ چو زین تحفہ تہی کرد لب — باز روان گشت رحیق طرب
رقص برآمد بترنم زنان — زمزمہ برخاست ز مطرب زنان

صفت نغمہ گریہائے زنان مطرب
کہ بسے لحن کند زہرہ چو گیرند الحان

شد زن مطرب بنوا پروری — انجمنی پر زمزمہ و مشتری

صفتِ تاج مکلّل کہ پسر یافت ز شاہ
آں پسر کز سر کیں تاج ستد از خاقاں

تاج مکلّل بدُر از هر طرف — یافته ماهی ز ثریا شرف
جفت ندیده دُرِ ناسفتِ او — مهرهٔ پیشانیِ شه جفتِ او
گوهرش از شاه شده سربلند — بلکه زشه یافته گوهر بلند
فرق نشینِ سرِ والا شده — موج گهر بر سرِ دریا شده
هر دُرِ رو گوهر که براه افگند — خود دهد و بر سرِ شاه افگند
نیست سرش کو بدوم سر رود — یکسر ازاں بر سرِ شه بر رود
بس که فشانده بسرِ شه گهر — رشتهٔ گوهر شده هر موئے سر
سر شده بر فرقِ بلند افسراں — و آمده بر سر ز همه سروراں
او سرِ شه را گهر آرائے کرد — شه بتبرّک بسرش جائے کرد
چوں ز سرِ شاهِ جهاں بر گذشت — گردِ جهاں رفت از و سر گذشت
شاه بدولت بگهر یار یش — تخت ستد تاج بسر باریش

صفتِ تخت کہ ہمچوں فلکِ ثابتہ بود
وا ز ستہِ شرق بخورشید شرف داد مکاں

قامتِ شاں سرو ولے راستیں — پر ز گل از ساعدِ شاں آستیں

یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش — صوتِ خراشیدہ شاں جاں خراش

سینہ بسے خستہ و دل کردہ ریش — ہر نفس از تیزیِ آوازِ خویش

قامتِ شاں بود بپا کوفتن — گیسوئے مشکیں بزمیں روفتن

رقص کناں چوں بزمیں پا زدند — در حقِ ناہید لگدہا زدند

از روشِ جنبشِ دستانِ شاں — مجلسیاں ہر ہمہ حیرانِ شاں

ہر کہ دراں شعبدہ ہشیار بود — مست نہ از مے کہ ز دیدار بود

دور چو دوراں خوشیِ تازہ کرد — راہ تکلف سوئے دروان کرد

ہر کس ازانجا کہ مزاج وی ست — داد بروں ہر چہ مزاجِ وی ست

ایں سخن سلک گہر کردہ صنم — او سخنِ خویش بروں دادہ ہم

چرب زباناں شدہ شکر دہن — چرب زباں گشتہ ز مغزِ سخن

رمز بہر حیلہ نمی گشت حل — بلکہ ہمی کرد حکایت بدل

وقتِ خوش و خوش منشاں بادہ کش — وقتِ دو شاہ از خوشیِ وقت خوش

گفت ز خاصاں بیکے شاہِ شرق — تا رود از آب گذارا چو برق

آورد و پیش کشد از اختصاص — تختِ زر و تاجِ زر و پیلِ خاص

رفتہ شتابندہ باورنگ گاہ — کرد رواں جملہ بفرمانِ شاہ

آنچہ گذر بر نفسِ شاہ کرد — در نفسے حاضرِ درگاہ کرد

فوراً ۱۲

وان جُلِ زرّینش بفروشکوه　　سایه همی کرد ببالاے کوه

سود بگردوں سرِ شنگرف سائے　　رنگ شفق زو شده شنگرف زائے

پیچشِ خرطوم بسانِ کمند　　اژدرے افتاده زکوهِ بلند

اژدرِ آں کوه شده پاپیچ　　مار ازو یافته در غار پیچ

در زمیں آنجا که سر افراخته　　مار زسرِ غار زپا ساخته

گر بدلِ غار بود جائے مار　　زو بدلِ مار شده جائے غار

در دُمِ او را بهوا خم فتد　　با ذنبش سلسله باهم فتد
ذنب ستاره ۱۲

بر شده بالا دو سوارش بلند　　چوں دو پیاده به پسِ پیل بند

در تهِ پا کوهِ زمیں سائے او　　پایهٔ کوهے بصفت پائے او

زاں سپر انگیز پئے سهمناک　　در تهِ پایش سپری گشته خاک

شاه زبندی که بپایش فگند　　مات شده صد شه ازاں پیل بند

گر بمثلِ[۱] پاے برآرد زجاے　　سلسله فریاد برآرد زپاے

کشتیِ عاج ست تو گوئی رواں　　گشته دو گوشش زدو سو بادباں

کشتی و در معبرِ ملکش گزر　　لنگرِ کشتی شده صندوقِ زر

گوش که با چشم همی کرد لاغ　　مروحه بود به پیشِ چراغ

طرفه که آں مروحه ز آسیبِ باد　　هیچ گزندی بچراغش نداد

---

۱ در نسخهٔ دیگر بجائے مثل سِپل بفتح سین معنی ناخن نوشته واین لفظ ثقیل است و توجه او بعید ۱۲

تخت نگویم که سپهر بلند — هفت سریر از شرفش بهره مند
بهر سر تاجوران تکیه گاه — تکیه بد و کرده سران سپاه
اوج مکان یافته زامکان ملک — چار طرف گردوی ارکان ملک
بازوی او دستگه شهریار — مملکت از دستگهش پایدار
پا نکند عرش به پیشش فراز — گر همه تا عرش کند پا دراز
ساخته از چوب و گرفته بزر — چوب ولی یافته پایش ز سر
پاش چهار و نکند رای گشت — کز لت هر شاه شکر پای گشت
کرده جهان را بسکونت خدم — ثابت مطلق به ثبات قدم
صد قدم آید جم و خاقان به پیش — او نرود یک قدم از جای خویش
نشسته مربع به بساط زمین — بر سر او شه شده زانونشین
پایهٔ او شاه بجای کشید — کوهم ازانجای بجای رسید
منزلت ملک چو جاهش داد — خویشتن از کبر بجای نهاد
پیش شکوهی که شهنشاه راست — کیست جز اوی که نهد پای راست

صفت پیل که شه داد بفرزند عزیز
که شد از جنبش او کوه چو دریا لرزان

پیل چو کوهی که بود بی سکون — چار ستون زیر که بی ستون

شاه بنظارهٔ این هر سه جنس | ماند عجب بلکه همه جن و انس
صنعت لکهنوتی ازان تخت و تاج | داد بزرگر همه چین را خراج
پیل کسے خود چه تواند ستود | کس بصفت نیز چنان کم شنود
هست سه چیز آنکه چو آید به پیش | پیش کشد دل چو ببیند به پیش
بوزنه و طفل سخن گو و پیل | دیده ام این را بتجارب دلیل
هست خود این وصف بهر پیل جفت | خاص به پیلے که توان پیل گفت
کس بشنودن کند این وصف راست | من که بدیدم به ازینش سزاست
از پدر این جمله بشه نیکنام | گشت پذیرنده و مقبل تمام
هم بزمان تخت همان نصب گشت | تاج همان بر سر سلطان گذشت
تاجوران بر سر آن تخت زر | هر دو نشستند کمر با کمر
باز دو گنجینه گره کرده باز | گه سخن از رمز شد و گاه راز
کرد پدر روی بدلبند خویش | کارزویم جمله بر آمد به پیش
لیک دو حسرت دگرم در سرست | گر بسر آید ز توام در خورست
اولم آنست که چتر سپید | بر سرم آید ز تو دارم امید
دومش آن شد که کلاه سیاه | هم تو نهی بر سر صاحب کلاه
از پدرست این دو مرا یادگار | زو بتو آمد تو بمن واسپار
من بتوانم که بجاے سری | زین کله و چتر کنم سروری

روی چو در حملہ نہد گاہ کیں | زآدمیاں حاملہ گردد زمیں
برکشد از تارکِ بدخواہ مغز | وز بنِ دنداں کند ایں کارِ نغز
در صفِ کیں کردہ بدنداں ستیز | خونِ عدو خوردہ بدندانِ تیز
خصم ترش را کہ بدنداں درید | زاں ترشی کندیِ دنداں ندید
گاوِ زمیں کز سرِ دنداش جست | شیرِ فلک را ز دو درہم شکست
چوں جرسش در روش آواز داد | گنبدِ گردندہ صدا باز داد
ور بفغاں برکشد آوا بلند | گوشِ فلک نشنود الا بلند
بانگِ بلندش زدہ بارعد کوس | ابرِ بلندش بقدم داد بوس
خوردہ زخم خانۂ دولت شراب | مست شدہ کردہ جہانی خراب
از میِ شہ بس کہ زخش یافت رنگ | کرد فراموش خورشہای بنگ
تا زمیِ مجلسِ شہ مژدہ یافت | بنگ رہا کرد و بمجلس شتافت
الغرض آں پیل و ہماں تاج و تخت | کاں نرسد جز بخداوندِ بخت
دید شہنشہ چو مہیا بہ پیش | روی کرم کرد بدلبندِ خویش
گفت کہ ایں افسر و ایں پیل و گاہ | بہرِ ترا داشتہ بودم نگاہ
تا چو صلاحی بمیاں رہ برد | ہدیۂ ایں صلح ہمیں درخورد
نیست مرا بہتر ازیں ہیچ چیز | تا دہم از دیدہ بچشمِ عزیز
ہدیۂ من جملہ زمن در پذیر | خاص کن اندر نظرِ بے نظیر

دلِ من کشتہ شد بقاے تو باد | چہ تواں کرد حلمِ بیچوں را
از درونم نہ بے روی بیروں | در گرفتے درون و بیروں را
نامِ لیلیٰ بر آید اندر نقش | گر بریزند خونِ مجنوں را
گریہ کردم بخندہ بکشادی | لبِ شکر فشانِ میگوں را
بیش گشت از لبِ تو گریۂ من | شہد ہر چند کم کند خوں را
ہر دم الحمد می دمم بر تخت | گرچہ خوانند بر گل افسوں را
گفت خسرو نگیرد ت ما تاک | خاصیت سلب گشت افسوں را

صفتِ صبح و کلاہِ سیہ و چترِ سپید رفتنِ شبِ پدر روز و شبِ نور افشاں

صبح برآورد چو چترِ سپید | بست سیاہی بسپیدی امید
کالبدِ چرخ ز زرّیں کلاہ | دوخت زہِ زر بکلاہِ سیاہ
کوس سحر گہ فلک آوازہ گشت | دبدبۂ روز ز سر تازہ گشت
یافت ضیا گنبدِ آئینہ رنگ | رفت بروں آئینۂ چیں ز زنگ
تیغ کشید اخترِ عالم فروز | لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز
ابروے مہ تا بسحر چشم داشت | کش فلک از وسمہ بخواہد نگاشت
چشمۂ خورشید ز موجے کہ راند | ابروے مہ شستہ شد و وسمہ ماند

لیک چو تختِ پدرم جای تست | از تو بہ این سکہ گہ گردد درست
تا سرم این ہر دو بزرگی بسر | ہم ز پدر یابد و ہم از پسر
مردمکِ چشمِ بزرگان شنود | سوے سرو دیدہ اشارت نمود
آنچہ دلِ شاہ زمن چشم داشت | خاصہ شاہ است کہ برمن گذاشت
نیست دگر آرزویم نیز پیش | کاں بسرت بنگرم از چشمِ خویش
تا جو رآں وعدہ کہ از شاہ یافت | حاجتِ خود را بوفا راہ یافت
مستیِ دولت بسرش بود تیز | دولتِ سرمست بگفتش کہ خیز
خاست بپا تا جورِ سر بلند | وعدۂ دیدار بفردا افگند
فلکِ فلک مرتبہ راپیش جست | رجعتِ خود کرد بمنزل درست
او بشرف خانۂ دولت شتافت | شاہ بدولت شرف از خانہ یافت
نوش ہمی کرد مۓ دل فروز | در شبِ دولت ہمہ شب تا بروز
روز شبیش خوردنِ می کار باد | روز بد اندیشِ شبِ تار باد
تیغِ ظفر تو ز سر اندازِ رزم | عود عدو سوز طرب ساز بزم
این غزلِ بندہ کہ بتوان شنود | حالِ منش گفت بہنگامِ جود

غزل

مہر بکشاے لعلِ میگوں را | مست کن عاشقانِ محزوں را
رُخ نمودی و جانِ من بردی | اثر این بود فالِ میموں را

مهر چو یک نیزه ببالا دوید — نالش همه کس بسر نیزه دید
نان نتوان گفت که قرص خور است — عیسی اگر خوان کشدش در خور است

صفت چشمهٔ خورشید بدریای سپهر
که کنند پرتو او ماه سما را تاباں

روی زمیں کرده بیک چشمه پاک — گازر آلودگی آب و خاک
چشمهٔ آتش نشنیده است کس — چشمه بران آب ندیده است کس
چشمه که داد آب فراوان بود — آب خورد چشمه عجب آن بود
در دل دریا چو شود چشمه غرق — چشمه ز دریا نتوان کرد فرق
طرفه که آن چشمه بدریای نور — روشن و صافی بنماید ز دور
طفل کهن سال و لعابش دوان — دایهٔ او چرخ و لے مهربان
قرطهٔ[1] زردش که ز خز بافته — جبهٔ مسکین هم ازان یافته
باهمه چون سایه شده هم نشست — یکتن و هر جا که بجوییش هست
گرچه نگنجد ز فلک تا ثرے — لیک بگنجد بشگاف درے
نورش از آفاق برون بر رود — لیک بیک رخنه درون در رود
عالم نور او شده روزن درو — بلکه بسوراخهٔ سوزن درون

---

[1] قرطه لباس ۱۲

شب که سفیدیش در آمد بموی
هم نشدش رنگِ سفیدی ز روی

صبح سپیده که دریں حقه بیخت
حقه نگوں بود سپیده بریخت

زنگیِ شب کرده سپیده بروی
خنده زناں شد فلک از چار سوی

صبح چناں زلفِ ترِ شب بتافت
کآب چکید و نمِ شب نام یافت

طرهٔ شب را چو زنم یافت تر
شانه زسر داد خروسِ سحر

مرغِ سحر شانه صفت افسرش
شانهٔ آواره شده بر سرش

یعنی اگر نعرهٔ بیگه زنم
تو هم ازیں ارّه ببر گردنم

بادِ صبا پردهٔ شب بر گرفت
مرغِ سحر نغمهٔ تر در گرفت

دیدهٔ شب روشنی آغاز کرد
کوریِ خفاش نظر باز کرد

خواب که در دیدهٔ مردم نشست
شب بمیاں کرد و زمردم بجست

صبح بیکدم که بروں زد بلاغ
کشته شد از وی بدمے صد چراغ

شمع هم از دوریِ شب جاں نبرد
سوخته شد اوّل و آنگاه مرد

خلق در آمد بثنا زو دعا
قامتِ خود کرد موذن دوتا

دانه در انداخت شب اندر خراس
قرص شد آں دانه ناکرده آس

مشعلهٔ صبح که شد نوردار
ساخت یکے شعله ز چندیں شرار

از تفِ آں شعله که در تاب شد
سیمِ کواکب همه سیماب شد

صبح زبس دم که دما دم گرفت
آتشِ خورشید بعالم گرفت

شمع و چراغے کہ بود شب فروز　　کشتہ شود گر برون آید بروز
الغرض آن بیلک گردون گزا　　رفت چو پیچ یک آماج وار
زان علمے تا بفلک خاستہ　　کوکبہ روز سشد آراستہ
شاہ کہ تا صبح بُد اندر صبوح　　صبح بر و فاتحہ خوان از فتوح
بود خوش از خوردن آن آب خوش　　کرد ز مستی نفسے خواب خوش
چون ز سرش رفت خماری کہ داشت　　بار بیاراست بہنگام چاشت
فرش کشادند بساط افگنان　　پیش ستادند سماطین زنان
گفت بفرزانہ کہ در خورد شاہ　　چترِ سپید آر و کلاہ سیاہ
حاجب درگاہ ز ایوانِ بار　　شد بسوئے بقچہ کش و چتر دار
جستۂ شہ کرد برایشان درست　　برد و رسانید بشاہ آنچہ جست
تاج و رآن چتر و کلاہِ سیاہ　　کرد بمیعاد روان سوے شاہ
برد فرستادہ بحکم شہے　　بر شہِ شرق آن دو نشان مہے
شاہ شد از دیدنِ آن سخت شاد　　بستد و بوسید و بسر بر نہاد
داد بآرندۂ آن ہر دو چیز　　خلعتِ خاص و زر بسیار نیز
خواست بسے عذر ز پیوندِ خویش　　شکرِ خدا گفت ز اندازہ بیش
ہدیہ بسے بہرِ خداوندِ تاج　　ہدیہ نہ بل ملکتے را خراج
مرد رسانندہ خوش و شادمان　　آمدہ ز آنجا بخوشی در زمان

آہوے پوئیدہ ببالا و زیر / خانۂ خود ساختہ در کام شیر
مشرق و مغرب ہمہ یکروزہ گشت / یک مہ یک برج نیارد گذشت
شاہ جہانگیر بشمشیر تیز / چتر سیاہ شب ازو در گریز
لشکر انجم ہمہ چرخ کبود / او بکشد خنجر و گوئی نبود
لشکرش از عدّ شمردن بروں / لیک بگنجیدہ بروزن دروں
ماہ ہم ازوے علم افراشتہ / غیبتش آنگاہ نگہ داشتہ
گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں / پس زحیا در رود اندر زمیں
بیند اگر تیز بکوہ اندروں / زہرۂ کوہ آب شود بلکہ خوں
گر نظر گرمی و تیزی دروست / ریختن آب خودش از روست
گرچہ کند تیزی و گرمی بسے / تیز درو دید نیارد کسے
سینۂ شام از شفقش خوں شدہ / شب بمیاں کردہ و بیروں شدہ
مشرقیش[1] قبلۂ خود کردہ نام / سجدہ او جانب مغرب بشام
سجدہ کناں ہندواں زاں سوے گشت / روے بدو کردہ بیہ روے گشت
نور بصر ہست بمعنی ازو / چشمہ ہمہ تیرہ بود بے ازو
بے رخ خورشید بود تیرہ داغ / شب کہ کند چرخ و زمیں پر چراغ
نور بچشم ہمہ ازوے پدید / کوری خفاش کہ او را ندید

---

[1] مشرقی مجوسی (آفتاب پرست) ۱۲

بس که پر از غبار شد دل ز تو گر نفس زنم — خاک برویم افگند این دلِ پر غبارِ من
دولتِ روزگارِ من آه و فغانِ روز و شب — دولت اگر چنین بود وای بروزگارِ من
رنجه مشو بکشتنم زانکه برخصتِ غمت — فتنه تمام می کند محنتِ نیم کارِ من
لاغ مکن که خسروا دامنِ خود ز من مکش — چونکه ز دستِ من بشد دامنِ اختیارِ من

شبِ دیگر زپئے عیشِ ملاقاتِ دو شاہ وز پدر دادنِ پند و زپسر گوش بُراں

مجلس انجم چو بیاراست شب — کشتی مه برد ثریا به لب
خاست زگرداب فلک موجِ دُر — ماه ز در کشتیِ خود کرد پر
شاهِ جهاں باز بآئینِ دوش — کرد فلک زمزمهٔ نای و نوش
تخت خود آرایشِ دوشینه داشت — پایهٔ شرف برسرِ گنجینه داشت
از نمط مجلس و مے آنچه بود — بیشتر آراسته شد زانچه بود
شست صراحی بدو زانو به پیش — دختر رز شاند بزانوے خویش
آئینهٔ می چو بزانو نهاد — بر سرِ زانوش دو آئینه زاد
آتش مه گرچه جهاں برفروخت — پنبهٔ قرابه ز آتش نسوخت
گرچه پیاله نفسے آرمید — خاست چو قُم قُم ز صراحی شنید
جام زمانے به نشستن نتافت — هم ز دم قهقهه ُشستن نیافت

پیش جہاں دار شد و ہدیہ برد — جملہ گنجینہ خازن سپرد
عذر زبانیش کہ در گوش بود — خواند بگوشِ شہِ آفاق زود
شہ زخوشی روے چو گلنار کرد — عزم می و بزم بگلزار کرد
بزم نشیں ساغرِ زر می کشید — بدرۂ دینار بسر می کشید
بر سرِ ہر مست زرِ بے گراں — مست شدہ ہر ہمہ و سر گراں
مجلسِ شہ را ہمہ مجلس نشیں — مست چناں بود و گراں ہم چنیں
شاہ گراں سر زمیِ خوش اثر — بادُ مبادا شش گرانی بسر
دست سبک زخمۂ مطرب بود — عودِ گراں سر بنواے سرود
مجلسِ اوزیں غزلم گشت مست — مست گراں سر شدہ ہر کس کہ ہست

غزل

آفتِ زہد و توبہ شد تُرکِ شراب خوارِ من — یار گر او ست کے بود توبہ و زہد یارِ من
بادۂ ہجر خوردہ ام رنجِ خمار در سر ست — جز بحلاوتِ لبش نشکند ایں خمارِ من
بود قرارِ وصلِ وے گر بود ایں ست دولتے — در ز قرار بگذرد نے من و نے قرارِ من
ای چو توے نخاستہ پہلوے من دمے نشیں — تا بنشیند از دروں آتشِ انتظارِ من
رغبت اگر بمے کنی ساقیِ خونِ خود شوم — مطربِ رائیگانِ تو نالۂ زیر و زارِ من
بے تو دو چشم چار شد خاکِ درِ تو سرمہ ام — سرمہ گر از تو نایدم خاک بہر چہارِ من
چوں تو سوار بگذری دیدہ گہر فشاں کنم — خواہ قبول خواہ رد نیست جزیں نثارِ من

گاه پسر در پدرِ خویش دید — مهرِ خود از حسرتِ او بیش دید
گاه پدر تنگ بِبر در گرفت — افسرش از گریه بگوهر گرفت
گاه پسر دستِ پدر بوسه داد — خاتمِ جم را بکفِ جم نهاد
گاه پدر پیشِ پسر داشت می — گفت که خوش باد حیاتت بوی
گاه پسر پیشِ پدر برد جام — گفت که باد آبِ حیاتت بکام
گاه پدر گفت بدردِ فراق — کز تو چگونه شوم اے دیده طاق
گاه پسر گفت دلم چوں بود — کز نظرم نقشِ تو بیرون بود
گاه پدر خواست که از وقتِ خوش — دیده کند پیشِ پسر پیشکش
گه پسر از ذوق چناں گشت مست — کش بزمیں ریخت پیاله ز دست
زیں نمط از هر دو سخن میگذشت — آرزوے دل بدهن میگذشت
چوں سخن رفت بسے داورے — دور در آمد بنصیحت گرے
چوں پدراں روے بدبند کرد — پندِ پدر رهبرِ فرزند کرد
داد بخستش بدعائے پناه — کایزدت از حادثه دارد نگاه
ریخت بس آنگاه بمهرِ تمام — داروے تلخش ز نصیحت بکام
کاے پسر از ملک و جوانی مناز — ناز بدو کن که ندارد نیاز
کار تمامی چو از وشد بکام — کار بخوشنودیِ او کن تمام
گرچه سیاست ز تو شد دستیاب — دستِ ضعیفاں بسیاست متاب

گردشِ ساقی ز سر آغاز شد چنگِ سر افگنده سرافراز شد
بانگِ مزامیر بنه پرده جست هفت و نهِ زهره بهم درشکست
چون نفس چند زمی تازه گشت گوش ز آوازه پرآوازه گشت
باز مه و اخترِ فرخ جمال خاست همه قرعهٔ اوّل بفال
موج ز دریاے کرم شد باوج کشتیِ اقبال درآمد بموج
تاجورِ شرق شرف باز داد تارکِ خود در محلِ ناز داد
در کنفِ دولت و عونِ خداے آمد و آورد وثیقت بجاے
بادهٔ نوشیں بصفا خواست کرد وعدهٔ دوشیں بوفا راست کرد
هر دو نشستند چو خورشید و ماه در خطِ شاں نقش سپید و سیاه
جام ز بر دستِ دو سلطان نشست تا دو ز بر دست شدش زیر دست
گرچه که بد فرصتِ می پیش ازاں فرصتِ دیدار نهد پیش ازاں
باده بخوردند مگر بر قیاس تا نزدِ عقلِ فراست شناس
کاں نه گهِ عشرتِ می خوار بود بلکه گهِ دیدنِ دیدار بود
هر نفسے کاں بهزیمت گذشت لذتِ صحبت بغنیمت گذشت
هر مے گلگوں که همی شد بکام دیده همی ریخت گلابی بجام
گرچه لب آلوده شد از شراب گریهٔ شاں شست دهاں از گلاب
گاه پدر دید بروے پسر پرده شدش گریه بپیشِ نظر

گرچہ دلت ہست فراست شناس ‌ ‌ ‌ گفت کساں نیز ہمی دار پاس

راز مگو پیشِ کسے از نخست ‌ ‌ ‌ تاش نہ بینی بوثیقت درست

باشد اگر سوے مہمیت روے ‌ ‌ ‌ رخصتِ تدبیر شناساں بجوے

گر شودت خصم بتدبیر رام ‌ ‌ ‌ تیغ نشاید کہ کشی از نیام

حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد ‌ ‌ ‌ خویشتن خرد بباید شمرد

در نگر اے دیدہ کہ ایں جای کیست ‌ ‌ ‌ دیدہ دریں راہ زمیں سای کیست

چوں تو دریں پایہ شدی دستیاب ‌ ‌ ‌ پایہ نگہدار مشو مستِ خواب

کارِ جہاں جملہ چناں کن کہ اوست ‌ ‌ ‌ گر بہ ازاں نیست ہماں کن کہ اوست

جد چو ترا داد کم و بیشِ خویش ‌ ‌ ‌ بیش و کم از وے نہ کنی و نہ بیش

بیش کن آنہا کہ زیزداں بود ‌ ‌ ‌ کم کن ازانہا کہ نہ فرماں بود

چشم رعایت ز رعیت مگیر ‌ ‌ ‌ تا بودت ملک عمارت پذیر

شاخِ درختے کہ بود سایہ دار ‌ ‌ ‌ سایہ نشیں را بود از وے مدار

چوں تو شدی سایۂ یزدانِ پاک ‌ ‌ ‌ سایہ فشاں باش بریں مشتِ خاک

عدل کہ سرمایۂ شاہاں بود ‌ ‌ ‌ مرتبۂ مرتبہ خواہاں بود

چوں تو دریں مرتبہ داری نشست ‌ ‌ ‌ سود بدست آر کہ سرمایہ ہست

عدل بود مایۂ امن و اماں ‌ ‌ ‌ بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں

ملکِ سلیماں چو گرفتی فراز ‌ ‌ ‌ از پر موریت بپرسند باز

خشم بہر جرم میاور بکس | زآتشِ سوزندہ نگہدار خس
چوں بگنہ معترف آید کسے | عفو نکوتر ز سیاست بسے
وانکہ بشمشیر سیاست سزاست | ہم بتاملّ بتواں عذر خواست
درحقِ آں کش پر خود داشتے | دیر خصومت شو و زود آشتے
وانکہ سزاوارِ خصومت بود | حکم تو بروے بحکومت بود
ہر کہ زند در رہِ اخلاص گام | کار بروکن بعنایت تمام
وانکہ برآرد بخلافت سرے | سر بزنش پیش کہ گیرد برے
خورد مبیں دشمنِ بد زہرہ را | آب دہ از زہرۂ او دہرہ را
دشمنِ خود خورد نباید شمرد | در تہِ دنداں[1] چہ کند سنگِ خرد
گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہِ تست | ہم بکَن آں خارکہ در راہِ تست
ہر کہ بود نقشِ دوئی در سرش | سرکہ یکے شد دوکن از خنجرش
دشمن اگر دوست نماید بپوست | فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست
جاے مدہ دشمن کیں توز را | گوش مکن گفت بدآموز را
روئے بیکبار بتاب از دورے | گو بود آں قبلہ کہ بینی دو سوے
خاص کن آنزا کہ خرد ہست بیش | راہ مدہ بے خرداں را بہ پیش
محرمِ سر ساز خرد پیشہ را | مصلحت آموز کن اندیشہ را

---

[1] یعنی تو میدانی کہ سنگِ خورد دنداں را چہ ضرر میرساند ۱۲

هرچه کنی باز نشانت دهند　　هرچه دهی باز همانت دهند

بر سر هر کس که ترا دست هست　　دست مکش از سر هر زیر دست

نیت خیرت اگر امروز خاست　　وعده بفردا مفگن کین خطاست

در عمل خیر توقف مکن　　چون بکنی هیچ تاسف مکن

چون تو نه محتاج کسی در نعم　　در حق محتاج همی کن کرم

کم مکن احسان دهش آور بجای　　بیش دهی بیش رساند خدای

یافتی از کشت ازل خوشهٔ　　راست کن از بهر ابد توشهٔ

دولت خود بین و مشو ناسپاس　　شکر بکن بر کرم بے قیاس

نعمت تو گرچه ندارد شمار　　شکر کنی بیش کند کردگار

گنج خرد خاص تو گشت از صفات　　واطلب از غیب کلید نجات

گرچه جهان داری و شاهیست　　سوی خدا بین و مشو خود پرست

باش درین پرده با فگندگی　　سر مکش از دایرهٔ بندگی

بنده شو و عاقبت اندیش باش　　معترف بندگی خویش باش

ترس خداوند جهان کن بدل　　تا ز خداوند نمانی خجل

کار چنان کن که بهنگام کار　　از در یزدان نشوی شرمسار

کم کن از آغاز پریشانیت　　کاورد انجام پشیمانیت

گرچه ز بیم تو کس از کن مکن　ق　با تو ندارد که بگوید سخن

دادگری کن که زتا ثیرِ داد　　بس درِ دولت که توانے کشاد

ہرچہ رسد بر تو زکارِ کساں　　از سرِ انصاف بآخر رساں

سایۂ ظلمت زمظالم بکش　　غصۂ مظلوم زظالم بکش

تا بزمانِ تو کہ بادا بسے　　نشنود آوازِ تظلّم کسے

ملک چو از نام تو شد بہرہ مند　　کوش کہ آں نام بماند بلند

دولتِ دنیا چو مسلّم تراست　　جانبِ دیں کوش کہ آں ہم تراست

دولتِ جاوید بہ پردہ ست کس　　نامِ نکو دولتِ جاوید بس

ہر نفس از عمر غنیمت شمار　　یاد کن از ملک وران دیار

کاولِ شاں چرخ ببالا کشید　　آخرِ شاں خاک بخاک کشید

قصۂ ضحّاک ہمیدوں بخواں　　نامۂ جمشید و فریدوں بخواں

نیک و بد از دفترِ ایشاں بجوے　　نیک بخاطر کن و بد را بشوے

فعل نکو چیست زبد خواستن　　نقشِ کژ از راستی آراستن

پیشہ نکوئی کن و از بد تبرس　　از بدِ کس نے زبدِ خود تبرس

چشم بہ نیکی نہ و ایں پیشہ کن　　تا نرسد چشمِ بد اندیشہ کن

درہمہ تدبیر نکو کار باش　　از بد و از نیک خبردار باش

بدکنی اوّل بملامت کشد　　و آخر ازاں سر بہ ندامت کشد

خود زمکافات وجزا ہر زماں　　ہرچہ کنی باز بیابی ہماں

گرچه که درمی کرم بیحد ست | آں کرم از می شمرند ایں بدست
باده حلالست نبود چوں مدام | هرچه مدام ست چه باشد حرام
پیشهٔ تقولیست پسندیده فر | از همه وز شاه پسندیده تر
چوں همه کس خدمت سلطاں کنند | هرچه ز سلطاں نگرند آں کنند
عشرت دایم شهِ اقلیم را | ره بضلالت برد اسلیم را
کوششِ پوشیده کن اندر شراب | تا نشود رکنِ شریعت خراب
شاه بریں گونه بفرزندِ خویش | داد بسے زادِ نو از پندِ خویش
کرد زمانی بچنیں گفت و گوے | کن ملکی را بخرد جست و جوے
تا دلِ شب نزدِ جگر گوشه بود | دانهٔ اشکش بمژه خوشه بود
نیم شباں عزم سوے خانه کرد | دامن ازاں خوشه پُر از دانه کرد
گفت که فردا بوداع ست راے | آیم و ایں شرط بیارم بجاے
کرد رواں کشتیِ دولت شتاب | رفت بدولت بگذارئ آب
شاه چو زاں دولتِ فیروز بخت | فرخ و فیروز برآمد به تخت
گریهٔ قرّا به ببانگِ بلند | قهقهه در حلقِ صراحی فگند
آبِ رواں کرد بجوے نشاط | خاک شد از جرعه معنبر بساط
بزمِ شبش گرچه که فردوس بود | وعدهٔ فرداش قیامت نمود
بسکه بدش از غمِ دوری خمار | باده همی خورد ملی کرد کار

لیک ترا نیز بہر کار ہست — آئینۂ روشنِ فکرت بدست
ہر چہ مصوّر شودت در خیال — نیک بکن بد مکن اینک جمال
خود نگفتہ در فتدت کار سخت — فضلِ ز حق جو و عنایت ز بخت
چوں بوغا جہد کنی در جہاد — باش گراں جنبش و دیر ایستاد
گر بودت در دلِ مشکل کشاے — مشکلے از ملک طلب کن ز راے
در بدل از راے بود مشکلے — خواہ کلید از دلِ صاحبدلے
باز طلب صحبتِ مردانِ پاک — صحبتِ آلودہ رہا کن بخاک
مست مشو چوں بلب آری شراب — در چہ شوی مست مشو مستِ خواب
ہوش براں نہ کہ شوے ہوشیار — تات بغفلت نرود روزگار
غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ — خوابِ شبانست بلاے رمہ
شاہ بود از پے پاسِ جہاں — خواب نشاید کہ کند پاسباں
می بخور اما نہ ز اندازہ بیش — تا نشوے بے خبر از کارِ خویش
کم خور از انساں کہ شوی مست ازو — تا شدہ از دست بکش دست ازو
کارِ جہاں جملہ ترا کردنی ست — خود غمِ ایں کار ترا خوردنی ست
چوں تو خوری بادۂ کافور بوے — پس غمِ گیتی کہ خورد خود بگوے
مست کہ از خود خبرش کم بود — کے خبرش از ہمہ عالم بود
گرچہ بگیتیت بخوشی رہبر ست — ہرچہ عنا باز کشی خوشتر ست

وہ کاں شکروش ناگہاں زیں دیدۂ تر شد نہاں　　از خسرو آموز و فغاں فرہاد اگر اکنوں بود

دُو وداعِ دو گرامی کہ پدر را در اشک

مردمِ دیدہ ہمی رفت ز چشمِ گریاں

شب چو وداعِ مہ و سیّارہ کرد　　صبحدم از مہر قبا پارہ کرد

گردِ کنارہ شفق از خونِ خویش　　چشمۂ خورشید شد از دیدہ بیش

قلبِ دو سلطان ز دو سو کوچ کرد　　بست دو پل روئے دو آب از دو گرد

کوکبۂ شرق سوئے شرق تافت　　لشکرِ مغرب سوئے مغرب شتافت

سرورِ مشرق بو داعِ پسر　　گریہ کناں کرد ز دریا گزر

ویں طرف اقبال معزی بہ پیش　　گشت شتابندہ بمیعادِ خویش

خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ　　چو ترہ بایستۂ آرام گاہ

ہر دو دراں بقعہ مہیّا شدند　　چوں مہ و خورشید بیکجا شدند

محرمِ خلوت شدہ ہر دو بہم　　زحمتِ غیرے زمیاں گشتہ کم

خلوت ازاں گونہ کہ محرم نبود　　ہیچکس از خلوتیاں ہم نبود

آنچہ بد از مصلحتِ ملک راز　　یک بدگر ہر دو نمودند باز

کاں چمن از خار تہی کردنی ست　　واں گلِ نرگس بکف آوردنی ست

در حقِ ایں شو بکرم رہ نموں　　واں دگرے را بزمیں ریز خوں

گرچہ خوشی در دلِ شب پیشہ کرد
لیک زفردا بدل اندیشہ کرد

تلخ تواں شربتِ دوری چشید
در دِ جُدائی کہ تواند کشید

دشمن باشد فلک از مغز و پوست
زانکہ بیک جای نخواہد دو دوست

الغرض از مے چو سرش گرم گشت
زانچہ دلش بر قدرے نرم گشت

رفت زمجلس بسوے خوابگاہ
شد تہی از بادہ کشاں بزمِ شاہ

جفت بہ بیداری بختِ جواں
دولتِ بیدار شدش پاسباں

خوابگہش باد ببالائے تخت
ہیچگہے خفتہ مبادش بخت

مطربِ خوش نغمہ بآوازِ نغز
زیں غزلش داد طراوت بمغز

غزل

آرامِ جانم میرود جان اصبوری چوں بود
آنکس شناسد حالِ من کو ہمچو من درخوں بود

بربست چوں جوزا کمر آورد در جوزا قمر
یعنی کہ ایں عزمِ سفر در طالعِ میموں بود

گویند حالِ دل نہاں گویش مگر ناید عیاں
ایں باکسی گفتن تواں کو از دلم بیروں بود

رنجم مبادا بر تنی چوں من مبادا دشمنی
من دانم و ہمچوں منے کاندوہِ دوری چوں بود

زیں دُر کہ از چشمم افگنم پرگشت جیب و دامنم
چوں ریسمانے شد تنم کاندر دُرِ مکنوں بود

بند خطش جیم ہے زیں تارِ موئے درخمے
خود عاشقاں راہر دمے سودائے گوناگوں بود

زلفش کہ در جانم گزد چوں مار پنہانم گزد
مارے کہ پنہانم گزد کے در خورِ افسوں بود

لیلی و موے مشکبو آنکس کہ دیدہ مو بمو
داند کہ زنجیر از چہ رو در گردنِ مجنوں بود

اے ز تو در دیدۂ تاریک نور — مردمے کن مشو از دیدہ دور
جانِ عزیزی بجدائی مکوش — چند بود جانِ عزیزم بجوش
صبر مفرما کہ صبوریم نیست — دور ز تو طاقتِ دوریم نیست
گرچہ ترا ہم کششے در دل ست — آنچہ کہ من میکشم آں مشکل ست
خویشِ توام ور تو نہ خویشِ من — مرحمتے بر منِ بے خویشتن
با توام ار ہیچ و گر با خودم — بے خودیم بیں و ببر با خودم
بر سرِ راہی و منم خاکِ راہ — بر گذرِ ہمچو صبا برگیاہ
چند کنی از پئے رفتن شتاب — یکدمے از سوختگاں رو متاب
با تو اگر ہمرہیم مشکل ست — اشکِ منت ہمرہِ صد منزل ست
بہرِ نثارِ تو سرشکم ز دُر — آستن و دامنِ من کرد پُر
گر تو بگوئی بسرت ریزمش — با گہرِ تاج در آمیزمش
تا چو بدامانِ تو افتد ز سر — یاد دہد از آبِ دو چشمِ پدر
خامۂ من زیں پس و تحریرِ درد — و اشکِ رواں پیکِ بیاباں نورد
حالِ من از نامہ فرو خواں چو آب — باز نویس ار بتوانی جواب
گرچہ تو خوردی و فراموش کار — تات فرامش نشوم ہوش دار
ورچہ نیاری بدلم سال و ماہ — جانِ تو[1] کز دل نشوی ہیچگاہ
بدل اگر خود مرا ۱۲

---

[1] جان تو اے قسم بجان تو ۱۲

دو رمیند از فلاں راز پیش — خاص مکن آں دگرے را بخویش
هرچه که ایں گفت بداں دار ہوش — جائے مدہ گفتهٔ او را بگوش
سرورِ مشرق چو ازیں لعل و در — گوشِ جگر گوشهٔ خود کرد پر
آں همه گفتارِ پدر کیقباد — دلِ نتواں گفت که در جاں نهاد
ازپس ایں ہر دو بپا خاستند — عذرِ بد و نیک همی خواستند
خسته پدر از دل پرخون وریش — دست درآورد بدل بندِ خویش
ناله برآورد که اے جانِ من — جاں نه ازاں دگرے زانِ من
بے تو زیم گرچه که در خوں زیم — لیک چو جاں میرود م چوں زیم
چوں بخصومت جگرم خون شود — حالِ دلم چوں تو شدی چوں شود
دیده بماند چو زروے تو دور — سوے که بینم که بماند صبور
چوں تو شدی دل زکه جوید ترا — ویں بکه گویم که بگوید ترا
سوخت ازیں غم دل بے حاصلم — وہ که نسوزد دلِ تو بر دلم
هجرِ تو آمد که زخویشم برد — کیست کزیں واقعه بازم خرد
بے خبرم بہرِ تو شب تا بروز — گر خبرت هست چنینم مسوز
غم بکمین ست که خاکم کند — ترسم از اندیشه ہلاکم کند
سوخته شد جانِ غم اندوخته — تا چه شود حالِ منِ سوخته
کاش نبودے دو سه روزِ وصال — تا نشدی دیده اسیرِ خیال

عاقبت‌[1]الامر دراں اتفاق | چوں کہ ندیدند گزیر از فراق
ہر دو رخ از خوں شدہ عنّاب رنگ | یک دگر آغوش گرفتند تنگ
رفت پدر سوئے بہ کشتی نہاد | دیدہ رواں از مژہ طوفاں گشاد
گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش | کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش
شہ شد ازیں سو پسر دردمند | آہ برآورد بہ بانگِ بلند
گریہ ہمی کرد زمانے دراز | سوئے پدر داشتہ چشمِ نیاز
راند ہمی از مژہ سیلابِ خوں | تا ز نظر کشتیِ شہ شد بروں
دید چو خالی محل از شاہِ خویش | رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش
روئے ز شرق اخترِ عالم فروز | تافت سوئے غرب گہِ نیمروز
رفت بہ لشکر در خرگاہ بست | و آمد و شد را ز میاں راہ بست
خلوتیاں ہر ہمہ گشتند دور | جز دو سہ از خاصگیانِ حضور
جامہ بفریاد و فغاں می درید | جامہ[2] رہا کن تو کہ جاں می درید
گشت دلِ تنگ ز غم شاخ[3] شاخ | تنگدلی در دلِ تنگش فراخ
کرد چو انبوہی غم درہمش | خواست شرابے کہ بشوید غمش
ساقی ازاں بادہ کہ با خویش داشت | پیشترک شد قدحے پیش داشت
شاہ ازاں مے کہ بلب در کشید | جرعۂ آں را ز مژہ بر کشید

---

۱ آخر کار ۱۲ ۲ جامہ کجا؛ خیال جامہ یکسو کن ۱۲ ۳ پارہ پارہ ۱۲

گشت روان چشم من خسته وای | دل نه همانا که بماند بجای
آه که صبر از دل و تن میرود | خون من از دیدهٔ من میرود
تشنه اگر نیست سپهرم بخون | چون کشد آخر جگرم را برون
یا خود از نیساں شغبے مے نمود | روز بچشمش چو شبے مے نمود
دیدهٔ پر خون و دل ناصبور | چشم سنے شد ز جگر گوشه دور
چون شغب ناله ز غایت گزشت | گریه و زاری ز نهایت گزشت
یک نفسے زاں نمط از هوش رفت | کش سر فرزند ز آغوش رفت
واں خلف پاک هم از درد دل | خاک ره از گریه همی کرد گل
بسته دل و جاں بوفاے پدر | دیده همی سود بپاے پدر
وز مژه در پای سر ارجمند | ریختنیهاے گهر مے فگند
اشک فشاناں بدل دردناک | مردمک دیده فتاده بخاک
سر چو از یں بے خبرے برگرفت | دُر خود از خاک با فسر گرفت
باز بآغوش خودش کرد جاے | گاه سرش بوسه زد و گاه پاے
هر دو بجاں شیفتهٔ یکدگر | دوخته بودند نظر با نظر
روے بهم کرده چنیں تا بدیر | هیچ نگشتند ز دیدار سیر
نقش وداع ارچه بجاں میگذشت | لیک نه اندازه زباں می گذشت

ابر سراپرده ببالا کشید | سبزه صفِ خویش بصحرا کشید
آب فرو ریخت بکارِ زمین | زو همه بنشست غبارِ زمین
سیلِ عنان بس که به تندی گذاشت | باد به زنجیر نگاهش نداشت
چون دهلِ رعد شد از آب غرق | گرم شد از آتشِ سوزانِ برق
گرم چنان شد که چو آواز داد | غلغله در گنبدِ گردون فتاد
قوسِ قزح گشت کمان وار کوز | از دو طرف سبزی و سرخ توز[۱]
تاب کشید آتشِ برقش چنان | کش نمِ صد ابر نه دارد زیان
جوی که شد مست خوش و آبدار | آب گرفتش لب و سبزه کنار
صفوتِ آب ار تو ندانی محال | زیرِ زمین ابر نمود از خیال
تندیِ سیلاب ببالاے کوه | از شغب آورد زمین را ستوه
ماند همه وقت خطِ سبزه تر | از کفِ خورشید نهان شد اثر
هر دمنے یک گل و صد آبجو | هر چمنے صد گل و صد آبرو
برق به شمشیر درآورد تاب | گشت زره پوش سوارانِ آب
برق بهر سوے بتابے دگر | دشت بهر جوی برآبے (حباب ۱۲) دگر
پرده نشین گشت فلک سو بسو | با همه زالی شده پوشیده رو
جوے که شد برهنه سیمین تنش | جامهٔ غوکی[۲] شده پیراهنش

۱ توز درختے ست که بر زینِ اسپ و کمان پیچند برنگت سرخ باشد ۱۲ ۲ جامهٔ غوکی کاهی که بر آب باشد ۱۲

گفت بمطرب که دمے بے درنگ — ساز کند صوتِ جدائی بچنگ
رُست مغنّیؔ و براهِ عراق — کرد روان زمزمهائے فراق
دست و زبانش چو درآمد بکار — زین غزل از دست بشد شهریار

غزل

سخت دشوار است تنها ماندن از دلدارِ خویش — ما که گویم حالِ تنها ماندنِ دشوارِ خویش
لطف کن اے دوست از شمشیرِ هجرانم مکُش — من که وصلم چند گه پرورده در زنهارِ خویش
مرده را حسرت ز مردن نیست هست از بهرِ آنکه — باز مے گیرند زو هم صحبتان دیدارِ خویش
هر که روزے ناوکے خورد ستاو داند که چیست — دردِ مجروحے که نالد از دلِ افگارِ خویش
کیست کز بسیاریِ غم اندکی بازم خرد — کاندکے اندک می بسوزم از غمِ بسیارِ خویش
راز با دیوار هم گفتن نمی آرم از انکه — گوشها می بینم از هر سوپسِ دیوارِ خویش
گفته گه گه که خواهم کرد کارت را بهجر — کارِ من کردی و کردی عاقبت آن کارِ خویش
نا امیدم ترک گیریدم دمے اے دوستان — تا چو نومیدان بگریم بر غم و تیمارِ خویش
خسروا پہلوے من منشین ساعتے دل دہ مرا — زانکه دل می افتدم از گریهائے زارِ خویش

صفتِ موسمِ باران و بره رفتن شاه
جانبِ شهر شدن از لبِ کهکهر بگراں

کرد چو ره در سرطان آفتاب — چشمهٔ خورشید فرو شد بآب

سینۂ گنجشک زِ شا ماخِ نو | پر شدہ از آب و علف جو بجو
خاک یکے بیضۂ طوطی شمار | بیضہ یکے بچّہٌ او صد ہزار
سبزۂ نو رستہ تو گوئی مگر | بچۂ طوطی ست کہ شد سبز پر
سبزہ بصحرا شدہ چوں نوخطاں | ملکِ جہاں گشتہ بکامِ بطاں
ژالہ زناں بر سرِ کلمرغ سنگ | باسرِ کل خوش بود از سنگ جنگ
غوطۂ مرغابیِ رعنا بجوے | از سرِ طوفاں شدہ پایاب جوے
نولِ حواصل شدہ مقراض پر | جامۂ او نقرہ و مقراض زر
جفتِ سرخاب زِ حکمِ خدا | روز بیکجا و شب از ہم جدا
جرعہ کہ طاؤس زباراں بخورد | ہم بسرود آمد و ہم جلوہ کرد
یافتہ دراج خوشی در ہوا | شیر و شکر داد بروں از نوا
سرخ شدہ آب زِ سرخابگاں | شستہ بخوں ناخنِ قصابگاں
مرغ بسے ساختہ در آب جاے | بر سرِ آں نقرہ شدہ نقرہ پاے
لرزہ کناں آب زِ نرمی چو خز | مرغکِ کزپاش بپا کردہ کز
زآب زِ میں شوے بہر شاخ بید | زاغ شدہ قمریِ جامہ سپید
میوۂ ایں فصل رسیدہ بشاخ | گرد چمن طعمۂ مرغاں فراخ
خوشۂ انگور بداں چابکی | آبلہ بر پا شدہ از نازکی

لہ بکاف عربی قسمے از کرگس کہ بر سرِ او موے نباشد ۱۲

خاک ز بے آبی اماں یافته — چشمه ز جوے آب رواں یافته

قطره در آورد زباں را فراز — آب شده از درِ او حلقه ساز

چوں زمیں از آب شده سیمِ ناب — باد گره بر زده بر سیمِ آب

جوے رسیده به بلندی ز سیل — هم بتواضع به نشیبش میل

زود ز مستی به فغاں آمده — دور ز خرابی بگراں آمده

مانده بهر شهر عمارت در آب — محتکراں را شده خانه خراب

[illegible] ۱۲

چرخِ نگوں طشت شده سیل بار — طشت نگوں آب نه گیرد قرار

ابر هوا خواهِ گلستاں شده — آب کشِ مجلسِ مستاں شده

باغ که از سبزه شد آراسته — ابر سیه را بهوا خواسته

برگِ درختانِ تر از شاخسار — هر همه دُر بار و در آورده بار

ابر شده کوهِ بلند از شکوه — برق شده بر سرِ او تیغِ کوه

پر شده قرابهٔ چرخ از گلاب — پنبه نهاده بدهانش سحاب

حوضِ مدور که شدش آب بیش — آب کشاں گرد بگرداب خویش

جفتِ زمیں را همه بشگافته — گاوِ زمیں جفت بسے یافته

برزگراں (مزارعین ۱۲) در گلِ لغزاں اسیر — تکیه شاں بر کرمِ دستگیر

دانه که سرتیز چو سوزن کشید — سوزنِ او آبله روشن کشید

شالی سرسبز ندانم که چیست — کاب گذشت از سر و آنگاه زیست

گرچه که بود آبِ رواں تا شکم — اسپ نکرد آتشِ خود ہیچ کم
پاے ستوراں به زمیں در شده — گاوِ زمیں را سمِ شاں سر شده
بود بهر جا که نزولِ سپاه — تنگیِ جو بود فراخیِ کاه
خیمهٔ لشکر همه بر روے آب — رست چو دریا که بر آرد حباب
با علمِ فتح دراں راهِ دور — سایه فشاں شد بحدِ کنبتور
خانِ جهاں حاتمِ مفلس نواز — گشت باقطاعِ اوده سرفراز
از کفِ جود و کرمِ حق شناس — کرد فراهم سپهِ بے قیاس
من که بدم چاکرِ او پیش ازاں — کرد کرم زانچه که بُد بیش ازاں
باز چناں بخششِ چاکر فریب — بنده شدم لازمهٔ آں رکیب
در اوده هم برد لطفے چناں — کیست که از لطف بتابد عناں
غربت از احسانش چنانم گذشت — کم وطنِ اصل فراموش گشت
در اوده از بخششِ او تا دو سال — هیچ غم و ناله نبود از منال
من ز پئے شهرِ خداوندِ خویش — رفته ز جاے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیرزنِ سبحه سنج — مانده بدهلی ز فراقم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار — سوخته داغِ منِ خام کار
در غم و زاری ز جدا ماندنم — نامه نویساں ز پئے خواندنم
گرچه دلم هم ز غمش بود ریش — چند گهے راه ندادم بخویش

دانهٔ او کرد طراوت درو　　گرد شده جمله حلاوت درو
خسته شده سینهٔ خرما ز خار　　خنده همی کرد به پرده انار
موز بیک برگ بپوشید شاخ　　برگ ازو گشته به بستان فراخ
میوه ۱۲
گرچه که با خربزه زد پهلوئے　　صلح همی کرد بشفتالوئے
نغزک خوش نغزکِ بوستان　　نغزترین میوهٔ هندوستان
طفل که همشیرهٔ او شد نبات　　خضر وشی تشنه بر آبِ حیات
میوه بباغ ارزکی ده بود　　پخته شود خوردنش آنگه بود
میوهٔ نغزک هم از آغاز بر　　تا حدِ انجام سزاوارِ خور
سایهٔ او بر درم از آفتاب　　مایهٔ مستان ز برائے شراب
آبِ روان گشته بهر سایهٔ　　یافته از میوه زمین مایهٔ
نغزکِ پخته بچکیده ز بر　　گشته نباتِ زمین از شیره تر
گاه تماشائے جوانان بباغ　　زیرِ درختان شده مستان بلاغ
بازی ۱۲
وقت چنین میوه پر و گرمتاب　　وز مددِ ابر جهان غرقِ آب
ابر دُر افشان شه دریا نوال　　ابرش خود راند بدار الجلال
آب فراخے همه را تا بگنگ　　وآمده لشکر همه از آب تنگ
لشکرِ انبوه چو دریا بجوش　　سیل ز جنبیدنِ آن در خروش
بود سراسر زمین از آب پُر　　هم ز هوا سوخته می شد شتر

پردهٔ زروے شفقت برگرفت　　اشک فشاناں بہ برم درگرفت
داد سکونے دلِ آشفتہ را　　گرد وفا نذرِ پذیرفتہ را
بعد دو روزے کہ رسیدم زراہ　　زآمدنم زود خبر شد بشاہ
حاجبے آمد بشتابندگی　　داد نویدم بصفِ بندگی
خاستم و برگِ شدن ساختم　　محمدتے تازہ بپرداختم
رفتم و رخسارہ نہادم بخاک　　تن ادب آموز و دل اندیشناک
نقشِ طرازیدہ کشادم زبند　　گردشِ انشاد بہ بانگِ بلند
شہ کہ دُرِ چیدهٔ من دیدہ تر　　مہر بچید از ندماے دگر
داد باحسان رہے بردرم　　جاگی[1] خاص و دو بدرہ درم
یافتم اندر محلِ اختصاص　　مرتبہ در سلکِ ندیمانِ خاص
چوں دلم از فیض و کرم شاد کرد　　خانۂ فقرم بزر آباد کرد
گفت کہ اے ختمِ سخن پروراں　ق　ریزہ خورِ خوانچہ تو دیگراں
ازدلِ پاکت کہ ہنر پرورست　۲　ہمّتِ ما را طلبی درسرست
گر تو دریں فن کنی اندیشہ چیست　۳　وزتو شود خاستۂ من درست
خواستہ چنداںت رسانم زگنج　۴　کزپئے خواہش نبری ہیچ رنج
من کہ عطاے شہم ایں مژدہ داد　　سجدہ کناں پیش دویدم چو باد

---

[1] جاگی روزینہ کہ آنرا بہندی پٹیہ گویند ۱۲

چوں کششِ سینہ زغایت گزشت | باعثۂ دل ز نہایت گزشت
حالِ خود و نامۂ اُمید وار | باز نمودم بخداوندگار
او خود ازانجا کہ بزرگیش بود | خُردیِ من دید بزرگی نمود
داد اجازت برضاے تمام | تا نہم اندر رہِ مقصود گام
خرج زنم زاں کفِ دریا اثر | گرم رواں کرد دو کشتیِ زر
تا زچناں بخششِ مفلس پناہ | شکر کناں پاے نہادم براہ
شوق کشاں کرد گریبانِ من | گریہ زدہ دست بدامانِ من
حال خوں کرد غمِ مادرم | زاد ہمیں بود براہ اندرم
قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز | بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز
یک مہِ کامل بہ کشیدم عناں | راہ چنیں بود و کشش آں چناں
ہمچو مہِ عید خوش و شاد بہر | در مہِ ذی القعدہ رسیدم بشہر
خندہ زناں ہمچو گلِ بوستاں | چشم کشادم برخِ دوستاں
یافتم از لذتِ دیدار کام | وز مےِ مقصود شدم سیر جام
مرغِ خزاں دیدہ بہ بُستاں رسید | تشنہ بسر چشمۂ حیواں رسید
مردہ دل از حالِ پریشانِ خویش | زندہ شد از دیدنِ خویشانِ خویش
دیدہ نہادم بہزاراں نیاز | برقدمِ مادرِ آزرم ساز (مہربان)
مادرِ من خستۂ تیمارِ من ق | چوں نظر افگند بدیدارِ من

از درِ شہ باہمہ شرمندگی — آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ از بارِ کرم گردنم — فرض شدہ خدمتِ شہ کردنم
گوشہ گرفتم ورقِ دل بدست — عقل سراسیمہ و اندیشہ مست
روے نہاں کردم از ابناے جنس — نے غلطم بلکہ خود از جن و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود — و آتشِ طبعم بقلم داد دود
چوں بتوکّل شدم اندیشہ سنج — سینۂ خاکیم بروں داد گنج
خامہ بیاراست سخن را جمال — پردہ برانداخت عروسِ خیال
حجلۂ خط را ز سراپردہ یافت — واں ز زبانِ قلمم در شگافت
من زدہ بر عرش ز فکرت عَلَم — محرمِ فکرم شدہ لوح و قلم
خواست مدد خاطرِ اندیشہ زاے — زیں سہ ہنر سنج و معانی فزاے

سخن از وصفِ قلم آنکہ بلوحِ محفوظ
ہست اوّل صفتش ماخلق اللہ بخواں[1]

سوے قلم دست کشیدم نخست — کاوّل از و شد خطِ ہستی درست
راند نخست از یدِ قدرت بروں — کردہ رقم بر ورقِ کاف و نوں
سلسلہ جنباں شدہ در بابِ علم — داشتہ سر بر خطِ اربابِ علم

---

[1] اشارہ بجانب حدیث اوّل ما خلق اللہ القلم ۱۲

گفتمش اے تاجورِ جم جناب
بخت ندیده چو توشاہے بخواب

منکه بوم داعیِ مدحت طراز
تا چو توئی را بمن آید نیاز

چوں تو دہی حاجتِ ہر مفلسے
حاجتِ تو چیست بچوں من کسے

باغ نه از گل طلبد رنگ و بوے
ابر نه از قطره بود آب جوے

شه که جہاں بندهٔ فرمانِ اوست
گر مثلِ جاں طلبد زانِ اوست

حاصلم از طبعِ کژ و فکرِ سست
نیست مگر پارسیِ نادرست

گر غرضِ شاه برآید بداں
دولتِ من روے نماید بداں

بنده چو بنمود بشاهِ زمن
عذرِ تہی مایگیِ خویشتن

شاه زباں را به سخن برکشاد
قفل ز گنجینهٔ گوہر کشاد

گفت چناں بایدم اے سحر سنج
کز پے من روے نه پیچی ز رنج

جسمِ سخن را بہنر جاں دہی
شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی

نظم کنی جمله بسحرِ زباں
قصهٔ من با پدرِ مہرباں

تا اگرم ہجر در آرد ز پاے
آیدم از خواندنِ آں دل بجاے

ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود
از نظرِ لطف اشارت نمود

برد مرا خازنِ دولت چو باد
مُہرِ زر و خلعتِ شاہیم داد

من شده مخصوص بجودے چنیں
مایه بدستم نه و سودے چنیں

نے قلمم راز ہنر بہرهٔ
نے ورقم را ز گہر چہرهٔ

ور بمثل خفت بجاے کہ خواست | خفتہ نخیزد دگر از دستِ راست
در بصر آمدہ چوں مرغِ باغ | نغمہ بلبل زدہ از نولِ زاغ
قار چکاں گشتہ زمنقارِ او | تا ہمہ قاری شدہ از قارِ او
خواندہ ورا تیرِ سپہر از صواب | نام قلم نیزۂ خطِّ خطاب
ور زدم ایں خامہ بسودائے خام | مجمرۂ سوختہ دل را بکام

صفتِ مجمرہ کو گرچہ سیہ دارد دل
آں سیاہیِ دلش مایۂ علم ست و بیاں

سوختہ دودِ فراقش قلم | و آبِ حیات و ظلماتش ہم
مطبخِ سوداؤ درون حجرہ وش | روزنش از سوئے دروں دودکش
ہم ورق از روزنِ او بردہ دود | ہم قلم از مایۂ او کردہ سود
زادہ ہمیں دودۂ او ہر زماں | ہر خلفش بر سرِ خود دودماں
دیگِ خوشِ پختنِ سود و زیاں | خامہ چو کفگیر مہیّا براں
خانۂ روئیں و زچوبش ستوں | گشتہ بروں روشن و تار از دروں
دیدہ چنیں نادرہ کس در جہاں | خانہ بجا ماند و ستونش رواں
کردہ چہ ہے ژرف بصد نیکوئی | چوں چہِ بابل ہمہ پُر جادوئی
کس نہ کشد سایہ کہ در چہ نشست | سایۂ ایں چہ بہ کشد ہر کہ ہست

علم جهانش همه طرف اللساں — هیچ خطائیش نه اندر زباں
ور ز للے زاد بمعنی ازو — آں ز نویسنده بود نے ازو
بر ورقِ اہل ہنر کرده داغ — روز و شب از خوردنِ دودِ چراغ
در ہنر از بس که رواں کرد دست — دستگهی یافت بهر کس که ہست
راست بهر دستگهی ہمچو تیر — راستیِ او ہمه را دستگیر
گفت خبر بر ہمه از خیر و شر — نامه سیه کرد و لے با خبر
ہم زده در خشکی و تری قدم — ہم بسیاہی و سپیدی علم
در طلبِ صوف تراشیده سر — گرچه ہمه جهد کنندش زبر
راکع و ساجد شده در ہر مقام — در دلِ شب کرده بیک پا قیام
ہیچ بنوده بقیامش قعود — طرفه که در عین قیامش سجود
روزیِ او یک شبه با صد ہنر — گر ہمه سر زیر کند یا زبر
سر زده در رفته درونِ دوات — یافته در ظلمتش آبِ حیات
دودهٔ او قبلهٔ دانندگاں — خوانده شده بر ہمه خوانندگاں
آہوے مشکین و سرش باد شاخ — وز دمِ او مشک بصحرا فراخ
تیرِ سپر دار ازو در خراش — تیغِ گهر بار ازو در تراش
کرده سر اندر رهِ شمشیر صرف — بلک ز شمشیر رسیده بحرف
آبِ سیه خورده چناں گشت مست — کش چو نگیرند بیفتد ز دست

نامے حریر آمدہ اندر نورد | طرفہ حریرے کہ تواں جزو کرد
آمدہ اجزاش فراہم ز آب | لیک پراگندگیش ہم ز آب
بسکہ شد از کوبشِ بسیار پست | پشت دوتا گردش از یک شکست
گہ بود از دستۂ تیغش گزر | گہ دہد از تیغ بمقراض سر
گہ خلۂ سوزنِ مسطر کشد | گہ کششِ رشتۂ دفتر کشد
گہ ہدفِ تیر شود از ہوس | الغرض از دوستیِ کلک بس
گہ کند اندر کلہِ شہ نشست | تا رقمے یابد ازاں سر نبشت
برزدہ از روے سپیدی علم | لیک سیہ روے شدہ از قلم
نامِ خدا یافتہ بروے گزر | زانش بہ بوسند و نہندش بسر
عاشقِ خطہاے تر آمد ز اصل | مے بریش گردن و در بند وصل
با خطِ عارض نگزارد وفا | گرچہ کنی بند ز بندش جدا
ہیچ گہ از حرف نداند گزشت | حرفِ رواں زو نتواند گزشت
حرف بحرف از قلم آرد سخن | لیک بہ پیچد ہمہ بر خویشتن
ہر کہ گہے قصہ فرو خواند بس | عاقبت الامر بہ پیچاند بس
کارکشاے ہمہ ز اسرارِ خویش | پیچشِ او از خود و از کارِ خویش
قدرِ گراں یافتہ لیکن سبک | واں سبکے ہم ز مزاجِ تنک

لہ نامے حریر طاقہ جامہ یعنی تھان،

کرده درو خامهٔ مصری پناه | یوسفِ مصر آمده در قعرِ چاه
کحلهٔ دیدهٔ روشن سواد | میل درو خامه و کحلش مداد
بسکه فزوں یافته زرقِ قلم | آبِ سیه رانده بفرقِ قلم
شستنِ او باهمه دانندگاں | رفتنِ او جانبِ خوانندگاں
هرچه سوادِ ورقِ مشکلش | حل شده چوں آب درونِ دلش
در شکم از خشک و ترش مایه بیش | کرده قناعت به تر و خشکِ خویش
بلکه شکم کرده پر از بیش و کم | مانده دهاں باز برائے شکم
گه گهے از زحمتِ مشکی بناب | دافعِ مشکیش دو سه قطره آب
معتبرِ عالم و جاهل شده | گرچه دروں تار و سیه دل شده
من چو ازیں حقه کشیدم قلم | بر زدم از مشک بکاغذ علم

صفتِ کاغذِ سیمیں که پئے دودِ قلم
سیم سوزے شود و نقش برآرد بریاں

کاغذ شامی نسب و صبح دام | آنکه شد آرایشِ صبحش ز شام
ساده حریرے سوے اصلش ز خویش | با قصب[1] و خز شده پیوند خویش

---

[1] خویش در مصرعهٔ اول بمعنی کتان و در مصرعهٔ ثانی بمعنی قریب و رشته دار ۱۲

ابر گردم چشم را کاں لالۂ رنگین من — بیشتر در روزِ باراں مے بباغ می کند
ما و تنہائی و روزِ ابر بارانی ز اشک — اے خوش آنکس کو خوشی با آں سمنبر می کند
ابر بر من می بگرید کش جیالے ہست و برق — خندۂ دز دیدہ بیں کز زیرِ چادر می کند
خلق گوید دردِ خود را گوے تا درماں کنند — من ہماں گویم و لے از من کہ باور می کند
شہسوارے ہر زماں کا ندر دلم می بگزری — صد غبار از سینۂ خاکیم سر بر می کند
دیدہ کز خاکِ درت سرمہ کند دانی کہ چیست — از غبار انگیزیِ تو خاک بر سر می کند
چشمِ من ہر چند افزوں تر ہمی بارد سرشک — ایں غبارے را کہ من دارم فزوں تر می کند
وقتِ باراں خوش کہ میبارد گہے در وقتِ جوش — ماجرائے چشمِ خسرو پیشِ دلبر می کند

ذکر باز آمدنِ شاہ بدولت گہ شہر

ہمچو بر جیس بقوس و قمر اندر سرطاں

صبحِ دماں چو علمِ آفتاب — کرد بدروازۂ مشرق شتاب
خر گہِ مہ گشت نہاں در پرند — قبۂ خورشید بر آمد بلند
رخش طلب کرد شہِ کامگار — شد بگہِ چاشت بدولت سوار
کرد رواں کوکبۂ فتحیاب — سوے درِ دولت ازاں فتحباب
بادشد اندر سرِ زرینہ نائے — بادِ رواں گشت سمِ بادپاے
از روشِ پیل گراں تا گراں — سر بسر اندامِ زمیں شد گراں

خامہ کہ صد نامہ پیاپے نبشت | علمِ جہاں را ہمہ بروے نبشت
آنکہ مہین مہرۂ او با گہر | وآنکہ کہین سحرِ او باشکر
آئینۂ دیدۂ صورت گراں | صورتِ ہر نقش کہ جوئی دراں
من چو بریں آئینہ رد نمائے | مورچۂ ریختم آئینہ زائے
ہمتِ مردانہ بہ بستم بکار | ریختم از خامہ دُرِ شاہوار
باز نیا مد قلم تا سہ ماہ | روز و شب از نقش سفید و سیاہ
تا ز دلِ کم ہنر و طبعِ سست | رہست شد ایں چند خطِ نادرست
ساختہ گشت از روشِ خامۂ | از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ
در رمضان شد بسعادت تمام | یافت قراں نامۂ سعدین نام
آنچہ بتاریخ ز ہجرت گزشت | بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت ۶۸۸
سالِ من امروز اگر بر رسی | رہست بگویم ہمہ شش بود و سی ۳۶
زیں نمط آراستہ بکری چو ماہ | باد قبولِ دلِ دانائے شاہ
تا چو شود خاصِ خداوندِ خویش | ایں غزلِ بندہ بخواند بہ پیش

غزل

باز ابر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند | سبزہ را در ہر چمن بر آبِ دیگر می کند
گرد بر می آید از عالم کہ از امساکِ ابر | گاہ بخشش عالمے را در زماں تر می کند
سر بہر باغی درون کردند مستاں بہرِ عیش | سرو من تا در گدائی باغ سر بر می کند

صحنکِ زرّینِ سما شد سفال | گشت بگِل آلوده چو چرخِ کلال

خنگِ سما روی بجولان نهاد | گرد زمین بر شد و میدانش داد

مقرعه بر بستهٔ هر چابکی | تازکنان بر سرِ هر تازکی

شانهٔ اسپان که بهم سود روی | یافت بهم از سرِ هر شانه موی

کوکبه چون فلک آراسته | گردِ ظفر تا بفلک خاسته

شاه بدروازهٔ دولت شتافت | داد بدروازه کشادی که یافت

توسنِ شه را ز نثار افگنان | گشت مکلّل بجواهر عنان

نعل که بنشست بگوهر درون | گوئی از آهن گهر آمد برون

چتر که در چرخ شد از جای خویش | چرخ روان گشت سراپای خویش

زان عجبی کو زبرش می‌گذشت | از عجبِ خویش سرش می‌گذشت

شد چو عروسی ببهائی بهی | جلوه‌کنان پیشِ شکوهِ شهی

کوس خبر کرد بگوش از خروش | وز خبرش بی‌خبری یافت گوش

بانگِ دُهل خاست گران تا کران | تعبیه شد کاسهٔ گردون دران

نغمهٔ مطرب ز گلوگاهِ ساز | گوشِ نیوشنده همی کرد باز

زهره دران انجمنِ اختران | رام شده از دمِ رامشگران

ماه وشان چرخ زن و پایکوب | گشته بمو از رهِ شه خاکروب

شمع شکروش بزبان آوری | سوخته جانها بحرارت گری

بسکه شد آواز جرس چند میل | هر طرفی گشت گران گوش پیل
بسکه علمهای سیه شد بماه | ماه نهان گشت در ابر سیاه
یافت ازان رایت شبرنگ شاغ | شد پر طوطی فلک پر زاغ
صف سیاه از علم سرخ و زرد | نسخهٔ دیباچهٔ نوروز کرد
از علم لعل که بر چرخ سود | طاسک خورشید پر از خون نمود
نوک سنان کرد بهوا گذر | گشت کبوتر بهوا سیخ پر
در تهٔ پرچم که سنان گشت گم | نیزه شد از نوک سنان گاودم
کرد سنان گاو فلک را زبون | شد ز دم گاو هوا گاوگون
شه بتهٔ چتر سیه می چمید | اول شب صبح دوم میدمید
بود دران دایرهٔ شام گون | مردم دیده بسیاهی درون
تیغ به پیرامن چترش قطار | ابر یکی قطرهٔ آبش هزار
بود بیک جای صف تیغ و تیر | همچو نیستان بلب آبگیر
بانگ روارو که برآمد بلند | غلغله در گنبد گردون فگند
پره زده تیغ زنان سر بسر | پرهٔ شان گشت کلید ظفر
زان همه لشکر که زمین می نوشت | کرهٔ گل مرکب زین پشت گشت
شد زمین از نعل منقش نگار | چون شکم ماهی و اندام مار
گرد که بر شد ز زمین هر زمان | کاسهٔ گل شد طبق آسمان

ره ده اے دیده و خارِ مژه را کیسو کن | که خرامان و خوش آں سروِ رواں باز آمد
جاں که بگریخته بود از غمِ ہجراں بعدم | خبرِ آمدنش آمد و آں باز آمد
جانِ من چشم ازاں گه که بروے تو فتاد | جز تو در ہرچه تواں دید ازاں باز آمد
ظن بنود ایں که زخوباں دلِ من باز آید | تا ترا دید نگه کن که چساں باز آمد
باز ناید دلِ من گرچه بکویت صد بار | شادماں رفت و بفریاد و فغاں باز آمد
چوں بکوے تو روم خلق بر آرد فریاد | کاینک آں عاشقِ بیچارۂ جاں باز آمد
ہر کسم گوید باز آئی از و تا برہی | گر دل این ست که دارم نتواں باز آمد
بندۂ خسرو زتو دیده بپوشید و برفت | چوں میسر نشدش دیده کناں باز آمد

سخن از ختمِ کتاب و بخطا خواہشِ عذر
که بجویند خطا را بدرستی برہاں

من که دریں آئینۂ پرخیال | بکرِ سخن را بنمودم جمال
کس چه شناسد که چه خوں خورده ام | کیں گہر از حقّه بر آورده ام
ساخته ام ایں ہمه لعل و گہر | از خوے پیشانی و خونِ جگر
تا نہم از فکرتِ پنہانیش | گه بجگر گاه به پیشانیش
ہر گہرے بیتے و کانے درو | ہر ورقے ملک جہانے درو
در تهِ حرفش ہمه باریکی ست | آبِ خضر در دلِ تاریکی ست

ملک بپا کوفتنِ بوالعجب — پا بزمیں شاں نہ رسید از طرب
پیکرِ شاں طرّہ چو بالا فشاند — صورتِ قبہ بتحیر بماند
گرچہ کہ صورت نزند چشم لیک — چشم زد از دیدنِ روہاے نیک
شاہ نبطانِ آں کارگاہ — نرم تریں راند فرس را براہ
نرم ہمی راند و عناں می کشید — تا بشرف خانۂ دولت رسید
از سمِ اسپش فلک آوازہ یافت — خانۂ دولت شرفِ تازہ یافت
رفت چو در بارگہ از بارگی — بندہ شدش بخت بیکبارگی
بسکہ فشاندند زہر سو نثار — فرشِ زمیں شد ز درِ شاہوار
خاک نہاں گشت بدر ثمیں — کس نتوانست کہ بوسد زمیں
بزم بیاراست شہِ بزم ساز — بست زمیں را بجواہر طراز
جشنِ فریدوں طرب گاہِ جم — تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم
از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج — خواستہ می داد و ہمی بردرنج
از شب تا روز سحر تا بشام — بزم نہ گشتش تہی از رود و جام
بادہ مدامش بطرب دستگاہ — رود زنش زہرہ و ساقیش ماہ
مطرب او را بنوائے سرود — ایں غزل از آبِ رواں تر بود

غزل

عمر گذشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد — وزپیِ عمرِ من آں جانِ جہاں باز آمد

گشت ضرورت که کنونش بعقد | بستم و دادم بامینانِ نقد
تا چو درین بنگری اے ہوشمند | بیش و کمش باز شناسی که چند
بیزش این حرف کن از فکرِ تیز | خوان تو قران نامهٔ سعدین نیز
ور ز جمل باز گشائی شمار | نهصد و چار و چهل و سه هزار
خواہش از خامه زنانِ گزین | آنکه نه گرد در قمے کم ازین
زانکه خراشیدهٔ مردم بود | آه کسے کش خلفے کم بود
اینت مبارک خلفے نامه را | دوده ازین به نبود خامه را
خامهٔ من گرچه تراش افگن ست | زو چه گهرها که تراشِ من ست
زاغِ[1] زبانی که بفرِ ہماے | کبکِ دوان را بزند زاغ پاے
ہم زنئِ خشک نباتم دهد | ہم ز سواد آبِ حیاتم دهد
ہر سخنے کز رقمش یافت داغ | طعمهٔ طوطی ست بمنقارِ زاغ
زین همه سودا که فرو ریختم | چیست ز معنی که نیامیختم
چند گهم بود بدل کین خیال | تازه کنم ہر صفتے را جمال
بود در اندیشهٔ من چندگاه | کز دلِ دانندهٔ حکمت پناه
چند صفت گویم و آبش دهم | مجمعِ اوصاف خطابش دهم
باز نمایم صفتِ ہرچه ہست | شرح دهم معرفتِ ہرچه ہست

---

[1] زاغ زبان کنایه از قلم سیاہی زده ۱۲

حرف نشیں معنیِ خورشید تاب　　رہست چو اندر دلِ شب ماہتاب
شپّرہ را مہرِ منور مدام　　مورچہ را ملکِ سلیمان بکام
گنجِ گہر در شبۂ داشتہ　　شب زکواکب علم افراختہ
ہر حبشی پیکرے رومی جمال　　رومِ سخن را ز حبش داد خال
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز　　ہمچو بلالے ست بہ بانگِ نماز
ہر رقمِ نعت رموزش بجیب　　چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب
نقطۂ ہر حرف بزیبِ ترین　　مردمکِ چشمِ معانی یقیں
ذوقِ خیالات زمستی پُر　　داروے جرّاحِ[1] دوم بخیہ بُر
ہر غزلے دشنۂ[2] عشاق کُش　　پیش کہ بکشند ز دروں پردہ پُش
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع　　بلکہ گزشتہ ز سمٰوات سبع
دید چو ایں مثنویِ بیش را　　تیرِ قلم کرد سرِ خویش را
ہر یک ازیں بیت کہ جنت وش ست　　شد خوشیِ دل کہ چو جنت خوش ست
چوں سرِ خامہ بسرش خم کنند　　حیف بود زو کہ یکے کم کنند
من چو نکردم عددش از نخست　　کم شد و سرمایہ نماندش درست

---

[1] یعنی ذوقِ خیالات من از مستی لبریز ست و مانند داروے بیہوشی جرّاح ست کہ بوقت دوختن زخم بمریض دہد و افسون طراران ست کہ بوقت بریدن جیب دمند ۱۲

[2] یعنی ہر غزلِ من دشنۂ عشاق کش ست و بردے آنکس کہ پردہ از دل بردارد یعنی ہوشیار و صاحب نفس باشد ۱۲ ش

نزپئے آں شد قلم سحر سنج
کز پئے ایں مار نشینم بہ گنج

منکہ نہادم ز سخن گنجِ پاک
گنجِ زر اندر نظرم چیست خاک

گرد ہدم تاجورِ سر بلند
دُر نتواں باز بہ دریا فگند

ور نہ ہد زانِ خودم رائگاں
رنجہ نگردم چو تہی مائگاں

یک جو ازیں فن چو بداماں نہم
وہ کنم آں را و بصد تن دہم

شیرم و رنج از پئے یاراں برم
نے چو سگِ خانہ کہ تنہا خورم

ہر چہ کہ پنہاں کنی از محرماں
سنگ ہماں باشد و گوہر ہماں

مار کہ گنجش بود اندر مغاک
حاصلِ او چیست ازاں گنج خاک

زیں ہمہ شربت نہ بداں کردہ ام
کآب ز دریاے کرم خوردہ ام

ہر ہمہ داند کہ چندیں گہر
کس نہ فشاند بدو سہ بدرہ زر

ور دہدم گنج فریدون و جم
ہدیہ یک حرف بود بلکہ کم

کامم ازیں نامۂ عنواں کشاے
نام بلندست کہ ماند بجاے

کانچہ دریں بست چو بیند کسے
یاد کند از منِ مسکیں بسے

ہر صفتے را کہ برانگیختم
شعبدۂ تازہ در و ریختم

مور شدم بر شکرِ خویش و بس
در نزدم دست بحلواے کس

گرچہ دُرِ چیدہ بسے دیدہ ام
مہرہ نچیں کز گہرے چیدہ ام

لہ یعنی ایں کار (شاعری) از براے طمع نہ کردہ ام کہ مثل مار بر گنج نشینم ۱۲

بفگنم از جیب گہرہا به پیش — تاجِ خودش سازم و دامانِ خویش
طرزِ سخن را روشِ نو دہم — سکۂ ایں ملک بخسرو دہم
نو کنم اندازۂ رسمِ کہن — پس روی پیش روانِ سخن
ور نگرم تا چه دُر افشانده ام — تا بچه ترتیب سخن رانده ام
آنکه به بینم به ہنر پیشتر — کوششِ آں راه کنم بیشتر
انچه ہنر ہست بگیرم نکو — وانچه جز این ست نگیرم ازو
کحلِ بصر نو کشم از ہر مداد — نورِ بصر نو کنم از ہر سواد
اوّل ازانجا که برانگیز مش — بر کشم آنگاه فرو ریز مش
سکّۂ خود زیں منِ اندیشه زاے — تا نه نشانم نه نشینم ز پاے
انچه ز سر جوشِ دلِ نقشبند — معنیِ نو بود خیالِ بلند
موے بمویش به ہنر بیختم — پخته و سنجیده در و ریختم
وصفِ نه زاں گونه شد از دل برول — کاں دگرے را بدل آید که چوں
زیں پس اگر عمر بود چند گاه — کم ہوس آید به سفید و سیاه
رنگ زیادت ندہم خامه را — ساده ترین نقش کنم نامه را
کانچه ہمی شد بدلم خار خار — یافت دریں گلشنِ رنگیں نگار
گرچه شه از بہرِ چنیں نامۂ — داد مرا گرمیِ ہنگامۂ
کرد نکوئی که نکوئی کنند — بر چو منی انچه تو گوئی کنند

کے شود ایں مایہ از آنِ کسے — گنج نہ گنجد بدہانِ کسے
در خورِ ہر لب نبود ایں زلال — کیست کہ اینجا برساند خیال
جلوہ گرِ من کہ رخ آراستہ ست — جلوہ کناں پیش تو برخاستہ ست
در نگر از مقنعہ تا دامنش — عار تنے نیست بہ پیراہنش
زیورِ نو کردہ نگارِ چنیں — نغز بود دیدنِ یارِ چنیں
لیک بہ نظارہ گہِ زلف و خال — ہدیۂ او شرط بود در جمال
پیشِ نکو نیک مگو بد زپس — ہدیۂ ایں روے ہمیں ست وبس
ورچہ ترا گفتنِ بد فن بود — آں بدِ تو نیکوئی من بود
آنکہ بہ نقصانِ خیالِ من اند — جملہ گواہانِ کمالِ من اند
بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس — بے ہنراں را نہ کند یاد کس
در سخن افتد ہمہ را پیچ پیچ — چوں سخنے نیست چہ گویند ہیچ
چوں عملے لازم صورت بود — نیک و بدِ خلق ضرورت بود
آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش — زخم زناں بر وے از اندازہ بیش
ہر گل و خارے کہ رسد زیں خراب — نے خوش ازاں گردم و نے رنجہ زاب
ہر چہ ستایش کندم مردِ ہوش — گرچہ بود راست نیارم بگوش
زانکہ چو زیں فن بغرور افتم — ترسم ازیں مرتبہ دور افتم
چرب زبانی نہ بود سودمند — طفل بود کش بفریبی بقند

نیست زکس لولوی لالای من | ژرف به بین در تهِ دریای من
نکتهٔ من گوهرِ کانِ من ست | زآنِ کسی نیست از آنِ من ست
دزد نه ام خانه بُرِ دیگری | خانه کشاده ز درِ دیگری
مایهٔ هر دزد که در عالم ست | گرچه فزون ست بقیمت کم ست
هرچه که از دل درِ مکنون کشم | زهرهٔ آن نیست که بیرون کشم
زانکه نگه می کنم از هر کران | ایمنیم نیست ز غارتگران
قلب زنی چند بهر گوشه هست | کز زرِ من پاره دهندم بدست
نقب زده گنجِ نهانِ مرا | مرغ شده ریزهٔ خوانِ مرا
دزدِ متاعِ من و با من بجوش | شان بزبان آوری و من خموش
خانهٔ فکرم همه روزن کنند | جستنِ احسنت هم از من کنند
نقدِ مرا پیشِ من آرند راست | من کنم احسنت کز آنِ شماست
شرم ندارند و بخوانند گرم | با من و من هیچ نگویم ز شرم
طرفه که شان دزدِ من از شرم پاک | صاحبِ کالا من و من شرمناک
باز کشایند خیالی که هست | در چه کشایند ندانند بست
پر فنِ شان گرچه روائی دهد | سستی هر بیت گوائی دهد
آنکه درین گنجِ نهان جوهری ست | باز شناسد که گهر زانِ کیست
دُر که فتد زافسرِ شاهِ جهان | سفله اگر یافت نماند نهان

من بدِ کس ناورم اندر زباں   وانچہ بود راست ندارم نہاں
چونکہ جہاں پر زخسیس ست وخس   روے نمی تابدم از ہیچکس
گرمیِ دل نیست چو حاصل مرا   سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تاکے ازیں شیوہ بہ تنگی شوم   بے غرض آماجِ خدنگی شوم
نامِ گدائے کنم اسکندرے   خلعتِ عیسیٰ فگنم بر خرے
محتشمانند دریں روزگار   مس بزر اندودۂ ناقص عیار
کوردل از دولتِ کوتہ نظر   دولتِ شاں از دلِ شاں کورتر
گوش گرانی ہمہ ناموس جوے   سفلہ وش دوں صفت وتنگخوے
لازمِ شاں گشت زنقصانِ ہوش   کوتہیِ[1] چشم و درازیِ گوش
حاتم و رستم شدہ در جاے لاف   چوں زنِ حائض کہ بود در مصاف
بے گہرے نام فروشی کنند   بے گہرے مرتبہ کوشی کنند
خوردہ بدرویش نیارند پیش   پیش[2] رسانند بدانجا کہ بیش
شاخ[3] گلے تحفہ مرا اوراکنند   کز پئے باغیش تقاضا کنند
گرمگسے باشد و شاں خواں نشیں   سرکہ دہند و طلبند انگبیں

---

[1] یعنی ہرچہ کسے گوید مے شنوند و از کوتاہ چشمیِ خود امتیازِ حق و باطل ندارند ۱۲

[2] یعنی مسرف حق بحقدار نمی رسانند و بغیر مستحقاں مے دہند ۱۲

[3] یعنی شاخ گل پیش کسے تحفہ برند و بعوض آں باغ خواہند ۱۲

آنکہ شناسندۂ ایں گوہرست | گرہمہ نفریں کنُدم درخورست
وآنکہ بہ تقلید نشست اندریں | نشنوم ار خود کنُدم آفریں
مردمِ دانا کہ بود نیک خوے | نیک شنو گفتِ بدازفے مجوے
وآنکہ بہ بدگفت گرفت ست خو | نیک نگوید کہ نیاید ازو
بد نتواں گفت نکورا چو نیست | یا بد و یا نیک بروں از دو نیست
ہست اگر سکۂ نیکوئیش | نیک نگویند چو بد گوئیش
ورزبدی خال بود بر خدش | خود نتواند کہ بپوشد بدش
گیرکہ پوشی ہمہ عیبش بہ زور | چند تواں داشت نہاں چشمِ کور
باز کسے راکہ حسد رہ زند | زخمہ دریں رہ نہ یکے دہ زند
گرمثل صدہنرآرم زغیب | ہیچ نگاہے نکند جز بہ عیب
ازہنرِ خود ہمہ کس دم زند | آنکہ کم ست او ہمہ را کم زند
جوہرِ ہر مرد کہ در عالم ست | کم زنِ او از زنِ[1] حائض کم ست
کم نہ زند مرد کسے را ولیک | بد ہمہ جا بد بود و نیک نیک
صد سخنِ راست نہ گیرد بہ ہیچ | یک رقم کژ کند انگشت پیچ
گر بہ ازیں نیست گہر سفتنش | عیب بود عیبِ کساں گفتنش
ورکم ازیں مایہ رسیدش زعیب | طفلِ رہِ ماست زِ طفلاں چہ عیب

---

[1] زن حائض چنیں خود را می پوشد ۱۲

پشت بخویم نہ بناہے زکس	چوں بخداوند کنم روے وبس
تا بطمع بر درِ ہرکم زنے	ننگِ خسیساں نہ کشد چو منے
خسروِ من بگزر ازیں گفتگوے	نیکی خویش و بد غیرے مگوے
چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست	از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست
چشم بخود باز مکن چوں خساں	بیں سوے خود لیک بچشمِ کساں
چیست نظر سوے خود انداختن	صورتِ خود قبلۂ خود ساختن
زیں دو سہ اوراقِ مزخرف نورد	چند تواں نازشِ بیہودہ کرد
تا کے ازیں مایۂ بے پایگاں	بانگ برآری چو فرومایگاں
چوں جرست چند فغانِ تہی	خشک زبانی و میانِ تہی
کام جلاجل[1] کہ بداں تنگی ست	بانگِ نفیرش ز سبک سنگی ست
زورِ جوانی بره آور دیاے	ور تو نرفت ایں فنِ اندیشہ زاے
نامۂ ہستی بسوادے گزشت	عمر بہ بیہودنِ بادے گزشت
شد ہمہ عمرت بشمارِ چنیں	وہ کہ چنیں عمرے و کارِ چنیں
ہرچہ دریں تختہ قلم نقش بست	زاں ہمہ جز باد نیامد بدست
سوخت دلم زیں رقمِ دوده[2] دام	پختہ شدی[3] در پئے سوداے خام

---

[1] مراد از جلاجل زنگولہ ہاست کہ در گردن چو پایاں اندازند و دہنِ شاں تنگ باشد ۱۲

[2] دوده دام سیہ فام ۱۲ [3] پختہ شدی اے پیر شدی ۱۲

بیش ستانند و دهند اندکے — تا ندہی دہ ۔ ندہندت یکے
گر بر سانند مثل برگدائے — یک درمے دہ طلبند از خدائے

صفتِ خاتمہ و قطعِ تعلق کردن
از پئے اخترہ صحبتِ اربابِ جہاں

بر دز سرمایۂ خود مُد سے خلے — بدرۂ دینار بصاحبدے
گفت کہ بپذیر و عطائے بکن — تا شوم بیش دعائے بکن
پیر بگفتش کہ چو بیشت ہوا[1]ست — آنچہ کہ کم میکنی از خود خطاست
گفت بدو منعم سود آزمائے — کانچہ دہم سود بجویم بجائے
مردِ پذیرندہ بجواب و خورد — ق — بدرہ بدو داد کہ اے نیک مرد
باز پذیر ایں زر چو من مفلسے — زانکہ تو مفلس تری از من بسے
چوں ہمہ میلِ تو بہ بیشی درست — ایں کرم تو ہم بتو اولیٰ ترست
آنکہ ندارد صفتِ مردمی — نیست برِ آدمیاں آدمی
خاصہ کسانیکہ بہمت کم اند — ظن نبرم کز نسبِ آدمند
ایں سخنِ چند کہ بیخواستست — شاعری نیست ہمہ راستست
گرچہ چنیں راست نباید نہفت — راست بسے ہست کہ نتوانش گفت
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ — ق — جز بخدا یا بدرِ بادشاہ
ہر چہ بگفتم ز کسم باک نیست — زہر نخوردم غمِ تریاک نیست
نیتِ آں دارم ازیں لیس راز — کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

---

[1] ہوا بمعنی خواہش ۔ مراد ہماں بدرۂ دینار ۱۲

چوں نگری حاصلِ چندیں گزند　　بیہدہ باشد و ناسودمند
ایں قدر اندیشۂ خاطر زدلے　ق　گر شودت صرف بیادِ خدلے
گرچہ نہ در عالمِ رازت برد　　بارے ازیں بیہدہ بازت خرد
جان و دلِ غائب تو از حضور　　دور نباشد کہ نباشند دور
کیست کہ آنجا شد و کارے نیافت　　کیست کہ آں در زد و بارے نیافت
صدق دریں مرحلہ یارِ قوی ست　　مگذر ازیں کار کہ کارِ قوی ست
ہست چو در سکۂ پیرانت روے　　ترکِ ہوسہاے جواناں بگوے
شعر چو باد ست نہ بادِ بہار　　بادِ خزانے کہ برآرد غبار
کم کن ازاں باد کہ گرد آورد　　و آخر کارت دمِ سرد آورد
پیشۂ خموشی کن و دمساز شو　　بلبلِ باغ آمدۂ باز[1] شو
ور ہوسِ مثنویت در دل ست　　حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست
در روشے کز تو نیاید مرو　　گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو
نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر　　وز دُرِ او سر بسر آفاق پُر
پس چو تو کم مایۂ بسیار لاف　　دُر شمری مہرۂ خویش از گزاف
چیست دراں کم کہ بجوئیش باز　　تا چہ نہ گفت ست کہ گوئیش باز
پختہ ازو شد چو معانی تمام　　خام بود پختنِ سوداے خام

---

[1] باز بمعنی شہباز کہ خاموش می باشد ۱۲

سر برہی باز نبردی دریغ — راہ بجاے نہ سپردی دریغ
زانچہ بگفتی بخطا و صواب — چونت بپرسند چہ گوئی جواب
از پئے ظلمے کہ مبادش اُمید — نامہ سیہ کردی و دیدہ سفید
گرچہ شد آوازہ بچرخِ کبود — چون تلف شدی نام بلندت چہ سود
صورِ قیامت کہ برآید بلند — نامِ بلندت نہ بود سودمند
این رقم امروز کہ سودائے تست — سلسلۂ گردنِ فردائے تست
چند پوئی درپئے این ترہات — چند بغفلت گزرانی حیات
گیر کہ نظمت سخن از دُر کند — پس بدروغے چہ تفاخُر کند
یک ہُنر اندر دلت آرد فروغ — راست بگویم کہ نگوئی دروغ
حاصلِ تزویر کم و کاستیست — رستنِ مرد از سببِ راستیست
راستی آور کہ دروغت بسے ست — ہر کہ چنین ست چگوئی کسے ست
تا بود اندر فنِ شعرت ہوس — جز بدروغت نبرد نام کس
پاے ازین دائرہ یک سوے نہ — پشت بدو کن بخدا روے نہ
ہیچ خبر داری از اندیشۂ [illegible] — کاوردت باز بہر پیشۂ
ہیچ نگوئی بکس از ہمداں — ہیچ نگنجد بدلت جز ہماں
از ہمہ جا دل بکراں داشتہ — ہمتِ دل جملہ برآں داشتہ
بس کہ دلت گرد از اندیشہ خوں — تا سخنے را ز دل آری برون

در ہوست می نہ گزارد عناں ق می کشدت دل بہ خیالِ جہاں
کوشش آں کن کہ دریں راہِ تنگ زاں گلِ تر بوئے دہندت نہ رنگ
از پےِ بخشش بخدا آرزوے لیک عنایت ز بزرگاں بجوے
رنج بنہ بر دلِ گویاے خویش لیک مدد جوئی ز گویاے خویش
سوزِ سخن را نہ بخامی طلب پختگیش ہم ز نظامی طلب
سوزِ تکلف خس و خاکستر ست چاشنیِ سوختگاں دیگرست
لیک اگر پندِ من آری بگوش مصلحت آنست کہ باشی خموش
چل شد و در نہجت آمد نشست پیش مبیں بیش کہ افتی بشست
نوبتِ توبہ ست گرانی مکن روے بہ پیری ست جوانی مکن
در غزلت یادِ جوانی دہد ق وز خوشی طبع نشانی دہد
تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند ہر چہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند
نوبتِ سعدی کہ مبادا کہن شرم نداری کہ بگوئی سخن
ترکِ ہوس گیر و رہے پیش گیر رہ بسوے مصلحتِ خویش گیر
آں کن و آں ساز کزیں کوچگاہ چوں بروی توشہ بجوئی براہ
تاکہ بعزلت[1] نہ نشانند خیز پیشتر از مرگ بعزلت گریز
چند کنی خواب دریں رہگزر خوابگہت ہست بجاے دگر

---

[1] عزلت اول قبر دوم گوشہ نشینی و ترک دنیا ۱۲

زین و خیالی که ترا گژمژ[1] است — جستنِ آن مایہ خیالِ گژ است
بگذر ازیں خانہ کہ جائے تو نیست — ویں رہِ باریک بپائے تو نیست
کالبدے داری و جاں اندر وست — ہر چہ تو دانی بہ ازاں اندر وست
تا بود ایں سکہ[2] بعالم درست — بر تنِ تو کے بود ایں شقہ چست
بہ کہ دریں جنبشِ طبع آزمائے — سر بنہی اول و انگاہ پائے
گفتۂ او را شنو و گوش باش — گفتِ مرا بشنو و خاموش باش
سحر ورانے کہ درو دیدہ اند — خامشیِ خویش پسندیدہ اند
مثنوی او رہست ثنائے بگوے — بشنوش از دور و دعائے بگوے
ایں ہمہ زانصاف نگر زور نیست — گر تو نہ بینی دگرے کور نیست
گرنہ بدی ایں نمطِ جاں نواز — بوکہ دلم را بتو بودی نیاز
لیک چو سرہا ہمہ زاں بو خوش است — عودِ[3] تو آں جا علفِ آتش است
تا بود آوازۂ قمری بباغ — کس ندہد گوش بآوازِ زاغ
آنکہ چشیدہ ست مئے خوشگوار — دُرد کشد در دِ سر آرد خمار

---

[1] گژمژ اے کج مج یعنی بیہودہ ۱۲

[2] ایں سکہ اے مثنوی نظامی ۱۲

[3] حضرت امیر خسرو دریں اشعار فروتنی مے کنند کہ در مقابلۂ مثنوی نظامی مثنوی تو چہ چیز ست ۱۲

هرچه رسد بیش خورد کم مخور   ورنرسد هم برسد غم مخور
وانچه بقسمت به ازل زان تست   رنجه مکن دل که بدامان تست
وانچه قضا نیست بدان یافتن   گرچه بجویی نتوان یافتن
ورچه بگردی همه بالا و پست   روزی ازان بیش نیابی که هست
هرچه بجویی و نیابی مرنج   زانکه بخواهش نتوان یافت گنج
چند چو موران سراسیمه گرد   کم خوری و بیش نهی بهر خورد
عاقبت آن مور بهر خانه   جان دهد اندر طلب دانه
گرچه که زر جان است مجویش بسی   ور همه عمرست مخواه از کسی
جوهر هر چیز که زیبنده تر   نیست ز زر هیچ فریبنده تر
جان که همه در پی این خاک رفت   پاکی آن کس که ازین پاک رفت
طفل شود فتنه برین خاک زرد   مردی آن کس که غرورش نخورد
این گل رنگین که فریب دل است   هرکه فریبش نخورد عاقل است
عقل کسی رست که گردش گذشت   آخر ازان گونه که آمد گذشت
تا عدسی میرسدت زین خراس   دل مفگن از پی گندم در آس
قرص جو آن کس که بدندان کند   مرد نه آن کز پی زر جان کند
آنکه شکیبش بقناعت درست   قرص جو از قرص زرش بهتر است
کان بغذا لذت کامش دهد   وین بطمع خست نامش دهد

یک نفسے زیرِ زمیں دار ہوش — بنگر و پوشیدۂ برخود مپوش
مرحمتے نیست جہاں را چناں — کامدہ را تافت ز رفتن عناں
ناگہ ازیں خانہ سفر کردنی ست — شربتے از جامِ اجل خوردنی ست
گرچہ کسے زندہ نماند بسے — زندۂ جاوید بماند کسے
خاک بسے خورد تنِ پاک را — سیر نگردیست کسے خاک را
جاں بشتاب و دل اسیرِ ہوس — غفلت ازیں بیش نگردیست کس
عمر چنیں آدمیِ بے خبر — باد بسر کردہ کہ خاکش بسر
ایں ہمہ بیداریِ ما خفتن ست — کامدنِ ما ز پئے رفتن ست
رفتنیانیم ازیں راہِ دور — درچہِ ظلمت نہ بصحراے نور
گنبدِ گردندہ وفا کے کند — وائے بروکیں طمع از وے کند
زیں گزرِ راہ رواں برگزر — چوں گزرندہ است رواں (جان ۱۲) برگزر
ایں طبقِ گل کہ وفا زو کم ست — کاسۂ خوانش زسرِ مردم ست
بے نمک ست ایں فلکِ کاسہ وش — از نمکِ او چہ کنی کام خوش
ناں دہدت لیک بخونِ جگر — تو ہم ازو ترک کن و انگہ بخور
گر بودت خوش خور و بدخو مباش — ور نبود رنجہ مشو گو مباش
تنگ مباش از پئے عیشِ فراخ — کاں بَری از باغ کہ فیروز شاخ

لہ اے غرور در سر پیدا نمودہ۔ خاک بسرش باد ۱۲

گوشہ نشیں تا بخیالت بوند | ہر ہمہ محتاجِ جمالت بوند
راہ طلب در روشِ بیگماں | تا رہی از کن مکن مردماں
بوم بویرانہ ازاں شد زباغ | تا نکشد رنجِ لگدکوبِ زاغ
دُر کہ نہاں در صدفِ آبی ست | بیش بہا از پۓ کم یابی ست
گل کہ بقدرش ہمہ عالم بہاست | در ہمہ جا رویدازاں کم بہاست
چند چو بیچارہ تو بر ہر کسے | زود کنی روے زبہرِ خسے
بازِ سفیدی بہوا کن شکار | زاغ نۂ جیفہ بکرگس گزار
چوں ببریدی طمع از ناکساں | صرف مکن گوہرِ خود باخساں
مردمیٔ نیست چو در چشمِ کس | چشم نگہدار ز آسیبِ خس
گل بچراگاہِ ستوراں مبر | آئینہ در مجلسِ کوراں مبر
لیک ازاں جا کہ طمع خوے تست | ملکِ قناعت نہ ببازوے تست
ازتنِ کازر نتواں شست داغ | پرّ حواصل نشود پرّ زاغ
بیہدہ با تو جدلے می کنم | در نہ کشائیٔ تو دلے می زنم
ہرچہ دمیدم تو دودے ندا بشت | پند بسے دادم و سودے ندا بشت
چوں تو چنیں غافلے از کارِ خویش | من بردم بر سرِ گفتارِ خویش
ایں سخن چند کہ از بہرِ سمع | ق طبعِ پراگندۂ من کرد جمع
فکر بسے داد جگر کاہیم | عمر بسے رفت بہ گمراہیم

مردِ ره از خود خورشِ او جوست
گر زرش از زره نبرد رهروست

مور که بر سقف رود بی‌قیاس
پاش بلغزد چو در افتد بطاس

مال چه جوئی حشمے نیستش
بهره فزون از شکمے نیستش

ترکِ طمع گیر ز خود شرم دار
تا نه شوی چون خجلان شرمسار

دست مکن کفچه که روزی به است
روزی از و خواه که روزی ده است

گرسنه زاری که درین تنگنائے
نان ز ملک میطلبی نه از خدائے

گر بودت صدق که روزی ده اوست
منتِ دشمن نه کشی پیشِ دوست

غره به نزدیکیِ سلطان مشو
بلبلِ باغی مگسِ خوان مشو

هست وے از خرمنِ هستی خسے
تا تو چه باشی که کمی زو بسے

گرچه پرد بلبلِ بستان بلند
بازیِ طفلان شود از بهرِ قند

چند کشی پیشِ ملک دست بیش
تات زکوٰتے دهد از ملکِ خویش

گریه کنی هرچه بضاعت کنی
ملکِ تو داری چو قناعت کنی

تشنه بمیر آب ز دونان مخواه
خون خور و از خواجه‌شان نان مخواه

دل بقناعت نه و خورسند باش
مملکت این است خداوند باش

خور کن و آشام بخونابِ خویش
از پئے نانے چه بری آبِ خویش

دل ز وفا جوئی دونان بکش
خور ز علف گاهِ خر و نان بکش

اهل مجو گردِ جهان زانکه نیست
ترکِ جهان گیر و جهان دان که نیست

چوں ز تو شد این ہمہ ناچیز چیز — ہم تو کنی در دلِ خلقے عزیز

عیب شناساں بہ کمینِ من اند — بے ہنراں جملہ بہ کینِ من اند

تو بکرم عیبِ من عیب کوش — در نظرِ عیب شناساں بپوش

سرمۂ انصاف بہر چشم سائے — بکرِ من آنگاہ بر ایشاں نمائے

داغِ قبولی بکش اندر سرش — تا نکند بادِ خزاں ابترش

بو کہ بر آرد بہ چنیں نامہ نام — بر درِ شہ خدمتِ من والسلام

در نظرِ شاہ مبادا کہن — این غزلم ختم بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد — پیغامِ کالبد بسوئے جاں کہ می برد

این خط پر ز مہر بدلبر کہ می دہد — ویں دردِ سر بمہر بدرماں کہ می برد

این نامہ نیست پیرہنِ غدرینِ ماست — پُر خوں ز دستِ ہجر بجاناں کہ می برد

مائیم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق — این بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد

زیں تن رمیدہ چوں دل و جانِ من از فراق — کشتہ شدیم۔ قصہ بسلطاں کہ می برد

گفتم بیا بگفت کہ دیوانہ گشتہ — اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می برد

جاناں مرا بہ ہجرِ تو ہر مونے کیست — غم می برد و لے غمِ ہجراں کہ می برد

بو کہ بہر گرمیِ ہنگامۂ — یا دکنندم زچنیں نامۂ
سر کہ بسے ہست تشکر نیستش — جز صفتِ چیز دگر نیستش
چوں سخن از لطف نشانے ندا شت — کالبدش صورتِ جانے ندا شت
وصف براں گو نہ فرو راندہ ام — کز غرضِ قصہ فرو ماندہ ام
خالِ تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید مگر اندر خیال
دیو بود یافتہ رہ در بہشت — بستنِ پیرایہ بخاتونِ زشت
عیب چناں نیست کہ بنہفتہ ام — کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
چوں منم اندر قلبِ کانِ خویش — ق — معترفِ عجز بہ نقصانِ خویش
ہست اُمیدم کہ سخن پروراں — چوں نگرند از رہِ بینش دراں
عیب یکے نیست کہ جویند باز — چوں ہمہ عیب ست چہ جویند باز
خردہ نہ گیرند بزرگی کنند — دنبہ چناں نیست کہ گرگی کنند
بارِ خدا با منِ غافل براز — ق — ایں ورقِ سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمالِ من ست — عاقبت الامر وبالِ من ست
ہرچہ درو شد رقم از خوب و زشت — ایں ہمہ تقدیرِ تو بر من نوشت
عفو کن آں را کہ رضائے تو نیست — توبہ دہ از ہرچہ برائے تو نیست
چوں کرمت ہست زجرمم چہ باک — تیرہ نہ شد بحر بیک مشتِ خاک
گبر کہ سفتم دُرِ ناسفتنی — یا سخنے بود کہ ناگفتنی

گفتی نگاهدار بفرمانِ خویش دل — دارم ولے بگو سے کہ فرمان کہ می برد
دردا کہ دل ز خسرو بیچارہ می رود — و آگاہ نے ز بردنِ دل آں کہ می برد

شد سخن ختم قبولے کہ خدا لیش دادہ است
تا ابد باقی باد اؤ مباد ش پایاں

تمّت

